مکتوباتِ امام ربانیؒ

بحث

ماہِ جدید

ایمانیات

نفاذِ اسلام کے لیے مکمل ضابطۂ شریعت

پروفیسر عبدالباری صدیقی

سرہند پبلیکیشنز

شہید ملت روڈ، کراچی ۸۰۶

Marfat.com

Marfat.com

1627/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکتوبات امام ربانیؒ

بحیثیت

ماخذِ

ایمانیات

نفاذ اسلام کیلئے مکمل ضابطۂ شریعت

پروفیسر عبدالباری صدیقی

Marfat.com

مکتوباتِ امامِ ربانیؒ بحیثیت ماخذِ ایمانیات

مصنف : .... پروفیسر عبدالباری صدیقی

طابع : .... احمد برادرس پرنٹرز ناظم آباد کراچی ۱۹

کتابت : .... عبدالاحد و معاون

سال طباعت : .... ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء

اشاعت : .... بار اول

تعداد : .... پانچ ہزار

صفحات : ۱۷۸

قیمت : ....

59511

(جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں)

ملنے کا پتہ

سرہند پبلی کیشنز

شہید ملت روڈ کراچی ۔ ۰۸۰۶

Marfat.com

1627/1

فہرس موضوعات

موضوع	صفحہ
انتساب	۶
اظہار تشکر	۷
تعارف	۸
حرف اول	۱۱
افتتاحیہ	۱۲
تقدیم	۱۷
پیش لفظ	۲۲
مقصود مومن	۲۵
پس منظر	۳۴
تبلیغی نظام	۴۷
مکتوباتِ امام ربّانی	۴۹
تعارف	۴۹
مکتوباتِ امام ربّانی کی اہمیت	۵۲
مکتوبات ماخذِ ایمانیات کی حیثیت سے	۵۲
ایمانیات :-	۵۳
علم ایمانیات کی اہمیت	۵۴

موضوع	صفحہ
ایمانیات کا موضوع	۵۴
ایمانیات اور علم کلام	۵۵
تبلیغی جہاد	۵۶
تبلیغِ دین کے اغراض و مقاصد	۵۸
شرائطِ تبلیغ	۵۹
۱- ابلاغ حق ہی سے غرض رکھنا چاہیئے	۵۹
۲- دیوانوں کی ابلاغ حق میں لگ جانا	۶۰
۳- علمائے حق کی خدمات	۶۱
۴- دنیوی تعیشات سے اجتناب	۶۲
۵- اسلامی اخلاقیات کی پابندی	۶۲
تبلیغ دین کی راہ میں ہجرت	۶۳
فلسفۂ ہجرت :-	۶۴
نفس امّارہ کی غلامی سے نکلنے کو ہجرت کہتے ہیں	۶۶
شریعتِ اسلامیہ کی پابندی	۶۷
شریعت	۶۸
مقصود شریعت	۶۹
سنّت و بدعت	۷۰

Marfat.com

موضوع	صفحہ
ضابطہ شریعت	۷۴
۱۔ عقائد صحیحہ پر ایمان	۷۴
۲۔ احکام فقہ سے واقفیت	۷۵
۳۔ احکام شرعیہ پر عمل	۷۵
۴۔ تزکیۂ نفس	۷۵
نظامِ شریعت میں ارباب اقتدار کا کردار	۷۶
فرقۂ ناجیہ۔ اہل سنت وجماعت	۸۰
مقامِ مصطفٰے ﷺ	۸۴
وسیلۂ خاتم النبیین ﷺ	۸۹
مقامِ صحابہ رض	۹۲
اصحابِ کرام رض کا ایمان شہودی ہے	۹۴
اصحابِ کرام رض سب کے سب جنتی ہیں	۹۵
فضیلت اہل بیت رض	۹۶
افضلیت خلفائے راشدین رض	۹۷
افضلیت شیخین رض	۹۸
مقامِ سیدنا ابوبکر رض	۹۹
مقامِ سیدنا عمر فاروق رض	۱۰۲
افضلیت ختنین رض	۱۰۵
ضابطۂ شریعت کا پہلا رکن	
عقائدِ صحیحہ	۱۰۶
عقائد کی اہمیت	۱۰۸
عقیدۂ توحید	۱۰۹
مسبب الاسباب	۱۱۰
ایمان کی حقیقت	۱۱۲
دو قومی نظریہ	۱۱۳
ضابطۂ شرعیہ کا دوسرا رکن	
عقائد واحکامِ شرعیہ کا علم	۱۱۷
حضرت امام ابوحنیفہ رح	۱۲۰
ضابطۂ شریعت کا تیسرا رکن	۱۲۱
احکامِ شرعیہ پر عمل	۱۲۱
ترکِ حکمی	۱۲۳
اوامر ونواہی اور تقویٰ	۱۲۵
مباحاتِ ضروریہ و مباحاتِ فضولیہ	۱۲۶

Marfat.com

موضوع	صفحہ
حقوق اللہ اور حقوق العباد	۱۲۸
ارکانِ اسلام	۱۳۰
عبادات خداوندی	۱۳۰
کلمۂ طیبہ	۱۳۱
ضابطۂ شریعت کا چوتھا رکن	-
تزکیۂ نفس و اخلاص	۱۳۳
تزکیۂ نفس قلب	۱۳۳
نفسِ امّارہ - امراضِ قلبی	۱۳۴
ازالۂ امراضِ قلب کی ضرورت	۱۳۵
طبعی و فطری خواہشات	۱۳۷
مخالفتِ نفس ضروری ہے	۱۳۷
سلامتیِ قلب (سیاست قلب)	۱۳۸
محبتِ ذاتی	۱۳۹
فنائے مطلق	۱۴۰
اخلاص	۱۴۰
اولیائے مقربین	۱۴۲
ابرار کا مرتبہ	۱۴۳
تزکیۂ نفس اور اخلاص کے ذرائع	۱۴۳
ذکرِ خداوندی	"
احتسابِ نفس	۱۴۴

موضوع	صفحہ
فلسفۂ خودی	۱۴۵
خود پرستی و خود شناسی	۱۴۵
خود گذاشتی یا خود باختگی	۱۴۶
خود شناسی، معرفتِ باطنی	۱۴۶
سیر آفاقی	۱۴۷
سیر انفسی	۱۴۷
سیر و سلوک	۱۴۹
مقصدِ سلوک	۱۴۹
سلوک خادم شریعت کی حیثیت سے	
شرائط سلوک	۱۵۱
وسائل سلوک	۱۵۶
شیخِ کامل کی ضرورت و اہمیت	۱۵۶
طالب و سالک کے آداب	۱۶۲
طالب کا جذبۂ صادق	۱۶۲
سالک کے آداب	۱۶۳
فنا فی الشیخ	۱۶۳
اتباعِ شریعت	۱۶۳
اہل اللہ کی رفاقت	۱۶۴
ضابطۂ آداب و اخلاق	۱۶۵
طریقۂ عالیہ نقشبندیہ	۱۶۷
طریقۂ نقشبندیہ کی خصوصیات	۱۶۹
اختتامیہ	۱۷۱
ماخذ و مراجع	۱۷۵

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

ان غیور سرفروشوں کے نام

جو نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ و قیام کے لئے ۱۹۷۷ء کی تحریک میں سرگرم عمل رہے اور "خوف و دہشت ـــ "حزن و الم" ـــ اور ـــ سب وشتم سے بے نیاز ہو کر جان و مال کا نذرانہ بارگاہِ رسالت میں پیش کرتے ہوئے سعادتِ کبریٰ سے سرفراز ہوئے ؎

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

ان عاشقان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام

جنھوں نے عشقِ مصطفیٰؐ کو حرزِ ایمان بنا کر سنگ و عصا سے نہیں، تیغ و تفنگ سے نہیں، شمشیر و سناں سے نہیں ـــ بلکہ ـــ "جذبۂ جنوں" کی کارسازی، "مستیِ کردار" کے سرود سرمدی اور "فقرِ غیور" کی شانِ بے نیازی سے ـــ دہریت و اشتراکیت کے تانے بانے کو تار تار و منتشر کر کے، جبر و استحصال کی استبدادی قوتوں کو زیر و زبر اور مکر و فریب، عیاری و ریاکاری کے فسوں کو بے اثر کر کے ثابت کر دیا کہ ؎

در دلِ مسلم مقامِ مصطفیٰؐ است
آبروئے ما ز نامِ مصطفیٰؐ است

خاک پائے غلامانِ غلامِ مصطفےٰؐ
عبد الباری صدیقی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اظہارِ تشکر

بصد عجز و نیاز اس قادرِ مختار کی بارگاہِ ابدیہ میں ہدیۂ امتنان! ___

جس نے اپنے محبوب ترین رسول مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل میں اس کتاب کی تصنیف و تدوین کی سعادت عطا فرمائی! ___ جو ___ "جوامع الکلم" کی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ "مقامِ محمود" پر فائز اپنے اسوۂ حسنہ سے ملتِ مسلمہ کو فیضیاب ہونے کی دعوت دے رہے ہیں۔

ان بزرگوں کا بھی سپاس گذار ہوں جن کی دعوت پر "یوم امام ربّانی رح" کی اس رُوح پرور تقریب میں شرکت کی توفیق نصیب ہوئی جو ۲۹ صفر المظفر ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۶ دسمبر ۱۹۸۲ء کو تھیوسوفیکل ہال، کراچی میں انتہائی عقیدت و احترام سے منائی گئی۔

موجودہ کتاب کی اساس وہ مختصر سا مقالہ ہے جسے اس تقریب کیلئے میں نے تحریر کیا تھا۔

خاص طور سے میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری سجادہ نشین آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ شرقپور، شیخوپورہ کا از حد احسان مند ہوں جن کے فیوض و برکات سے جِلا و توانائی حاصل کرکے میں اس کتاب کو مکمل کرنے میں کامیاب ہوا۔

عالی مقام ڈاکٹر پروفیسر غلام مصطفےٰ خاں صاحب، ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب، حکیم محمد سعید صاحب دہلوی اور جسٹس (ریٹائرڈ) سید غوث علی شاہ صاحب کا شکریہ کس زبان سے ادا کروں! ___ کہ ___ اُن کی تبحرِ علمی سے ہی روشنی لے کر اس کتاب کو قارئین کی خدمت میں نذر کرنے کی برکت حاصل کر رہا ہوں ؎

وہ صاحبِ فن چاہے تو فن کی برکت سے
ٹپکے بدنِ مہر سے شبنم کی طرح ضَو

محترم جی کے تاج قائم خانی صاحب، قاری ظفر احمد صاحب کا بھی شکر گذار ہوں کہ اس کتاب کی تدوین و اشاعت میں انھوں نے ہر مرحلے پر میری حوصلہ افزائی فرمائی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ پختہ عقائدِ صحیحہ سے ہمارے دلوں کو منور رکھے!!

دیں ہو، فلسفہ ہو، فقر ہو، سلطانی ہو
ہوتے ہیں پختہ عقائد کی بنا پر تعمیر

احقر العباد ___ عبد الباری صدیقی عفی عنہ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

جی۔کے تاج ایڈوکیٹ

محترم پروفیسر عبدالباری صاحب دینی، ادبی اور علمی حلقوں میں محتاجِ تعارف نہیں۔ انھیں اساتذۂ کرام میں منفرد مقام حاصل ہے۔ ۱۹۵۱ء میں میرپورخاص تشریف لائے اور درس و تدریس سے منسلک ہونے کے ساتھ ہی ساتھ یہاں کی علمی و ادبی محفلوں کو بھی ہمیشہ رونق بخشتے رہے۔ اگرچہ عرصہ چار سال سے کراچی ریجن کے شعبۂ تعلیم سے منسلک ہیں، اس کے باوجود اب بھی میرپورخاص کی دینی و علمی شخصیتوں سے اُن کا بدستور گہرا رشتہ قائم ہے۔

تاریخ کے پروفیسر کی حیثیت سے وہ ایک معروف و مشہور مستند شخصیت مانے جاتے ہیں، اُن کے تبصرے متوازن ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے اُن کی آرا کو وقیع سمجھا جاتا ہے۔ تجزیاتی و تقابلی طریقۂ تدریس میں اُن کا اپنا انوکھا انداز ہے جسے اُنھوں نے دینی و عمرانی علوم کے مختلف فکر انگیز موضوعات پر اپنے مقالوں میں بھی اپنایا ہے۔ علم و ادب کے فروغ کو اُنھوں نے اپنی زندگی کا نصب العین بنا لیا ہے۔ طلبہ کی بہتری کے لئے وہ ہمہ دم مصروفِ عمل رہتے اور ان کی رہنمائی کر کے دلی خوشی محسوس کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کالج کے اوقات کے علاوہ بھی ہر وقت طلبِ علم و فن کے لئے آنے والوں کا استقبال کرنے میں وہ ہمیشہ پیش پیش رہتے ہیں۔

محترم عبدالباری صدیقی صاحب کی پیشِ نظر تالیف دینِ اسلام کے نہایت حساس و نازک مگر بنیادی نوعیت کے موضوع "ایمانیات" پر محیط ہے جس کی تشریح و توضیح حضرت امام ربّانی مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی اُن انقلابی، اصلاحی اور تجدیدی تعلیمات کی روشنی میں کی گئی ہے

Marfat.com

جنھیں اپنے مکتوبات قدسی آیات کے ذریعہ اُمتِ مسلمہ کی فلاح کے لئے رائج ونافذ کرنے کے لئے کفن بردوش ہو کر آپ نے جدوجہد فرمائی ہے۔

حضرت امام ربّانی قدس سرّہٗ کی دینی خدمات خاص طور سے ایک مربوط، موثر اور ہمہ گیر تبلیغی نظام کے ذریعہ نفاذِ اسلام کے لئے آپ کی منظم تحریک کو تاریخِ اسلام میں اہم ترین سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے۔ پروفیسر عبدالباری صدیقی صاحب نے اسی تحریک کے عوامل وعواقب اور نفاذِ اسلام کے لئے حضرت امام ربّانی کے اس طریقۂ کار پر انتہائی لطیف اور عالمانہ انداز میں روشنی ڈالی ہے، جس پر کامیابی سے عمل کر کے آپ "مجدّدِ الفِ ثانیؒ" کی مسندِ عالیہ پر فائز ہوئے۔

اس لحاظ سے "مجددِ الفِ ثانیؒ" کے مکتوبات کا جائزہ ایمانیات کے حوالے سے اہم دینی خدمت کے علاوہ نظرانہٴ عقیدت بھی ہے۔ یہ حقیقت تو ہم سب پر عیاں ہے کہ برّصغیر پاک وہند میں احیائے دین، تجدیدِ سنّتِ نبوی اور اسلامی اقدار کی نشو ونما یہاں کے مسلمان بادشاہوں کی نہیں بلکہ امام ربّانیؒ جیسے باخبر، بالغ نظر اور صاحبِ بصیرت سربکف مبلّغ اسلام صوفیائے کرام اور اولیائے عظام رحمۃ اللہ علیہم کی مرہونِ منّت ہے جنھیں جاہ پرست اور دنیاوی طاقت میں مدہوش، اخلاقی بُرائیوں کے علم بردار بادشاہوں نے ہمیشہ حقیر نگاہوں سے دیکھا۔ چنانچہ شہنشاہ جہانگیر کی تزکِ جہانگیری میں ایک جگہ حضرت امام ربّانی کی رہائی کا ذکر ان الفاظ میں ملتا ہے:

"اس تاریخ (منگل ۳۱ ماہ خورداد) کو میں نے شیخ احمد سرہندی کو جسے بے ہودہ گوئی کے سلسلہ میں کچھ عرصے سے قید کر رکھا تھا آزاد کر دیا اور خلعت اور ایک ہزار روپئے عنایت کر کے اُسے اجازت دے دی کہ خواہ واپس سرہند چلا جائے یا میرے حضور میں رہے۔"

— تزکِ جہانگیری ترجمہ مولوی علی احمد رامپوری بار چہارم ص۳۹۲ —

Marfat.com

جناب پروفیسر عبدالباری صدیقی صاحب نے جامعہ بحر العلوم (مدرسہ عالیہ قدیمہ) فرنگی محل لکھنؤ سے دینی علوم کی تعلیم حاصل کی۔ اس مشہور اسلامی دانشگاہ کے مہتمم اعلیٰ اور متبحر عالم و فقیہ حضرت مولانا مفتی حافظ ابوالقاسم محمد عتیق انصاریؒ فرنگی محلی خلف الرشید حضرت شمس العلما الحاج حافظ شیخ ابو الحامد محمد عبد الحمید انصاریؒ فرنگی محلی سے اُنھیں براہِ راست شرفِ تلمذ بھی حاصل ہے یہ آپ ہی کی فیضانِ نظر کا اثر ہے کہ پروفیسر عبدالباری صدیقی صاحب نے مکتوباتِ امام ربّانیؒ کی روشنی میں "ایمانیاتؒ کی تشریح و توضیح کرتے وقت شرعی دلائل و نصوص کی پیروی انتہائی پابندی سے کی ہے۔

اس لحاظ سے حضرت امام ربّانیؒ کے مکتوبات اور ایمانیات پر اُن کی یہ کتاب دینی و تاریخی کتابوں میں ایک گراں قدر اضافہ ہے اور احیائے دین کے ضمن میں اہمیت کی حامل ہے۔ اللہ تعالیٰ پروفیسر عبدالباری صدیقی صاحب کی یہ دینی و علمی خدمت قبول فرمائے۔ آمین !!

جی۔ کے تاج قائم خانی (ایڈوکیٹ)
معتمد اعلیٰ فن کدہ

تاج چیمبرس، نیو ٹاؤن، میرپور خاص سندھ
مورخہ یکم جنوری ۱۹۸۵ء

حرفِ اوّل

ڈاکٹر پروفیسر غلام مصطفےٰ خاں صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم پروفیسر عبدالباری صدیقی صاحب تاریخ کے استاد ہیں اور کئی کتابوں کے مصنّف ہیں۔ دین سے بہت شغف رکھتے ہیں، اسی لئے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلّم کی سیرتِ طیّبہ پر ایک گرانقدر کتاب لکھنے کی سعادت بھی حاصل کر چکے ہیں۔ ان کے دل میں بڑا خلوص ہے اور اس خلوص کی وجہ سے وہ ہر موضوع کے لئے سخت احتیاط سے کام لیتے ہیں۔

پروفیسر صاحب کی موجودہ کتاب مکتوباتِ امام ربّانی (قدس سرہٗ) کے موضوع "ایمانیات" سے متعلق ہے یعنی مکتوباتِ شریفہ کے ضروری اقتباسات یکجا کر کے اُن کا ترجمہ بھی دیدیا ہے اور اُن اقتباسات و اقوال کی افادیت اور اہمیت کو بھی واضح کیا ہے، پھر اس موضوع کے ذیل میں تبلیغِ دین کے اغراض و شرائط، دین کی حقیقت، ہجرت کے مختلف معانی، مقامِ صحابہؓ، عقائدِ صحیحہ احکامِ شرعیہ کا علم، اُن پر عمل اور عمل میں اخلاص، ارکانِ اسلام کی ضرورت و اہمیت، حقوق اللہ حقوق العباد، تزکیۂ نفس، اس کے ذرائع و مدارج، اہل اللہ کی رفاقت، ضابطۂ اخلاق و آداب وغیرہ عنوانات کے تحت حضرت مجدّدِ الفِ ثانی قدس سرہٗ کے اقوال کا انتخاب پیش کیا ہے جو وقت کی ضرورت کے لحاظ سے بہت اہم ہے۔ حضرت مجدّد قدس سرہٗ چونکہ الفِ ثانی کے لئے ہیں اس لئے اس موجودہ الف (دوسرے ہزارہ) میں ہماری قوم کے سامنے جتنے مسائل آئے ہیں یا آسکتے ہیں اُن سب کا حل آپ کے مکتوبات میں مل جاتا ہے اور اُن کے ذریعہ بہت سی بدعات کا قلع قمع ہو سکتا ہے۔ پروفیسر صاحب نے اسی خیال کے پیشِ نظر فی الحال "ایمانیات" کا موضوع منتخب کیا ہے تاکہ بنیادی طور پر ہم دین کی حقیقت سمجھیں اور حضرت مجدّد کے نظریات اور توضیحات سے مستفید ہو سکیں۔

پروفیسر صاحب کے اس جذبۂ صادق کی ہم دل سے قدر کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ پاک اُن کو دین اور قوم کی خدمت کے لئے تادیر سلامت باکرامت رکھے، آمین

الفقیر
غلام مصطفےٰ
(ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں)
ایم۔ اے، ایل ایل بی
پی ایچ ڈی، ڈی لٹ۔

مورخہ ۳ جنوری ۱۹۸۵ء
۲۔ اولڈ یونیورسٹی کیمپس
حیدرآباد، سندھ۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِفتتاحیہ

عالیجناب سید غوث علی شاہ، وزیر اعلیٰ، حکومت سندھ

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ شریعت اسلامیہ کی مکمل و غیر مشروط اتباع کی برکتوں سے ملّتِ مسلمہ کو عالمی امامت و سیادت کا اعزاز صدیوں حاصل رہا۔ وہ فلاح و شادمانی کی نعمتوں سے فیضیاب ہو کر اپنی شانِ عبقریت سے جبر و استبداد کی طاغوتی و استحصالی طاقتوں کے استیصال میں غلبہ و فتح سے ہمکنار ہوئی۔ تاریخ نے اسے فروغِ انسانیت کا علمبردار تسلیم کیا اور محافظِ انسانیت کے خطاب سے نوازا۔ جس نے قیصر و کسریٰ کی استعماری استبدادیت کو ٹھکرا کر "سلطانیِ جمہور" کے قرآنی نظریہ کو عملی جامہ پہنایا، طبقاتی و لسانی امتیازات کو مٹا کر حقیقی اخوت و مساوات کے مستحکم رشتوں پہ مبنی عالمِ انسانیت کی بین الاقوامی برادری کی بنیادیں استوار کیں اور رنگ و نسل — حسب نسب — اور وطنیت و قومیت کے بجائے اخلاص و تقویٰ — علم و دانش — اور قناعت و فقر غیور کو شرف و فضل کا پیمانہ قرار دیا۔

اسی بات کا اعتراف کرتے ہوئے ایچ، جی، ویلز تحریر کرتا ہے کہ:-

"اس نے حبشی مسلمانوں کو خلیفہ کے دوش بدوش لا کھڑا کیا دنیا میں حق و انصاف کی بالادستی قائم کی، اعلیٰ ظرفی و بالغ نظری کے قابلِ عمل انسانیت نواز اصول نافذ کئے اور ایک ایسا معاشرہ تخلیق کیا جو ظلم و ستم اور جبر و استحصال سے پاک تھا اور جیسے کسی بھی جماعت یا قوم نے اس سے قبل کبھی بھی نہیں قائم کیا تھا۔"

لیکن جوں ہی مسلمانوں نے شریعت سے روگردانی اختیار کی، غربت و نکبت کے شکنجے میں پھنس کر اس حد تک معذور و بے بس ہو گئے کہ پھر اپنے ملی تشخص

Marfat.com

اور نظریاتی سرحد کے تحفظ و دفاع کی اہلیت سے بھی محروم ہو کر رہ گئے۔
یہ مدِنظر رہے کہ محض سیاسی اقتدار ہی عالمِ اسلام کی بالادستی کا ضامن نہیں ـــــ تعمیلِ شریعت کے بغیر اسے یہ بالادستی حاصل نہیں ہو سکتی ـــــ امامت و سعادت تو صرف شریعت کے طفیل ہیں مل سکتی ہے ـــــ فلاحِ دارین تو صرف امتثال شریعت کا ثمرہ ہے۔ اس لئے شریعت سے منہ موڑ کر مسلمان تو کہیں کا بھی نہیں رہتا۔

یہی وجہ ہے کہ مسلمان جب بھی اپنے ملی عقائد و نظریات سے منحرف ہوئے صاحبِ اقتدار ہونے کے باوجود باطل کے ہاتھوں عاجز و خاسر رہے۔ سولہویں صدی کے اواخر اور سترہویں صدی کے اوائل میں خانوادۂ بابر کو برصغیر میں استقلال تو حاصل ہو گیا مگر اسلام غریب کا غریب رہا اور مسلمان غربت و نکبت کی مار کھاتے رہے۔ حضرت مجددؒ الف ثانی شیخ سرہندی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:۔

"ایک صدی سے اسلام پر غربت چھائی ہوئی ہے۔ مسلمانوں کے علاقوں میں کافر اپنی ریت رسوم منانے ہی پر بس نہیں کرتے بلکہ اُن کی آرزو تو یہی ہے کہ مسلمان احکامِ شرعی سے دور ہو جائیں اور اسلام اور اہلِ اسلام کا نشان تک باقی نہ رہے۔ نوبت تو یہاں تک پہونچ گئی ہے کہ اگر کوئی مسلمان اسلامی اشعار کا مظاہرہ کرتا ہے تو اسے قتل کر دیا جاتا ہے۔"

(مکتوباتِ امام ربانیؒ۔ دفتر اول، مکتوب ۸۱)

"اسلام ضعیف ہو رہا ہے، کفار بے تحاشہ مسجدوں کو مسمار کر کے ان کی جگہ مندر بنا رہے ہیں۔ چنانچہ تھنیسر میں حوض کرکھیت کے کنارے ایک مسجد اور کسی بزرگ کا مقبرہ تھا لیکن اسے منہدم کر کے بڑا بھاری مندر کھڑا کر دیا ہے۔ اس طرح

Marfat.com

کفار علانیہ اپنی ریت رسوم منا رہے ہیں لیکن مسلمان بہت سے اسلامی احکام جاری کرنے سے معذور رہیں۔"

(مکتوبات امام ربّانی ۔ دفتر دوم ۔ مکتوب ۲۹)

اس زبوں حالی کے ذمہ دار خود مسلمان ہی تھے ۔ وہ اغیار کے رنگ میں پوری طرح رچے ہوئے تھے ۔ ہولی و دیوالی کے تہوار منانے میں پیش پیش رہتے اور گیروے کپڑے پہن کر اُن جیسا بننے کی ریس کرتے ۔ توہمات کی ماری مسلم خواتین اُن کی رسموں کے جال میں پوری طرح جکڑی ہوئی تھیں ۔ حاجت روائی کے لئے بتوں کے آگے گڑ گڑا کر پرارتھنا کرنے اور چیچک جیسی بیماریوں کا اثر اتارنے کے لئے مشرکانہ رسموں کو ادا کرنے میں انھیں کوئی عار نہیں تھا ۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کو خبردار کیا کہ وہ رواسم کفر سے بریّت حاصل کئے بغیر ایمان و اسلام کی برکتوں سے فیض نہیں اٹھا سکتے ۔ آپ نے واضح فرمادیا کہ :-

"رواسم کفر و شرک کی تعظیم بھی شرک میں داخل ہے ۔ جو بھی کفر و اسلام دونوں پر ایمان لاتا ہے وہ مشرک ہے اور دونوں کے احکام کو ملا جلا کر اُن کی پیروی کرتا ہے وہ بھی مشرک ہے ۔ یاد رکھو! کفر و مراسم کفر سے بریّت و بیزاری شرط اسلام ہے ۔" (مکتوبات امام ربّانی ۔ دفتر سوم مکتوب ۴۱)

اس لئے کفر و اہل کفر سے اظہار بریّت اور قلب و قالب سے شریعتِ اسلامیہ پر اظہارِ ایمان اسلام و اہل اسلام کی سربلندی کے لئے شرط لازم ہے ۔ اسے ثابت کرنے کے لئے مجدد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اسلامی شریعت کی نوعیت ، اہمیت اور افادیت کے ہر پہلو پر اپنے مکتوبات میں روشنی ڈالی ہے ۔ پھر نہ صرف اس کے احیا ، تبلیغ ، ترویج اور تنفیذ پر عوام و خواص علما و صوفیا ، ارباب دربار و اقتدار کو مائل ، راغب اور آمادہ کیا بلکہ

Marfat.com

ان ہی کے تعاون سے جنوبی ایشیا کے طول و عرض میں ایک ہمہ گیر پرُ امن تحریک چلا کر اس کو ہر مقصود کو حاصل کرنے میں کامیاب بھی ہو گئے۔ عالمِ اسلام نے ان تجدیدی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کو موجودہ ہزار سالہ دور کے لئے "مجددِ اعظم" تسلیم کیا اور "امام ربّانی مجدّدِ الفِ ثانیؒ" کے لقب سے سرفراز کر کے آپ کی بارگاہِ عالیہ میں خراجِ عقیدت پیش کیا۔

پروفیسر عبدالباری صدیقی صاحب نے زیرِ نظر کتاب "مکتوباتِ امام ربّانی اور ایمانیات" میں نہ صرف شریعت اسلامیہ کی اہمیت اور افادیت پر روشنی ڈالی ہے بلکہ نفاذِ شریعت کے لئے حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات سے استنباط کر کے ایک مکمل اور جامع "ضابطۂ شریعت" کی نشاندہی کرتے ہوئے اس کے شرائط و لوازم پر بھی بحث کی ہے۔ انھوں نے دو ٹوک الفاظ میں یہ بات واضح کر دی ہے کہ شریعت اسلامیہ پر علم و عرفان اور اخلاق و تقویٰ کے ساتھ ایمان لائے بغیر نہ تو کوئی اُس پر عمل پیرا ہو سکتا ہے اور نہ ہی نفاذِ اسلام کے لئے کوئی تحریک بار آور ہو سکتی ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ دامانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تھامے بغیر اسلام کی راہ میں ایک قدم بھی رکھنے کی جسارت کی گئی تو پھر ضلالت و گمراہی کی بھول بھلیوں میں پھنس کر بھڑکتے ہوئے دوزخ کے الاؤ میں اوندھے منہ گرنے اور بھسم ہو جانے کے علاوہ ہمارا حشر اور کیا ہوگا! ؎

بمصطفےٰ برساں خویش کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی ست

اس لئے سنّتِ نبویہ کی تجدید و احیا کے بغیر نفاذِ شریعت کا عمل کیسے شروع ہو سکتا ہے! حضرت امام ربّانی رحمۃ اللہ علیہ نے رسوم کفر و شرک سے سنّت نبویہ کی تطہیر فرمائی اور ارباب اقتدار کے دلوں میں عشقِ مصطفےٰ کی جوت جگا کر انھیں آپ کی سنت کا متوالا و شیدائی بنا دیا۔ آخر کار سنت نبویہ کی

Marfat.com

تبلیغ وتعلیم، ترویج وتجدید اور تنفیذ وتعمیل کا ایک ایسا موثر نظام قائم ہوگیا جس نے مغلیہ حکومت کی ہیئت بدل کر رکھدی۔ تدبیر وسیاست کے اداروں کو شریعت کے مطابق ڈھالنے کی تحریک شروع ہوگئی۔ تنفیذیہ ہو یا مقننہ، مالیہ ہو یا عدلیہ ہر ایک کے وظائف و فرائض معمولات مصطفوی کی کسوٹی سے پرکھنے کا رجحان بڑھنے لگا جس کا "نقطۂ اسراع" اورنگ زیب عالمگیرؒ کی سرپرستی میں تدوین ونفاذِ شریعت پر منتج ہوا۔

محترم پروفیسر عبدالباری صدیقی نے زیرِ نظر کتاب میں حضرت امام ربّانی رحمۃ اللہ علیہ کی اس تحریک تجدیدیت کے کسی پہلو کو نظر انداز نہیں کیا ہے۔ دورِ حاضر میں عالمِ اسلام کے تناظر میں گردوپیش کا جائزہ لیا جائے تو ہر صاحب فہم وذکا اُن کی اس ملی خدمات کا اعتراف کرے گا۔

اس وقت بھی عالمِ اسلام غربت وکس مپرسی کا آئینہ دار بن کر درسِ عبرت دے رہا ہے۔ ایک سپر پاور افغانستان کے اسلامی حصار کو اشتراکیت کا کچھار بنانے پر تلا ہوا ہے۔ صیہونی عفریت عالمِ عرب کو اُجاڑ کر اسلام کے آثار تک مٹانے کے لئے تڑپ رہا ہے۔ ایران وعراق سالوں سے نبرد آزما ہیں اور ایک دوسرے کو زک پہنچانے اور زیر کرنے کے لئے اپنی اپنی توانائیوں کو جنگ کی بھٹی میں جھونک کر خود اپنی اپنی ہستی کو جلانے میں مصروف کارزار ہیں۔

اس زبوں حالی کا ذمہ دار خود عالمِ اسلام ہے جس نے وطنیت وقومیت کو حرزِ ایمان بنالیا ہے۔ پروفیسر عبدالباری صدیقی صاحب نے عالمِ اسلام کو احساس دلانے کی کوشش کی ہے کہ صرف قرآن وسنت کی رسی کو مضبوطی سے تھام کر "بنیان مرصوص" یہ قائم سیسہ پلائی دیوار بن کر ہی وہ اغیار کی سازشوں کا جال توڑ کر اپنے پیروں پر کھڑا ہو سکتا ہے۔

سید غوث علی شاہ

۱۸ / اپریل ۱۹۸۵ء　　　(سید غوث علی شاہ)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیم

ڈاکٹر پروفیسر مسعود احمد

پروفیسر عبدالباری صدیقی زیدہ عنایۃً تاریخ کے اُستاد ہیں اور گذشتہ ۲۷ سال سے درس و تدریس اور تحریر تصنیف کے فرائض انجام دے رہے ہیں ان کو علمی تحقیقات سے بڑی دلچسپی ہے اور زبان پر عبور حاصل ہے۔ انھوں نے اس سے قبل سیرت رسُولِ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم تحریر فرمائی جو شائع ہو چکی ہے اور کئی مضامین و مقالات تحریر فرمائے۔

وہ علم و دانش کے میدان میں نو وارد نہیں، کہنہ مشق ہیں، علم کی لگن رکھتے ہیں اور لکھنے کا سلیقہ جانتے ہیں۔ پیشِ نظر مقالہ اُن کی علمی کاوش کا قابلِ تحسین نمونہ ہے اور حضرت مجدّد الف ثانی قدس سرہٗ سے تعلق رکھنے والے حضرات کے لئے خصوصاً قابل مطالعہ ہے ——

کسی بھی فرد کے افکار و خیالات کا جائزہ لینے کے لئے اس کی اپنی تصانیف بنیادی اہمیت رکھتی ہیں —— پروفیسر صاحب نے ایمانیات کے سلسلہ میں امام ربّانی حضرت مجدّد الف ثانی قدس سرّہٗ کے افکار و خیالات معلوم کرنے کے لئے مکتوبات شریف کو بُنیادی ماخذ بنایا ہے —— مکتوبات کی اہمیت اپنی جگہ مُسلّم ہے —— یہ مکتوبات تو ہیں مگر خطبات بھی ہیں اور مکالمات بھی —— یہاں امراضِ رُوحانیہ کی نشاندہی بھی کی گئی ہے اور اس کا علاج بھی پیش کیا گیا ہے —— پروفیسر صاحب نے مکتوبات شریف کی تینوں جلدوں کو خوب کھنگالا ہے اور اپنے موضوع سے متعلق بکھرے ہوئے مواد کو

یک جا کیا ہے تاکہ پڑھنے والا امام ربّانی کے افکار سے قریب سے قریب تر ہو جائے ــــ انھوں نے مکتوبات شریف سے ۲۷۰ حوالے دیئے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ موضوع پر اُن کی گرفت مضبوط ہے اور امام ربّانی کے جو افکار و خیالات پیش کئے ہیں وہ غیر مشکوک ہیں ــــ

حقیقت یہ ہے کہ امام ربّانی کے افکار نے پاک و ہند کی فکری زندگی اور سیاسیات پر گہرا اثر ڈالا اور معاشرے میں تدریجی انقلاب پیدا کیا ہے۔ پاکستان و ہند کے مفکرین میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور ڈاکٹر محمد اقبال م امام ربّانی سے بہت متاثر ہیں اور پاک و ہند کے دانشوروں کے اذہان پر اُن کی گہری چھاپ ہے ــــ

امام ربّانی نے زمانے کے ساتھ چلنا نہیں سکھایا بلکہ زمانے کو اپنے ساتھ چلنا سکھایا ــــ آپ نے اور آپ کی اولاد نے ملّتِ اسلامیہ کو زندہ اور متحرک لٹریچر فراہم کیا ــــ آپ نے اپنے فکر و قلم کو زمانے کے تقاضوں سے الگ نہ رکھا اور بے سود مشاغلِ علمیہ میں اپنی توانائیاں صرف نہ کیں بلکہ وہی سوچا اور وہی لکھا رُوحِ عصر جس کا تقاضہ کر رہی تھی اور زمانہ جس کے لئے برسوں سے منتظر تھا ــــ

امام ربّانی نے سب سے اہم کام یہ کیا کہ عقائد کی بنیادوں کو از سرِ نو مستحکم کیا ــــ عقائد و ایمانیات کی حیثیت رُوح کی سی ہے، اگر یہ صحیح نہیں تو چلتا پھرتا انسان جسدِ بے رُوح کی مانند ہے ــــ عقائد جتنے مستحکم ہوں گے زندگی اتنی ہی محکم ہو گی ــــ امام ربّانی نے عقائد کو مستحکم کر کے خود زندگی کو مُحکم بنایا ــــ

امام ربّانی کا خانقاہی نظام جامد و غیر متحرک نہ تھا بلکہ زندہ و متحرک تھا ــــ آپ نے سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرتے ہوئے

Marfat.com

مکتوبات نگاری کا سلسلہ شروع کیا اور اس کو ہدایت وارشاد کا ایک موثر ذریعہ بنایا۔

—— آپ نے بادشاہِ وقت، وزرا، اُمراء، فوجی افسران اور صاحبِ حیثیت مسلمانوں کو مسلسل مکاتیب لکھے اور رفتہ رفتہ ان کے مزاج کو بدلا اور اُنکی عادتوں کو شریعت کے مطابق ڈھالا — یہ ایک اہم تبدیلی تھی تاریخ جس کی شاہد ہے ——

صورتِ حال یہ تھی کہ شریعت و طریقت کو دو خانوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا جس سے گمراہی کا راستہ کھُلا اور اصلاح کی راہیں مسدود ہو گئیں۔ امام ربّانی نے بتایا کہ شریعت و طریقت الگ الگ نہیں بلکہ "عین یک دگر" ہیں —— اس اصلاحی فکر نے عُلَماء و صُوفیہ دونوں کی اصلاح کی اور صراطِ مستقیم نظر آنے لگی —— یہی وہ صراطِ مستقیم تھی جس پر سَلفِ صالحین صدیوں سے چلتے رہے۔

امام ربّانی نے ایک طرف مذہبی ماحول کو سُدھارا تو دوسری طرف سیاسی ماحول کی اصلاح کی —— آپ کے دَور میں اکبر اور جہانگیر کی غیر محتاط پالیسوں نے کُفّار و مشرکین ہند کو بہت دلیر کر دیا تھا اور وہ اس حد تک آگے بڑھ گئے تھے کہ مسلمانوں کی ملّی حیثیت مجروح ہو گئی تھی اور بقول امام ربّانی اسلام کا نام و نشان مٹنے لگا تھا —— نظریاتی حکومتوں میں دوسرے نظریہ کے حاملین کو محدود پیمانے پر رعایتیں دی جاتی ہیں اور اُن سے معاشرتی اور عائلی اشتراک کو پسند نہیں کیا جاتا —— دَورِ جدید کی نظریاتی حکومتوں کے مقابلے میں اسلام نے اپنی قلمرو میں دوسرے نظریات کے حاملین کو بہت رعایتیں دی ہیں —— امام ربّانی یہی چاہتے تھے کہ کُفّار و مشرکین کو اتنی ہی رعایتیں دی جائیں جن کے وہ مستحق ہیں۔ چنانچہ آپ نے اپنی جد و جہد کا آغاز کیا اور دو قومی نظریہ کا احیا کر کے نہ صرف اپنے عہد کو کفار و مشرکینِ ہند کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ رکھا بلکہ مستقبل کے لیے راہ ہموار کر دی۔——

Marfat.com

حقیقت یہ ہے کہ قوموں کی زندگی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت میں مضمر ہے۔
امام ربّانی نے مذہبیات اور سیاسیات دونوں میں شرعی اوامر ونواہی کی نشاندہی فرمائی ـــــ فکر وعمل کی اس دُنیا میں جہاں افکار واعمال کے انبار لگے ہیں یہ معلوم کرنا کہ کونسا فکر نوعِ انسانی کے لئے حیات آفرین ہے اور کونسا مہلک ومضر؟ ـــــ اور کون سا عمل زندگی بنانیوالا ہے اور کون سا عمل زندگی بگاڑنے والا؟ بہت مشکل ہے اور اس گتھّی کو سلجھانا عقل کے بس کی بات نہیں ـــــ خالقِ حیات ہی سلجھا سکتا ہے ـــــ جس نے حکمت ودانائی کی ساری باتیں "کتابِ حکمت" قرآنِ حکیم میں جمع فرمادی ہیں۔ امام ربّانی نے مسلمانوں کو اس "کتابِ حکمت" کی طرف متوجہ کیا اور اس کے تمام اوامر ونواہی کو بڑے دلپذیر اور حکیمانہ انداز سے بیان فرمایا کہ جو کچھ فرمایا وہ دل میں اُترتا چلا گیا ـــــ اور فکر وعمل میں ایک انقلاب آگیا ـــــ
امام ربّانی کا ایک کارنامہ یہ ہے کہ اُنھوں نے سیدھی اور سچی باتوں کو فلاسفہ کی موشگافیوں سے بچالیا اور مسلمانوں کو کسی ذہنی الجھن میں مبتلا نہ ہونے دیا ـــــ اس خصوص میں اُن کا تصوّر وحدۃ الشہود قابلِ ذکر ہے۔ تصورِ وحدۃ الوجود کی غلط تعبیرات اور غلط تصریحات نے ایک ہنگامہ برپا کردیا تھا اور اسلام کے فکری ڈھانچہ کو ہلا کر رکھ دیا تھا ـــــ امام ربّانی نے صاف اور سیدھا راستہ بتایا ـــــ اور یہ اعلان کیا کہ ایک وجود تو وہ ہے جو خود قائم ودائم ہے اور ایک وجود وہ ہے جو محتاج ہے ـــــ یعنی ایک اللہ کا وجود جو اپنی ذات سے قائم ہے اور ایک ہمارا وجود جو اس کی ذات کا محتاج ہے ـــــ بات صاف ہوگئی ـــــ دل مطمئن ہوگئے ـــــ اقبال نے اپنے شعری پیکروں میں اسی فکر کو پروان چڑھایا اور وہ مشرق ومغرب کا نقیب بنا ـــــ اگر امام ربّانی نہ ہوتے تو اقبال، اقبال نہ ہوتے۔
ـــــ امام ربّانی نے ظاہر وباطن کی صفائی پر زور دیا ہے ـــــ

Marfat.com

ظاہر کی صفائی پر تو سب زور دیتے ہیں مگر باطن کی صفائی کی کوئی خبر نہیں لیتا ــــــ پھر ظاہر کی صفائی بھی کہاں میسّر ہے؟ ــــــ اس صفائی کو پاکیزگی اور طہارت تو چھو کر بھی نہیں گذری ــــ امام ربّانی نے جس دور میں آنکھیں کھولیں اس دور میں معاشرہ ظاہر و باطن کی صفائی سے ناآشنا تھا ــــــ ایک تحریک کی ضرورت تھی ــــ ایک انقلاب کی ضرورت تھی ــــــ ایک پکار کی ضرورت تھی جو لوگوں کو چونکا دے ــــــ۔

امام ربّانی نے تزکیۂ نفس اور اخلاصِ فکر و عمل کا عَلَم بلند کیا اور معاشرہ کو ظاہر و باطن کی طہارت کا درس دیا ــــــ اُن کے فیضانِ صحبت اور فیضانِ تربیت سے گناہگاروں نے گناہوں سے توبہ کی اور ایسے پاک صاف ہو گئے جیسے کھٹی سے سونا نکل کر پاک صاف ہو جایا کرتا ہے ــــــ پھر ان تربیت یافتہ لوگوں نے ماحول کو متاثر کرنا شروع کیا اور رفتہ رفتہ ایسی تبدیلی آئی کہ ایک صدی بعد اورنگزیب عالمگیر کی صورت نظر آئی ــــ اورنگ زیب عالمگیر امام ربّانی کی تحریک تجدید و احیاءِ دینِ متین کا نقطۂ عروج تھا ــــــ۔

الغرض امام ربّانی اپنے عہد کے ایک عظیم مفکر، ایک عظیم مصلح اور ایک عظیم انقلابی تھے جنھوں نے نہ صرف اپنے ماحول کو متاثر کیا بلکہ ان کی اصلاحی تحریک کے اثرات پاک و ہند سے نکل کر افغانستان، روس، ترکی اور دیگر بلادِ اسلامیہ میں پھیل گئے اور چار صدیوں سے کچھ کم عرصہ گذر جانے کے باوجود اُنکے اثرات اب تک دیکھے جا سکتے ہیں ــــ پروفیسر عبدالباری صدیقی زید مجدہٗ نے ہم سب پر احسان فرمایا کہ مکتوبات شریف کی ضخیم مجلّدات سے امام ربّانی کے اذکار و عقائد اخذ کر کے ہمارے سامنے پیش کیے۔ مولا تعالیٰ ان کو اس کا اجرِ عظیم عطا فرمائے اور اس کتاب کو مقبول و محمود بنائے۔ آمین!!

(ڈاکٹر پروفیسر مسعود احمد)
پرنسپل گورنمنٹ کالج ٹھٹھہ سندھ

گورنمنٹ کالج ٹھٹھہ سندھ
۲ر جنوری ۱۹۸۵ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیش لفظ

الحاج حافظ حکیم محمد سعید دھلوی

دین اسلام کی صداقت و حقّانیت اور اس کی ہمہ گیری و ابدیت کا ایک بہت بڑا ثبوت یہ بھی ہے کہ اس امر کی حفاظت و تقویت کے لیے تاریخ ساز شخصیتوں کا ہمیشہ ظہور ہوتا رہا ہے۔

نبوّت کی زبان فیض ترجمان نے بھی اس حقیقت کا اعلان کر دیا ہے کہ:

"ان اللہ عزوجل یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل سنۃ من یجدّد لھا دینھا"

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سرے پر ایسے فرد کو اٹھائے گا جو اس امت کے لئے اس کے دین کو تازہ کر دے گا۔

چنانچہ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ کے ہر موڑ پر اللہ کے ایسے خاص بندے نظر آتے ہیں جنھوں نے دین و شریعت کو آمیزش، تحریف اور بدعات و خرافات سے پاک رکھنے کے لئے سیف و سناں اور زبان و قلم دونوں سے ایسی مجاہدانہ خدمات انجام دی ہیں کہ اسلامی تعلیمات ہمیشہ خالص اور بے آمیز رہیں اور روحِ شریعت کی جِلا و تازگی اور اس کی آب و تاب میں کبھی کوئی فرق نہیں آیا۔

اُمّتِ مسلمہ شمعِ مصطفوی کے اُن پروانوں اور جاں نثاروں کی ممنونِ احسان ہے جنھوں نے اپنے وقت کے اہم اور سنگین فتنوں کا سدِّ باب کیا، دین کو بدعات سے پاک کیا اور تعلیماتِ اسلام میں آمیزش و تحریف کی مذموم کوشش کا استیصال کیا۔

59511

شیخ احمد سرہندی فاروقیؒ اُمت کے اُنھیں اکابرین میں ہیں جن کے تجدیدی کارناموں سے تاریخ اسلام کے نئے دور سے نئے عہد کا آغاز ہوا

Marfat.com

اُن کی تجدیدی خدمات کی تاریخ بہت مبسوط ہے، اُنھوں نے اپنے وقت کے فکری اور اعتقادی محاذ پر ایک اولوالعزم مجاھد اور عظیم مفکر و مبلغ کی حیثیت سے جو خدمات انجام دی ہیں اُن کا احاطہ چند الفاظ میں ممکن نہیں۔ اُن کے تجدیدی اقدامات نے دین کے خلاف سر اٹھانے والے بیشمار فتنوں کا سدِّباب کیا ہے۔

اُنھوں نے اپنے عہد میں وحدت اَدیان کے اس فتنے کی بھی سرکوبی کی، جو حکومتِ وقت کی پُشت پناہی میں ایک ہمہ گیر اعتقادی، فکری اور تہذیبی ارتداد کی صورت اختیار کرتا جا رہا تھا۔ اس طرح ہندستان کی ملت اسلامیہ کو اُنھوں نے اس خطرۂ عظیم سے بچانے کی موثر اور کامیاب سعی کی۔

اُن کا اہم کارنامہ یہ بھی ہے کہ اُنھوں نے طریقت پر شریعت کی بالادستی قائم کی اور اس ریاضت و مجاھدہ کو جس کی کوئی شرعی حیثیت نہ ہو ایک فتنہ قرار دیا، اس طرح جوگ اور سنیاس کے رجحان پر ضرب لگائی۔

وحدتُ الوجود کے اس فلسفیانہ اور متصوفانہ نظریے کا پُرزور ابطال کیا جس سے متاثر ہوکر اس عہد کے علمی تجربات اپنا اسلامی مزاج کھو بیٹھے تھے۔

میرے نزدیک اُن کی تجدید کا مرکزی پہلو یہ ہے کہ اُنھوں نے نبوّتِ محمدیؐ اور اس کی ضرورت و ابدیت پر اہلِ ایمان کے دلوں میں اعتقادِ راسخ پیدا کیا۔ عملی طور پر قرآن و سُنّت کو معیارِ حقیقی تسلیم کرنے کے لئے اُنھوں نے جو انقلابی اور اصلاحی اقدامات کئے میرے خیال میں وہی اُن کی سعی تجدیدِ دین کے روشن ترین پہلو ہیں۔ اس خدمت کی بناء پر بلاشبہ وہ الف ثانی کے مجدّد ہیں، اور اُن کا وہ عظیم الشان کارنامہ جس کا ذکر سطور بالا میں کیا گیا تاریخ تجدید کے زرّیں باب کی حیثیت رکھتا ہے۔

اُن کی متعدد تصانیف کے علاوہ اُن مکاتیب کو ہمہ گیر شہرت و مقبولیت

Marfat.com

حاصل ہے جو تین ضخیم دفاتر میں ہیں۔ یہ مکتوبات اپنے عہد کی دینی، اعتقادی اور فکری تاریخ بھی ہیں اور شیخ احمد ؒ کے تجدیدی و اصلاحی افکار کا آئینہ بھی۔ ان شعلہ بداماں تحریروں سے عہد جہانگیری میں بھی انقلاب برپا ہوا اور اُن میں اثر انگیزی و ایمان آفرینی کی خصوصیات آج بھی موجود ہیں۔

محترم پروفیسر عبدالباری صاحب نے دفتر اول، دوم و سوم کے بغور مطالعے کے بعد ایمانیات، شریعت اسلامیہ کی پابندی، عقیدۂ توحید اور احتساب نفس جیسے عنوانات کے تحت حضرت مجدد الف ثانی ؒ کے افکار کو نہایت منظم صورت میں پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ اُن کی تالیف کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اخلاق و عبادات اور تزکیۂ نفس جیسے عنوانات کے ساتھ بعض ایسی اہم چیزیں بھی شامل ہیں جن کی افادیت اور اہمیت حالاتِ حاضرہ کے تناظر میں وسیع تر ہے مثلاً دو قومی نظریہ اور احکامِ الٰہی کے نفاذ میں حکمرانوں کا کردار۔

یہ کتاب جناب پروفیسر عبدالباری صاحب کے دینی جذبے، مکاتیب کے عمیق مطالعے اور ان کی تصنیفی اہلیت و صلاحیت کا ایک قابل قدر نمونہ ہے۔ توقع ہے کہ افادی خصوصیات کی بنا پر علمی و دینی حلقوں میں اس کتاب کی پذیرائی ہوگی۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حسنِ قبول عطا فرمائے اور فاضل مولّف کو ان کی اس سعیِ مستحسن کی جزائے خیر دے، آمین !!

حکیم محمد سعید

Marfat.com

مقصودِ مومن

پروفیسر عبدالباری صدیقی

اسلام تسلیم و رضا کا طالب تو ہے مگر امن و فلاح کا ضامن بھی ہے۔ وہ مشیت ایزدی کے مطابق، محض اس کی رضا کی خاطر زندگی ڈھالنے کا عہد لیتا ہے مگر اس کے ساتھ "فلاح دارین" کی برکتوں اور نعمتوں سے نوازنے کا پروانہ بھی عطا کرتا ہے۔ صرف شرط اتنی سی ہے کہ پس و پیش، شش و پنج اور حیص بیص کے بغیر، کمال ایمان و ایقان کے ساتھ، دین اسلام یا شریعت اسلامیہ کے احکام و قوانین پر پوری پوری طرح عمل کیا جائے۔

شریعت اسلامیہ پہ استقلال و استمرار کے ساتھ ایمان و ایقان کا کمال یہ ہے کہ اس کی پیروی کرنے والے خوف و دہشت، رنج و محن اور بھوک پیاس "خوف" "حزن" "جوع" سے پاک، مامون و محفوظ ہو کر سلامتی و آشتی کے ماحول میں دنیا و آخرت کی حقیقی خوشیوں سے بھرپور زندگی بسر کرتے ہیں۔

شریعت اسلامیہ کی کیمیا اثر نوعیت، اس کی لغوی و معنوی ہیئت سے بھی واضح ہے۔ لسان العرب اور تاج العروس سے پتہ چلتا ہے کہ شَرْعٌ، مَشْرَعَۃٌ یا شَرِیعَۃٌ اس گھاٹ اور پنگھٹ کو کہتے ہیں جو سمندر یا دریا کے کنارے ایسی کھلی، نمایاں جگہ واقع ہو جہاں پیاسے جانور ہر وقت بلا روک ٹوک اور بے خوف خطر پہنچ سکتے ہیں ___ یا پھر ___ کھلے علاقے میں رواں دواں چشمے کے صاف شفاف، نتھرے ستھرے اور لطیف شیریں ___ امرت اثر ___ آبِ زُلال کو کہتے ہیں۔

ان لغوی و معنوی مفہوم سے اشارہ ہے اس حقیقت کی طرف کہ شریعت اسلامیہ کا

Marfat.com

دامن سمندر، دریا، چشمے کے گھاٹ یا پنگھٹ کی طرح امن و سلامتی اور فلاح و شادمانی کی برکتوں سے سیراب کرنے کے لئے ہر فرد اور ہر قوم کے لئے ہمہ دم وا رہتا ہے اور پھر بھی اس کی وسعت میں ذرا سی بھی کمی نہیں آتی ____ اور پاکیزہ، رواں دواں، امرت اثر آبِ زلال کی طرح جسموں کو صحت و توانائی، دلوں کو فرحت و تقویت اور دماغوں کو جلا و بالیدگی عطا کرتی ہے۔

فقہی اصطلاح میں شریعہ یا شِرعہ دین اسلام کے اس ضابطۂ حیات یا راہ ہدایت کو کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے جس پر چلنے، گامزن ہونے اور قائم رہنے کا حکم اپنے بندوں کو دیا ہے۔ امام راغب اور ابن اثیر ثابت کرتے ہیں کہ فلاح دارین اسی شریعت کا ثمرہ ہیں، جسے اپنا کر دین و دنیا دونوں سنور جاتی ہیں۔ جرجانی کے مطابق شریعت سیدھے کھلے اور واضح راستے ____ "دین مبین" ____ کو کہتے ہیں۔ اس کے معنی بیّن اظہار و بیان کے بھی ہیں۔ اس لحاظ سے شریعت اس واضح راہ ہدایت ____ "صراط مستقیم" کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ترین رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے عالم انسانیت کی رہنمائی کے لئے متعین فرمادیا ____ شَرَعَ اللّٰہُ کَذَا ____ قادرِ مطلق نے اپنے احکام کے ذریعہ ____ اپنے محبوب کے اقوال و معمولات کی روشنی میں ____ اس کی پوری پوری وضاحت فرمادی تاکہ شکوک و شبہات، تردد و ہچکچاہٹ کے بغیر انتہائی اعتماد و یقین کے ساتھ اسے اپنا کر امن و سلامتی کی نعمتوں سے فیضیاب ہوتی رہے۔ ____ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یہ شریعت اسلامیہ ایک جامع دستور، آئین اور ضابطۂ حیات کی حیثیت سے اپنی الہامی کتاب ____ اَلْکِتَاب ____ کی شکل میں اپنے محبوب ترین، برگزیدہ ترین رسول ____ سید المرسلین ____ امام الاوّلین والآخرین ____ خاتم النبیّین ____ رحمت اللعالمین ____ حضرت محمد مصطفیٰ ____ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی ____ اسی کو اَلْقُرْآن ____ اَلْفُرْقَان ____ اَلذِّکْر ____ بھی کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے احکامِ قرآنی اور آپ کی سنت مبارکہ کے مجموعے کا نام شریعت اسلامیہ ہے،

Marfat.com

ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر آن، نئی شان سے اپنے مثالی، نورانی "اسوۂ حسنہ" کا مظاہرہ فرماتے ہوئے جسے عالم انسانیت سے متعارف فرمایا اور تا دم وصال یہی وصیت فرماتے ہوئے ہے کہ:-

دیکھو! یہی ہے میری سنت، یہی ہے راہ ہدایت جسے اپنا کر،
جس پر گامزن ہو کر فلاح ونجات کی منزل تک رسائی ہو سکتی ہے۔

حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ہٹ کر کسی اور طریقے پر چلنے کی جسارت کی، وہ کبھی بھی فلاح ونجات کی منزل کا سراغ نہیں پا سکتا ؎

خلاف پیمبر کسے رہ گزید   کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

اسی لئے علامہ اقبال تلقین فرماتے ہیں ؎

مقام خویش اگر خواہی دریں دہر   بحق دل بند، راہ مصطفیٰؐ رو

اور اسی بنا پر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ شریعت اسلامیہ کو شریعت محمدی قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"شریعت محمدی ہی دین وعقبیٰ کی ضامن ہے"۔ (مکتوب ۳۶، دفتر اول)

شریعت محمدی کے مطابق اللہ اور اس کے محبوبؐ پر ایمان ایک دوسرے کا لازمہ اور تکملہ ہے۔ مرد مومن اسی ایمان کے طفیل میں اخلاص وتقویٰ کی برکتوں سے فیض یاب ہوتا ہے۔ فرمان ایزدی ہے کہ:

① اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ (حدید-۷)	اللہ اور اس کے رسول پر ایمان قائم رکھو۔
② يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (نساء-۱۳۶)	ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول پر ایمان برقرار رکھو۔
③ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ۔ (حدید-۲۸)	ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس کے رسول پر ایمان برقرار رکھو۔

مرد مومن کی شان یہی ہے کہ وہ قلب وقالب سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ پر

Marfat.com

ایمان لانے ہوئے ان کی اطاعت کو اپنا شعار بنا لیتا ہے وہ اپنے تنازعات وقضایا چکانے کے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ہی کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اسے ہر وقت یہی خیال لگا رہتا ہے کہ کہیں آپ کے کسی حکم کی خلاف ورزی سرزد نہ ہو جائے اور اس پاداش میں اس کی ساری نیکیاں یوں خاک میں نہ مل جائیں۔ اسی لئے حکم قرآنی یہی ہے کہ:

① یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ۔ (نسآء۔۵۹)	اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔
② وَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ۔ (نسآء۔۵۹)	اور اگر کسی معاملے میں تنازعہ اٹھ کھڑا ہو تو پھر اللہ اور اسکے رسول ہی کیطرف رجوع ہو جاؤ۔

③ یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَکُمْ (محمد ۳۳) اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو ضائع ہونے نہ دو۔

ایسے ہی مرد مومن کو جنت کی بشارت دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

وَذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ۔ (نسآء۔۱۳) اور یہی تو ہے "فوز عظیم"۔ انتہائی شاندار کامیابی۔

اور اسی "فوز عظیم" کی خوشی میں اللہ تعالیٰ مرد مومن کے لئے اپنے نبیوں، صدیقوں، اور شہیدوں کی معیت اور رفاقت کے انعام سے نوازتے ہوئے اعلان فرماتا ہے:

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ۔ (نسآء۔۶۹) اور جو بھی اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرے گا وہی ان لوگوں میں شامل ہو جائیں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے۔

وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا۔ (نساء۔۶۹) اور یہ لوگ تو کیسے اچھے برگزیدہ رفیق ہیں!

ان آیتوں میں اطاعت رسول کو اطاعت حق کے تابع قرار دیا گیا ہے لیکن اسی سے یہ حقیقت بھی عیاں ہو جاتی ہے کہ محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے "اسوۂ حسنہ" پر چل کر ہی اطاعت حق کے تقاضوں کو پورا کرنا ممکن ہے سورۂ مائدہ کے اس اعلامیہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

Marfat.com

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا۔ (مائدہ۔ ۴۸)

تم میں سے ہر ایک کیلئے متعین کر دی ہے واضح شریعت اور منہاج ۔ راہ ہدایت

خضری کے مطابق اس آیت کی توضیح میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "شرعۃ" سے مراد شریعتِ اسلامیہ کے قرآنی ۔ اساسی ۔ بنیادی احکام ہیں اور "منہاج" سے مراد محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق واضح ۔ "صراط مستقیم" ۔ راہ ہدایت یا آپ کا "اسوۂ حسنہ" ہے ۔ سورۂ شوریٰ اور سورۂ زخرف میں اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کی یوں نشان دہی فرما دی ہے کہ :

آپ ہی کا راستہ ـــــ "صراط مستقیم" ـــــ سیدھا راستہ اور بس یہی راستہ ـــــ "صراط اللہ" ـــــ اللہ کا راستہ ہے ۔

اور سورۂ نساء کی اس آیت کے مطابق آپ کی اطاعت عین اطاعت حق ہے :

وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ (نساء۔ ۸۰)

اور جس نے رسول کی اطاعت کی، درحقیقت اس نے اللہ کی اطاعت کی ۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تصریح کرتے ہیں :

"رسول کو چھوڑ کر کسی غیر کی اطاعت سے خدائے عزوجل کی اطاعت متصور نہیں ہو سکتی ۔ اس لئے اللہ سبحانہٗ نے اپنے قول فیصل کو حتمی قرار دینے کے لئے ـــــ کلمۂ "قد" شامل کیا ہے تاکہ کوئی بوالہوس ان دونوں کی اطاعت کے مابین کسی بھی طرح کا فرق قائم رکھنے کی جسارت نہ کر سکے ۔" (مکتوب ۱۵۲، دفتر اوّل)

اس آیت کے مطابق مشیت حق یہی ہے اور اس کی رضا اسی میں ہے کہ مرد مومن محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالے ۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں !

"کمال متابعت فرع کمال محبت است بآں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام ـــــ آنسرور علیہ الصلوٰۃ کی محبت میں ڈوبے بغیر

Marfat.com

کمالِ متابعت کا تصور ہی ممکن نہیں ۔ اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ هَوَاهُ مُطِیْعٌ، عاشق وہی ہے جو ہر حال میں اپنے محبوب کا مطیع و فرمانبردار رہے ۔ اس کی پہچان یہی ہے کہ آپ کا عاشق آپ کے دشمنوں سے "کمال بغض" کا اظہار کرتا اور شریعت کے مخالفوں کو اپنا دشمن سمجھتا ہے ۔ عاشق تو اپنے محبوب کا دیوانہ، والہ و شیدا ہوتا ہے ۔ وہ کسی بھی عذر کے بہانے آپ کے مخالفوں سے ربط ضبط نہیں رکھتا ۔ تا بہ مخالفت کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔" (مکتوب ۱۶۵، دفتر اول)

سورہ توبہ اور سورہ مجادلہ کے مطابق وہ کسی حال میں بھی آپ کے مخالفین سے دوستی نہیں کرتا، وہ اپنی جان و مال کو ہر وقت آپ کی راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار رہتا ہے ۔ ماں باپ، آل اولاد، بھائی بہن، مال ومنال ——— سب کچھ آپ کی محبت کے سامنے ہیچ ہیں ۔ وہ صرف اور صرف اس کلیہ پر عمل کرتا ہے کہ اس کی آبرو محض آپ کے نام پر قائم ہے ؎

در دلِ مسلم مقامِ مصطفیٰ ؐ ست ۔۔۔ آبروئے ما ز نام مصطفیٰ ؐ ست

یہی عشقِ مصطفیٰ ؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام مردِ مومن کا "مرشدِ اولین" ہے ۔ آپ سے والہانہ محبت نہ ہو تو پھر "شرعِ دین" کی الوہی و الہامی حیثیت یکسر ختم ہو کر رہ جاتی ہے ؎

عقل و دل و نگاہ کا مرشدِ اولیں ہے عشق ۔۔۔ عشق نہ ہو تو شرع و دیں بتکدۂ تصورات

عشق دمِ جبرئیل، عشق دلِ مصطفیٰ ؐ ۔۔۔ عشق خدا کا رسول، عشق خدا کا کلام

اسی عشقِ مصطفوی کو اللہ تعالیٰ اپنی مشیّت قرار دیتے ہوئے اپنے محبوب کو ہدایت فرماتا ہے :

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران ۔ ۳۱)

اے رسول واضح فرما دیجئے کہ اللہ سے محبت رکھنا چاہتے ہو تو پھر میری اتباع کرو، اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا ۔

صلحنامہ حدیبیہ سے قبل شہادتِ عثمانؓ کی افواہ سنتے ہی دینی حمیت و غیرت سے

سرشار اصحاب کرامؓ نے "بیعت رضوان" کی خاطر آپ کے دست اقدس پر جس والہانہ انداز میں بیعت کی اس سے خوش ہو کر اللہ تعالیٰ اعلان فرماتا ہے :

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ۔ (فتح - ۱۰) جن لوگوں نے آپ سے بیعت کی، بلاشبہ انھوں نے اللہ سے بیعت کی۔ اللہ کا ہاتھ انکے ہاتھوں پر ہے۔

ان آیتوں سے واضح ہو جاتا ہے کہ رضائے مصطفےٰ عین رضائے حق ہے۔ عشق مصطفوی کے طفیل ہی اللہ تعالیٰ اور اصحاب کرامؓ کے مابین مشیت و رضا کا یہ واسطہ یک طرفہ نہیں ــــ سورہ توبہ اور سورہ مجادلہ میں اس باہمی واسطے کا اعلان اسطرح ہوا ہے :

رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (توبہ ۱۰۰، مجادلہ ۲۲) اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے۔

حضرت الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

"یہ مقامِ رضا انتہائی نادر مقام ہے۔ آپ کے طفیل ہی اصحاب کرامؓ کو یہ مقام پہلے ہی قدم میں حاصل ہو گیا تھا۔" (مکتوب ۳۲، دفتر اول)

تحویل قبلہ اور میدان بدر میں نصرت ایزدی اسی رضائے مصطفوی کی کارفرمائی ہے۔ قرآنی اعلامیہ ــــ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ رَمٰی، اسی شانِ مصطفوی کا کرشمہ ہے، گویا میدان بدر میں آپ تیر نہیں چلا رہے تھے، خود قادرِ مطلق انھیں چلا رہا تھا ؎

عزمِ او خلاقِ تقدیرِ حق است | روزِ ہیجا تیرِ او، تیرِ حق است

تسلیم و رضا کے اسی رشتۂ وارفتگی کا مظاہرہ تھا کہ آپ کے انگشت مبارک کے ایک اشارے سے چاند دو نیم ہو جاتا ہے۔ مردِ مومن یا بندۂ مومن بھی کمال اتباعِ مصطفوی کے طفیل اسی "مقامِ تسلیم و رضا" پر فائز ہو سکتا ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر ہی "تدبیر و تقدیر" ہم عنانیٔ کے ساتھ اسکے تابع بن جاتی ہیں۔ حکیم الامت علامہ اقبال اسی حقیقت کو یوں واضح فرماتے ہیں : ؎

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ | غالب و کار آفریں، کارکشا، کارساز
خاکی و نوری نہاد، بندۂ مولا صفات | ہر دو جہاں سے غنی، اس کا دلِ بے نیاز
عقل کی منزل ہے وہ، عشق کا حاصل ہے وہ | حلقۂ آفاق میں گرمیٔ محفل ہے وہ

Marfat.com

یہی عشق مصطفوی "بندۂ مومن" کو مستی کردار، فقر غیور اور جرأتِ رندانہ کے جوہر عطا کر کے دنیا جہان کی توانائیوں کا سرچشمہ بنا دیتی ہے۔ اسی عشق و مستی کی کارفرمائی تھی کہ بحرِ ظلمات کی موجیں اس کے اشاروں پر چلنے لگیں۔ یہ اسی کا کرشمہ تھا کہ صحرا و کوہسار، بحر و بر اور مہ و پرویں اس کے غلام بن گئے ؎

ہر کہ عشق مصطفیٰ ساماں اوست | بحر و بر در گوشۂ داماں اوست
شیشہ اگر بہ سنگ زد، ایں چہ مقام گفتگو! | عشق بدوش می کشد این ہمہ کوہسار را
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا | سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

وہ مومنانہ فراست سے اسلام دشمن قوتوں کو زیر و مسخر کرتا ہے۔ مکر و ریا، فریب و دغا پہ مبنی روباہی حکمت عملی کو شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف سمجھتا ہے۔ وہ تو اپنے مولا و آقا کا دامن تھام کر نصرتِ الٰہی اور مومنانہ فراست سے اسلام دشمن قوتوں کو بے دست و پا بنا دیتا ہے ؎

بے جرأتِ رندانہ ہر عشق ہے روباہی | بازو ہے قوی جس کا وہ عشق یداللٰہی
وہی ہے بندۂ حُر جس کی ضرب ہے کاری | نہ وہ کہ حرب ہے جس کی تمام عیاری

اسی کی نورانی تجلیوں سے قوت و عبقریت حاصل کر کے وہ دشمن پر غالب و قاہر رہتا ہے۔ دل و دماغ ان تجلیوں سے منور نہ ہوں تو پھر مسلمان، مسلمان نہیں رہتا، بولہبی اختیار کر کے کافر بن جاتا ہے ؎

طبع مسلم از محبت قاہر است | مسلم از عاشق نہ باشد کافر است
مومن از عزم و توکل قاہر است | گر نہ دارد ایں دو جوہر کافر است
بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے | مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

یہی عشق بندۂ مومن کو کارزارِ حیات میں عمل پیہم، جہدِ مسلسل یا اپنی بقاد ترقی کے لئے ہمہ دم جہاد میں مصروف رکھتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ جذبۂ جہاد سرد پڑتے ہی، مفلوج و معطل ہو کر اپنی موت آپ مر جائے گا۔ اس لئے وہ اپنی حیات و بقا کے لئے سعی و تدبیر میں ہر وقت متحرک و منہمک رہتا ہے ؎

مردِ خدا کا عمل عشق سے صاحبِ فروغ | عشق ہے اصلِ حیات، موت ہے اس پر حرام

Marfat.com

وہ اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ کائنات کی ہر شے کی طرح وہ بھی اپنے خالق کی قدرت و صناعی کا مظہر ہے۔ اس لئے قادر مختار سے وابستگی ہی کو وہ اپنی فلاح و نجات کا ذریعہ سمجھتے ہوئے اسی کی خاطر ہر آن سرگرداں رہتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے ملت مسلمہ کو جمود و تعطل سے نکالنے، ان کی غربت و زبوں حالی اور تنازع للبقا کی دوڑ میں پوری رفتار سے متحرک رہنے بلکہ اغیار پر سبقت حاصل کرنے کے لئے "وحدت الشہود" کے عقیدے سے جذب و طلب اور سعی و تدبیر کا ولولہ پیدا کیا۔ آپ نے انتہائی نازک بحرانی دور میں ملت مسلمہ کی صحیح رہنمائی کرتے ہوئے واضح فرمادیا کہ کائنات کی دیگر مخلوقات و موجودات کے ساتھ ہمارا وجود بھی اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے۔ اس لئے اپنی بقا، ترقی اور مسابقت کے لیے، اپنے منفرد تشخص کی خاطر مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ خالق کائنات سے وابستہ رہتے ہوئے اس کے الہامی احکام کی پابندی میں مسلسل سرگرم رہیں۔

حضرت امام ربانی، مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

یہ کائنات ہماری نظروں کے سامنے تو ہے۔ ہمارے تصور میں، ہمارے مشاہدے میں تو آتی ہے مگر اس کا خود اپنا کوئی وجود نہیں۔ یہ تو خالق کائنات کے کرشمۂ قدرت کا مظہر ہے کہ کسی لمحہ ہمارے مشاہدے، تصور اور شعور سے غائب و زائل نہیں ہوتی۔ مگر حقیقت یہی ہے کہ آئینے کے عکس کی طرح یہ بے وجود ہے، اللہ تعالیٰ کی قدرت و مشیت سے ہمیں ہر وقت اور ہمیشہ نظر آتی ہے مگر یہ خود اور اس کی ہر شے فانی و حادث ہے۔ حضرت امام ربانیؒ نے اس تصوراتی مظاہرے و مشاہدے کو "نمود و بے نمود" سے تعبیر کیا ہے۔ "شعلۂ جوالہ" کی تمثیل سے آپ نے اس موقف کی معقول و ناقابلِ تردید وضاحت پیش کی ہے۔

جس طرح شعلۂ جوالہ نظر تو آتا ہے مگر اس کا وجود تصوراتی و خیالی ہے شعلۂ جوالہ کا اپنا کوئی وجود نہیں، اصل وجود تو اس شعلے کا ہے جس کی لہریں منعکس و منعطف ہو کر حلقہ یا ہالہ بناتی ہیں اور وہ بھی اسی وقت جب کوئی قوتِ محرکہ مثلاً کسی کا ہاتھ برابر انتہائی تیز رفتاری سے اُسے گھماتا رہے۔

ہمہ از وہم تست ایں صورتِ غیر کہ نقطہ دائرہ است از سرعتِ غیر

مکتوب ۹۸۔ دفتر دوم، مکتوب ۵۸، دفتر س۔ مکتوب ۸۹، دفتر سوم۔

Marfat.com

حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہٗ نے شعلۂ جوّالہ کی تمثیل سے قدرتِ کاملہ کی صناعی، کاریگری، کرشمہ سازی اور کارسازی کا نقشہ انتہائی مؤثر و لطیف انداز میں پیش کیا ہے۔ انتہائی برق رفتاری سے گردش کی وجہ سے شعلۂ جوّالہ کا وجود مشاہدے میں ثابت و قائم رہتا ہے ـــــ مگر اپنے وجود کے لئے یہ اپنے مخرج اور "دستِ غیر" کی مسلسل حرکت کا محتاج ہے۔

بالکل اسی طرح ساری کائنات اور اس کی مخلوقات و موجودات اپنے خلّاق کی مشیت پر کسی خارجی رکاوٹ و مزاحمت کے بغیر انتہائی سرعت سے مسلسل حرکت میں ہیں اور اپنے محور سے وابستہ رہتے ہوئے اپنی اپنی جگہ پر قائم بھی ہیں۔ انسان بھی اسی کائنات کا حصہ ہے اور اشرف المخلوقات کہلاتا ہے۔ اس لئے اسے بھی اپنی حیثیت، صلاحیت اور استعداد کے مطابق اپنے مقام پہ قائم رہتے ہوئے اسی رفتار سے فعال و متحرک رہنا ہے۔ اور اسی پہ اس کے وجود، اس کی بقا اور اس کی زندگی کا دارومدار ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صاحبِ لولاک ہیں اور صاحبِ قابَ قوسین بھی۔ آپ خلاصۂ کائنات ہی نہیں، وجہ و غایت کائنات بھی ہیں۔ اس لئے ملت مسلمہ آپ کا دامن انتہائی محبت و عقیدت سے تھام کر آپ کی منہاجِ ہدایت پر کمال ایمان و ایقان کے ساتھ جمی رہے تو پھر نہ صرف اس نظام کائنات کی برق رفتار دوڑ میں اغیار پہ سبقت حاصل کر سکتی ہے بلکہ اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں عزم راسخ کے ساتھ اسی طرح پیہم سرگرم جہاد رہے تو پھر ساری کائنات کو مسخر کر کے اس کے تمام ذرائع و ذخائر کی مالک بھی بن سکتی ہے ؎

جب سے سوزِ سعیِ پیہم نے جلایا ہے مجھے
آ پڑے لعل و گہر کے ڈھیر میرے سامنے

حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہٗ کی تحریک تجدیدیت کا نصب العین یہی ہے کہ

عشقِ مصطفوی کی تجلیات سے دلوں کو اس حد تک جلا حاصل ہو جائے کہ مسلمان "بولہبی" طریقوں اور رسموں کو چھوڑ کر صرف شریعت مصطفوی کو اپنا مقصودِ حیات بنالیں۔ بارگاہِ ایزدی میں آپ نے دعا مانگی تو یہی :

"اللہ تعالیٰ ہم سب کو شریعت محمدیہ پر ثابت قدم رکھے۔ کیونکہ یہی مقصودِ حیات ہے اور اسی کی اتباع پہ سعادت دارین موقوف ہے"۔ (مکتوب ۲۳، دفتر اول)۔

ہر دور میں ـــــ امام ربانی کے دور اکبری وجہانگیری میں ـــــ اور اب بھی دور حاضر میں ـــــ ہمیشہ بولہبی قوتیں عاشقان مصطفوی کے ملی تشخص کو مٹانے میں سرگرداں رہیں ـــــ اس وقت بھی روباہ صفت دشمنان اسلام عیاری و مکاری کے حربوں سے لیس ہو کر کھلے عام دندناتے پھر رہے ہیں ؎

ستیزہ کار رہا ہے جہاں میں تا امروز چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

اس لئے امام ربانی قدس اللہ سرہٗ کا ـــــ مومنانہ فراست پر مبنی ـــــ یہ کلیہ اب بھی برحق ہے اور اسی پر عمل کر کے ملت مسلمہ اپنی نظریاتی و ارضی سرحدوں کو ناقابلِ تسخیر بنا سکتی ہے اور وہ کلیہ ہے ـــــ کفر، اہل کفر اور رواسم کفر سے بریت کا عہد صمیم ـــــ اور ـــــ دامن مصطفوی سے عشق وجنوں کی حد تک وابستگی ـــــ اسی سبق کا اعادہ کرتے ہوئے حکیم الامت علامہ اقبال فرماتے ہیں ؎

یہ نکتہ پہلے سکھایا گیا کس امت کو وصال مصطفوی، فراقِ بولہبی

مسلمانان عالم کو اپنا محاسبہ کرنا چاہیئے کہ آیا وہ اس کلیہ کو یکسر فراموش کر چکے ہیں؟ اگر نہیں تو پھر اس پر کس حد تک عمل پیرا ہیں؟ اسی محاسبہ پہ انکی زبوں حالی کا درمان مضمر ہے ـــــ تشخیص کے بعد ہی مرض کا علاج ممکن ہے۔ اسی پہ ان کی بقا، ان کی سلامتی منحصر ہے ؎

صورتِ شمشیر ہے دستِ قضا میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب

Marfat.com

اور اس زبوں حالی کا واحد مُدا وا یہی ہے کہ شریعتِ محمدی کو حرزِ ایمان بنا کر دینِ متین سے سرِمُو تک کبھی انحراف کی جسارت نہ کی جائے۔ اسی سے استقلال و استحکام حاصل کر کے بولہبی سازشوں کا توڑ کیا جا سکتا ہے ۔

دیں مسلکِ زندگی کی تقویم — دیں سرّ محمد و براہیمؑ

اس لئے :- دل در سخنِ محمدی بند — اے پورِ علی ز بو علی چند

عالمِ انسانیت کو بھی استحصالی قوتوں کے "پائے کوب" سے بچنے کے لئے ایک ایسے ہی دستورِ حیات کی تلاش ہے جو اسے عالمگیر جوہری جنگ کے مہلک خطروں سے نکال کر امن و سکون کا گہوارہ بنا دے ۔

آدم کو ثبات کی طلب ہے — دستورِ حیات کی طلب ہے

شریعتِ محمدی ہی عالمِ انسانیت کے لئے ایسا ہی منفرد دستورِ حیات ہے، جو اسے امن و سلامتی اور فلاح و شادمانی کی ضمانت دے سکتا ہے شریعتِ محمدی کی اساس قرآن حکیم ہے اور قرآن حکیم ہی ایک ایسی آئینی کتاب ہے —— ایک ایسا ہی تحریری دستورِ حیات ہے —— جس پر عمل سے، جس کی پابندی سے نہ صرف ہر فردِ بشر کی زندگی میں بلکہ قوموں کے شعور میں انقلاب برپا ہو جاتا ہے —— منفی سوچوں کی یلغار ختم ہو جاتی ہے —— ہوا و ہوس سے دل متنفر ہو جاتے ہیں —— فتنہ و فساد، قتل و غارت گری پہ دماغ مائل نہیں ہوتے۔ اس لئے نیکیوں پر عمل کرنے، نیکیاں پھیلانے کی لگن سے دل و دماغ کے دھارے امن و سکون کے ساحل کی طرف رواں ہو جاتے ہیں —— علامہ اقبال فرماتے ہیں —— میرے دل و دماغ میں جو راز عرصے سے چھپا رہا اسے فاش کر رہا ہوں اور وہ یہ ہے کہ قرآن حکیم محض ایک کتاب ہی نہیں —— یہ تو روح میں سرایت ہو جانے والی صدائے برحق ہے جو دل و دماغ اور عقل و شعور کو یکسر بدل کر رکھ دیتی ہے —— پھر تو یہ دنیا بھی ایک نئی دنیا، بالکل بدلی ہوئی دنیا —— عالمِ انسانیت کے لئے امن و اماں کی جنت —— بن جاتی ہے ۔

Marfat.com

ناش گویم انچہ در دل مضمر است ۔ ۔ ۔ ایں کتابے نیست چیزے دیگر است
چوں بجاں در رفت، جاں دیگر شود ۔ ۔ ۔ جاں چوں دیگر شد، جہاں دیگر شود

یہی وجہ ہے کہ عالمِ اسلام نے جب کبھی اس الوہی ؍ الہامی دستورِ حیات کو فراموش کرتے ہوئے شرِ بعث محمدی سے منحرف ہونے کی جسارت کی، وہ انتشار و اختلال کے بھنور میں پھنس کر ذلت و نکبت کا نمونہ بن گیا ـــــ خلافت اسلامیہ کی مرکزیت ختم ہو کر رہ گئی ـــ بغداد ـــ پھر ـــ قرطبہ ـــ اور پھر ـــ قاہرہ ـــ تین تین مرکز محور بن گئے ـــ اعدا کی بن آئی ـــ اغیار کی متحدہ قوتوں کی دیرینہ آرزو بن آئی ـــ اندلس میں مسلمانوں کا قتل عام اور وہاں سے انتہائی کس مپرسی میں ان کا اخراج ـــــ سقوط بغداد کا خونیں المیہ ـــــ صلیبی درندوں کی ارضِ فلسطین، مصر و شام پر یلغار اور وحشیانہ تاخت و تاراج ـــــ بلقانی و یونانی علاقوں سے عثمانی ترکوں کی صفائی ـــــ اور ـــــ برصغیر میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی، پھر ۱۹۴۷ء میں تحریک پاکستان میں سرگرم عمل ہونے کی پاداش میں بے گناہ مسلمانوں کو روندنے کی خونچکاں داستان ـــــ ان روح فرسا المیوں کی گونج اب بھی مسلمانانِ عالم کے دلوں پہ چرکے لگا رہی ہے ؎

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے ۔ ۔ ۔ کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

پھر قیام پاکستان سے قبل جنگ عظیم اول (۱۹۱۴ء - ۱۹۱۸ء) اور جنگ عظیم دوم (۱۹۳۵ء - ۱۹۴۶ء) کے درمیانی عرصے اور اس کے مابعد عالم اسلام کی رہی سہی مرکزیت ختم ہو چکی تھی ۔ ایشیا و افریقہ میں اتحادی طاقتوں کی تولیت میں چھوٹی چھوٹی اسلامی مملکتیں قائم ہو گئیں فلسطین سے مسلمانوں کو بیدخل کر کے صیہونی ریاست کا قیام (مئی ۱۹۴۸ء) بھی اسی دور کی مغربی سیاست کا کرشمہ ہے ۔

ان تباہ کن سانحوں اور المیوں کے باوجود عالم اسلام اپنی خفتہ صلاحیتوں

Marfat.com

اور قولوں کی بدولت بدستور عالمی نقشے پر قائم و دائم ہے۔ وہ اپنے شاندار ماضی سے بصیرت و فراست کی ایمان افروز روشنی لے کر اپنی از سرِ نو تنظیم میں مصروف عمل ہے اور استحکام و استقلال کی شاہراہ پہ گامزن ہو کر اپنے تاباں و درخشاں مستقبل کی طرف تیزی سے قدم بڑھا رہا ہے۔ عالمی کانفرنس کی تنظیم ۱۹۶۹ء میں اپنی تشکیل کے بعد سے فعال، مؤثر اور متحرک قوت بنانے میں تاریخ ساز کردار ادا کر رہی ہے۔

عالم اسلام کے اس منتشر شیرازے کو سمیٹنے کے لئے ہمیشہ ——— سقوط بغداد سے بہت پہلے اور بعد ازاں ——— ہر دور میں علمائے دیندار اور اولیائے مقربین مسلسل مصروفِ جہاد رہے ہے۔ انھوں نے عالم اسلام کو شریعت کی تعمیل و امتثال کی راہِ نجات دکھانے اور اس پر چلنے کی دعوت دینے میں کبھی بھی، کسی موڑ پر بھی، کسی بھی رکاوٹ یا مخالف کی پرواہ نہ کی بلکہ اپنی ساری زندگی اسلام کی راہ میں اس مقدس فریضے کے لئے وقف کر دی۔

ان کی نگرانی، سرپرستی اور رہنمائی میں مدارس، مساجد اور ان سے ملحقہ دار الافتا تدوین و نفاذ شریعت کے فانوس بن کر اُمت مسلمہ کی رہنمائی کرتے رہے۔ ارباب اختیار و اقتدار نے بھی ان کی خدمات سے فیض حاصل کیا۔ برصغیر پاک و ہند کے مشہور فرماں روا فیروز تغلق کے عہد (۱۳۵۱ء-۱۳۸۸ء) میں ناظم بہار تتارخاں کی ایما پر مشہور فقیہہ مولانا عالم بن علا نے چار ضخیم جلدوں پر مشتمل "فتاویٰ تتاریہ" کے نام سے شرعی فیصلوں اور فتووں کی ترتیب و تدوین کر کے عالم اسلام کی گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہٗ کی تحریک تجدیدیت درحقیقت نفاذِ اسلام، تدوینِ شریعت اور تجدید سنت کی تحریک تھی ——— آپ کے مکتوبات نے جیسے عوام و خواص حتیٰ کہ اربابِ اختیار میں بھی مقبول عام بنا دیا۔ اس لئے آپ کی زندگی ہی میں ہر سطح پر نفاذ اسلام کا عمل شروع ہو چکا تھا۔

Marfat.com

شہنشاہ جہانگیر (۱۶۰۵ء-۱۶۲۰ء) اور شاہجہاں (۱۶۲۸ء-۱۶۵۶ء) کے عہد میں اس نیک کام میں نمایاں پیش رفت ہوئی مگر اورنگ زیب عالمگیر (۱۶۵۸ء-۱۷۰۷ء) نے اس مقدس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ اس نے تنفیذی اداروں، قاضیوں اور مفتیوں کی رہنمائی کے لئے ایک جامع قانونِ شریعت کی تدوین پر سب سے زیادہ توجہ دی۔ پانچ جید، متبحر، دین دار ائمہ علما و فقہا پر مشتمل ایک مجلس مؤلفین قائم ہوئی۔ قدوۃ العلما شیخ نظام برہان پوری اس مجلس کے صدر اور قاضی محمد حسین جونپوری، مولانا محمد اکرام لاہوری، سید جلال الدین محمد مچھلی شہری اور شیخ محمد وجیہ الدین گوپاموی ان کے معاون مقرر ہوئے۔ لکھنؤ، دہلی، الہ آباد، ٹھٹھہ، لاہور اور بہار سے اس نیک کام میں معاونت کے لئے تقریباً پچاس علما کی خدمات حاصل کی گئیں۔ ان سب نے آٹھ سال کی کد و کاوش، تحقیق و تدقیق کے بعد ایک مستند، مبسوط، واضح اور ضخیم کتاب شریعت تیار کی جسے ہدایہ کے بعد مستند سمجھا جاتا ہے۔ اسلامی شریعت پر اس سے مفصل کوئی اور کتاب ابھی تک موجود نہیں۔ تاریخ میں اسے "فتاویٰ عالمگیریہ" یا "فتاویٰ ہندیہ" کے نام سے سندِ قبولیت حاصل ہوئی۔

اسی کے بعد ترکی میں بھی دولت عثمانیہ کی سرپرستی میں شریعت اسلامیہ کی تنفیذ کے لئے مجلس علمائے قانون (۱۸۶۹ء-۱۸۷۶ء) نے ایک ایسی رہنما کتاب "المجلۃ الاحکام العدلیہ" کے نام سے مدون کی جو تاریخ میں المجلہ کے نام سے مشہور رہی۔ عالم اسلام میں قانونِ شریعت پر اسے بھی ایک مستند اور جامع کتاب تسلیم کیا جاتا ہے۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد برصغیر میں ملت مسلمہ کے تشخص کو مٹانے کی در پے، اغیار کی متحدہ قوتیں صرف اس لئے ناکام رہیں کہ دیندار، حق پرست علما و مشائخ چراغ مصطفوی کو روشن رکھنے کے لئے سینہ سپر ہو گئے۔ انھوں نے لعن طعن، سب شتم کی پرواہ کئے بغیر قرار داد پاکستان

۱۹۴۰ء کو عملی شکل، حقیقی روپ دینے کے لئے بابائے قوم قائدِ اعظمؒ کا ساتھ دیا۔ آخرکار ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کی مبارک ساعتوں میں عالمی افق پر پائندہ و تابندہ رہنے کے لئے پاکستان قائم تو ہو گیا مگر اسوۂ مصطفوی کی حکمرانی اس مملکت خداداد میں قائم نہ ہو سکی۔

پھر بھی یہ غیور دین دار ہستیاں ناامید نہیں ہوئیں۔ یہ ان کی مساعی جمیلہ کا ثمرہ ہے کہ قراردادِ مقاصد (مارچ ۱۹۴۹ء) اور علمائے کرام کے متفقہ ۲۲ نکات (جنوری ۱۹۵۲ء) اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کا آئینی حصہ بن گئے۔ ۱۹۷۷ء کی تحریک نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نتیجے میں تدوین و نفاذ شریعت کی راہ میں قابلِ تحسین، مؤثر پیش رفت ہوئی ہے اس لئے یہ بات یقینی نظر آتی ہے کہ پاکستان جو اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا، وہ اسلام کے نام پر قائم رہے گا۔ وہ دن دور نہیں جب یہ نظریاتی مملکت۔ پاکستان — اسلامی معاشرے کی تشکیل اور نظامِ مصطفوی کے عملی نفاذ سے عالمِ اسلام کے لئے قابلِ رشک، باعثِ تقلید بن کر دولت سرمدی سے مالا مال ہو جائے گی — مگر شرطِ اولین یہی ہے کہ اس کے عوام و خواص کے دل فقرِ غیور سے پاکیزہ و مصفا ہو کر عشقِ مصطفوی سے روشنی حاصل کرتے رہیں ؎

عشق ہو جس کا جسور، فقر ہو جس کا غیور
خوار جہاں میں کبھی ہو نہیں سکتی وہ قوم

اور ساتھ ہی اہلِ نظر، اہلِ دل — صاحبِ بصیرت، صاحبِ فراست مردِ مومن کی رہنمائی بھی حاصل ہو کیونکہ — دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا۔ اسی لئے حکیم الامت تلقین کرتے ہیں:

مردِ مومن کی نگاہِ غلط انداز ہے بس
پرورش دل کی اگر پیشِ نظر ہے تجھکو

دیں مجو اندر کتب اے بے خبر!
علم و حکمت از کتب، دیں از نظر

Marfat.com

اور اس بندۂ مومن سے رہنمائی حاصل کرنا ازبس لابدی ہے جو مجدد ہی نہیں ـــــ مجددِ الفِ ثانی ہو ـ اس لئے اس موجودہ الف ـــــ "دوسرے ہزارہ" میں ملت مسلمہ کے تمام درپیش مسائل کا حل آپ کے مکتوبات میں مل جاتا ہے ـ اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ آپ کے مکتوبات کی روشنی میں نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی نفاذ اور قوانینِ شرعیہ کی تدوین کے لئے اس کتاب میں جو "ضابطۂ شریعت" دیا گیا ہے، اس پہ چل کر اربابِ اقتدار وصاحبِ اختیار، علماء ومشائخ، مفکر ودانشور، اہل تدبیر وسیاست ـــــ عوام وخواص ـــــ اس راہ میں ـــــ بولہبی قوتوں کی ناپاک سازشوں سے ـــــ حائل رکاوٹیں دور کر کے گوہر مقصود حاصل کرسکتے ہیں ـ پھر تو انھیں قدرت اس "بندۂ مومن" کے جوہر بھی ودیعت کرسکتی ہے جو :-

دنیا میں محاسب ہے تہذیب فسوں گر کا
ہے اس کی فقیری میں سرمایۂ سلطانی

لیکن عالمی احتساب ومحاسبے کا یہ اعزاز "حدودِ مصطفیٰؐ" سے سرِمُو تجاوز سے بچتے ہوئے آئینِ شریعت کی والہانہ انداز میں پیروی سے ہی ملتا ہے ـــــ نہ کہ اسے زندگی کا جنجال سمجھ کر :

شکوہ سنج سختئ آئیں مشو   از حدودِ مصطفیٰؐ بیروں مرو

اور پھر ـــــ مہ وپروین ہی نہیں ـــــ ساری کائنات اسی آئین کی برکتوں سے مسخر ہوسکتی ہے ؎

ہر کہ تسخیرِ مہ وپروین کند   خویش را زنجیریِ آئیں کند

Marfat.com

کتابیات

مصنف	کتاب	مصنف	کتاب
۱- الآمدی	احکام الاحکام فی اصول الاحکام	۲- ابن اثیر	النہایہ
۳- ابن عربی	احکام القرآن	۱۹- الزرکشی	البرھان فی علوم القرآن
۴- ابن قتیبہ	تاویل مشکل القرآن		
۵- ابن منظور	لسان العرب	۲۰- سید قطب	فی ظلال القرآن
۶- احمد حسن خطیب	فقہ الاسلام	۲۱- السیوطی	الاتقان فی علوم القرآن
۷- احمد خلیل	فی التشریع الاسلامی	۲۲- شاہنواز خاں	مآثر الامرا
۸- بختاور خاں	مراۃ العالم	۲۳- شاہ ولی اللہ	انفاس العارفین
۹- بدران	اصول الفقہ	۲۴- شیخ احمد سرہندی	مکتوبات امام ربانی
۱۰- تھانوی	کشاف اصطلاحات الفنون	۲۵- عبدالقادر عودہ	التشریع الجنائی الاسلامی
		۲۶- عبدالنبی	دستور العلماء
۱۱- الجرجانی	کتاب التعریفات	۲۷- علی شیر قانع	تحفۃ الکرام
۱۲- الجوہری	الصحاح	۲۸- القرطبی	الجامع الاحکام
۱۳- خافی خاں	منتخب اللباب	۲۹- کنبوہ	عمل صالح
۱۴- الخضری	تاریخ التشریع الاسلامی	۳۰- المحمصانی	مقدمہ فلسفہ التشریع الاسلام
۱۵- راغب	المفردات القرآن		
۱۶- رحمٰن علی	تذکرہ علماء ہند	۳۱- محمد اقبال علامہ	کلیات اقبال۔ اردو، فارسی
۱۷- زبیدی	تاج العروس		
۱۸- الزرقانی	مناھل القرآن فی علوم القرآن	۳۲- محمد کاظم	عالمگیر نامہ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکتوبات امام ربانی بحیثیت ماخذ ایمانیات

پس منظر

امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت ابوالبرکات بدرالدین شیخ احمد سرہندی نقشبندی قدس اللہ سرہٗ نہ صرف برصغیر پاک وہند بلکہ عالم اسلام کے وہ بطل جلیل ہیں جو تادم آخریں "اعلائے کلمۃ الحق" کی خاطر سربکف ہو کر باطل کی فرعونی طاغوتی طاقتوں سے نبرد آزما رہے۔ ایمان فروش، جاہ پرست مذہبی ٹھیکیداروں نے آپ کے خلاف سازش کا جال بچھا کر جہانگیر جیسے نام نہاد عادل شہنشاہ کے ہاتھوں قید وبند کی اذیتوں اور تعذیبوں کا ہدف بنایا۔

جہانگیر استبدادیت واستعماریت کا پیکر تھا۔ اپنی خود پرستی کی دوربین سے دیکھتا ہے تو خود مجدد اعظم "خود پرست نظر آتے ہیں۔ زمین بوسی سے انکار فرماتے ہیں تو "شوریدہ سر" اور "آشفتہ دماغ قرار دیکر اتہام بازی پر اتر آتا ہے اور اصلاح وتادیب کی خاطر آپ کو قلعہ گوالیار میں مقید کر کے اپنی انا کو ٹھنڈک پہنچانے کی ناکام کوشش کرتا ہے۔ اپنی تزک میں جلوس سال چہاردہم کے واقعات تحریر کرتے ہوئے اقرار کرتا ہے کہ:

> صلاحِ حال منحصر دریں دیدم کہ روزے چند در زندان ادب محبوس باشد تا شوریدگی مزاج وآشفتگی دماغش قدرے تسکین پذیرد وشورش عوام نیز فرونشیند۔ لاجرم بہ انی رائے سنگدلن حوالہ شد کہ در قلعہ گوالیار مقید دارد (۱)

جہانگیر منفی سوچ رکھتا ہے۔ اس لیے آپ کی شخصیت کو اپنی انا کے سانچے

Marfat.com

میں ڈھالنے کا ناپاک منصوبہ بناتا ہے۔ لیکن حضرت امام ربانی رحمتہ اللہ علیہ صبر و شکر اور تسلیم و رضائے ایزدی کے سانچے میں ڈھل کر اسلامی شعار کا ایسا مسحور کن نمونہ پیش کرتے ہیں کہ قلعہ گوالیار کا محبس احیائے دین اور تجدید سنت کا تبلیغی گڑھ بن جاتا ہے، تو پھر سنت سنیہ کی باران رحمت سے کفر و باطل کی ظلمتیں چھٹ جاتی ہیں اور دین و ایمان کی روح پرور بالیدگی سے ساری فضا نکھری نکھری، ستھری ستھری سی نظر آنے لگتی ہے۔ خود آپ میر محمد نعمان کو تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

الحمدللہ کہ اس نے عین بلا میں اس عاجز کو عافیت بخشی، جفا کی حالت میں اپنے کرم سے نوازا اور حالت محن میں حسن سلوک کا مظاہرہ فرمایا، عطائے شکر کی توفیق عطا فرمائی اور متابعت انبیاء (حضرت یوسفؑ) کا شرف بخشا (۲)

آپ نے احیائے دین اور تجدید سنت کا فریضہ بڑے ہی کٹھن حالات میں سرانجام دیا۔ مسلمانان برصغیر کی کسمپرسی اور بے بسی کا عالم یہ تھا کہ مجال ہے وہ شعار اسلام کا مظاہرہ کرتے ہوئے راہ خدا میں گائے کی قربانی دے سکیں یا رواسم کفر و شرک کی برملا مذمت و ابطال کے لیے کوئی قدم اٹھا سکیں حد یہ ہے کہ اگر کوئی بیچارہ مسلمان اس قسم کی جرأت کر بیٹھتا ہے تو پھر اسے جان سے ہاتھ دھونا پڑتا۔ لالہ بیگ کو "غربت اسلام" کا احساس دلاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

غربت اسلام نزدیک بیک قرن است، بر نہجے قرار یافتہ است کہ اہل کفر بمجرد اجرائے احکام کفر برملا در بلاد اسلام راضی نمی شوند می خواہند کہ احکام اسلامیہ بالکلیہ زائل گردند و اثر از مسلمانان و مسلمانی پیدا نشود۔ و کار را تا بآں سرحد رسانیدہ اند کہ اگر مسلمانے از شعار اسلام اظہار نماید بقتل می رسد۔ ذبح بقرہ در ہندوستان

Marfat.com

از اعظم شعار اسلام است ۔ کفار بجزیہ دادن شاید راضی شوند اما

بمنع بقرہ ہرگز راضی نہ خواہند شد" (۳)

ملا عبدالقادر بدایونی نے "منتخب التواریخ" میں اور ابوالفضل نے آئین اکبری میں جو کچھ لکھا ہے اس سے آپ کے بیانات کی تصدیق ہوتی ہے۔ ونسنٹ اسمتھ نے اپنی تصنیف "اکبر" میں بھی یہی کچھ تحریر کیا ہے۔ پرتگیزی پادریوں نے بھی اپنے دَور کے برصغیر میں مسلمانوں کی زبوں حالی پر اسی انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ خود شاہجہان نے اپنی تزک میں اپنے جلوس کے پندرہویں سال کے حالات بیان کرتے ہوئے اعتراف کیا ہے کہ مسلمان تا ہنوز ایام جہالت کی رسموں میں پھنسے ہوئے ہیں۔

"زمینداران ایں جا راجہ می گویند۔ سلطان فیروز مسلمان کردہ
و مع ذالک خود را راجہ می گویند و ہنوز بدعتہائے ایام جہالت
درمیان آنجا مستمر است"

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے دَور میں ہنود پرست بلا جھجک کفر والحاد پھیلا رہے تھے۔ روافض الگ ادھم مچا رہے تھے۔ انہیں اس قدر نفوذ حاصل ہو گیا کہ ان کی شہ پر خطبوں سے خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نام تک نکال دیئے گئے اور ان کی تنقیص و تبرا کی محفلیں برسرعام منعقد ہونے لگیں۔ قصبہ سامانہ کے قاضیوں اور رئیسوں کو سرزنش کرتے ہوئے حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہ لکھتے ہیں کہ آخر کیوں عیدالاضحیٰ کے خطبے سے خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اسمائے مقدس اور ان کے ذکر بابرکت کو حذف کر دیا گیا ہے اور اس حرکت شنیعہ پر کیوں خاموش مہر بلب بیٹھے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ

"ہم شنیدہ شد کہ خطیبان مقام در خطبہ عید قربان ذکر خلفائے
راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ترک کردہ واسامی متبرکہ ایشاں را نہ

خوانده ونیز شنیده شد کہ چوں جمعے باد تعرض نمودند، بسہو ونسیان
خود اعتذار ناکردہ بتمرد پیش آمد گفتہ کہ چہ شد اگر اسامی خلفائے
راشدین رضی اللہ عنہم مذکور نہ شدہ۔ ونیز شنیدہ کہ اکابر واہالی آں مقام دریں
باب مساہلہ ورزیدند وبر شدت وغلظت باآں خطیب بے انصاف
پیش نہ آمدند" (۴)

خود اہل سنت کے جاہ پرست اور خود غرض علماء اپنے اپنے مداحوں کی خوشنودی کی خاطر غیر شرعی رسموں کے گھڑنے میں ایک دوسرے پر گوئے سبقت لے جاتے میں مگن نظر آتے ہیں۔ حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہٗ ایسے علمائے کو" علمائے سو" یا علمائے دنیا قرار دیتے ہیں۔ آپ کے نزدیک ایسے بے عمل عالم اس "پارس پتھر" کی طرح ہیں جو تانبے یا لوہے کو تو سونا بنا دیتا ہے مگر خود پتھر ہی بنا رہتا ہے۔ خود کو دینی پیشوا یا مقتدا سمجھتے ہیں مگر ہیں "لصوص دین" یہ تو شیطان کے گروہ میں شامل ہو گئے ہیں اور شیطان کا گروہ خسران ہی میں رہتا ہے (۵)

نقلی پیروں اور جاہل صوفیوں کا بھی یہی عالم ہے۔ فرماتے ہیں کہ
واکثر جہلائے صوفی نمائے ایں زمانہ حکم علمائے سوء دارند۔
فساد اینہا نیز فساد متعدی است (۶)

کفر و کافری کے غلبے نے مسلمانوں کو بے دین، گمراہ، ملحد، اور دہریہ بنا دیا تھا۔ وہ ہولی دیوالی اور نوروز بڑی شان سے منانے لگے۔ رکھشا بندھن سے دل بہلانا ان کا محبوب مشغلہ بن گیا۔ رامائن و مہا بھارت کی دیومالائی کہانیاں حرز ایمان بن گئیں۔ وید اور اپنشد کے فلسفے کی چھاپ نے انہیں دین سے بے بہرہ بنا دیا۔ مسلم خواتین ہندوانی رسموں میں گھر کر "ضروریات دین" کو یکسر بھلا بیٹھیں۔ حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہٗ بڑے دکھ سے فرماتے ہیں کہ۔

بتوں سے حاجت روائی کے لیے رجوع ہونا، گویا اللہ تعالیٰ

Marfat.com

سے انکار کرنا ہے۔ اور یہ دیکھا گیا ہے کہ اکثر مسلمان خواتین جہالت کے مارے اس قسم کی استمداد و استعانت میں مبتلا ہیں خاص طور سے چیچک کے مرض میں یہ مراسم شرک ادا کرتی ہیں۔ شاید ہی کوئی ہو گی جو اس شرک میں مبتلا نہ ہو (۷)

ایسے کفر و الحاد کے ماحول میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے احیائے دین اور ترویج سنت کا بیڑا اٹھایا۔ حق کی خاطر قید و بند کی صعوبتیں جھیلیں مگر استعماریت کے آگے سرنگوں نہیں ہوئے۔ اُلٹے جہانگیر جیسے ہٹ دھرم کی اکڑی ہوئی گردن خدائے برحق کی بندگی میں اس قدر جھکا دی کہ وہی دین کی خاطر سرگرم عمل نظر آنے لگی۔ اس شان مجددی کو نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے علامہ اقبال فرماتے ہیں ؎

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمیٔ احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملّت کا نگہباں
اللہ نے بر وقت کیا جس کو خبردار

تبلیغی نظام

آپ نے احیائے شریعت اور تجدید سنت کے لیے علمائے کرام اور با اثر جہانگیری امراء کی خدمات حاصل کیں ۱۳۹۸ء میں تیموری یلغار کے بعد ملت مسلمہ کی تبلیغ و اشاعت کی سرگرمیاں معطل ہو کر رہ گیئں۔ اس کے اجتماعی نظام کا شیرازہ جو بکھرا تو پھر دوبارہ بحال ہونے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے از سر نو ایک مربوط، موثر اور متحرک تبلیغی نظام قائم فرمایا، جس کے تحت آپ نے

(۱) اپنے خلفاء کو برصغیر کے اہم سیاسی، عسکری اور دینی مرکزوں پر اسلامی اقدار کی تبلیغ و تعلیم کے لیے مامور فرمایا۔

Marfat.com

(۲) ہم مسلک علما و مشائخ کو اپنے اپنے حلقہ اثر میں اسلامی عقائد و احکام کی تبلیغ و تدریس کا اہتمام کرنے کی ہدایت فرمائی۔ قاضیوں اور مفتیوں کو بھی اسی نوع کے فرائض سونپے گئے۔

(۳) عقیدت مند جہانگیری امیروں اور منصب داروں سے بھی نفاذ شریعت کا اہم ترین کام لیا۔ انہیں ہدایت فرمائی کہ علمائے حق کی خدمات حاصل کر کے اپنی نگرانی میں اجتماعی حلقہ درس کا اہتمام کریں۔ نیز جب بھی شاہی دربار میں حاضری دیں، موقع ملتے ہی شہنشاہ کی توجہ نفاذ شریعت پر مبذول کراتے رہیں۔ مکتوبات میں ان عقیدت مند امراء کی دینی خدمات کو سراہتے ہوئے نفاذ شریعت کی خاطر ان کی کدو کاوش پر خراج تحسین پیش کیا ہے (۸)

(۴) مسلمان عورتوں کی تعلیم و تلقین کے لیے عقیدت مند صالحہ خواتین کو مامور فرمایا

(۵) خود آپ بھی نمونہ عمل بن کر تبلیغی جہاد میں سرگرم عمل رہتے۔ یہ جہاد بالنفس بھی تھا اور جہاد بالقلم بھی، یہ جہاد لسانی بھی تھا اور قالبی بھی۔ قید خانہ ہو یا لشکری جلوس، دربارِ شاہی ہو یا خانقاہِ درویشی ہر جگہ تعلیم و تبلیغ میں منہمک نظر آتے۔

(۶) عقائد و فقہ کی تعلیم و تدریس کیلیے عقیدت مند امرا، خلفا اور علما کو مشہور و مستند کتابیں ارسال فرمائیں۔ عقائد و تصوف پر رسائل و کتب تحریر فرمائیں۔ مثلاً معارفِ لدنیہ، مکاشفات عینیہ، آداب المریدین، تعلیقات عوارف، رسالہ مبدا و معاد رسالہ تہلیلیہ، رسالہ فی اثبات النبوۃ اور شیخ المشائخ حضرت خواجہ باقی باللہ کی رباعیات کی شرح۔

(۷) آپ نے تبلیغ دین، نفاذِ شریعت، احیائے سنت، عقائد صحیحہ، اعمال صالحہ احکام فقہ، سلوک و معارف اور طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی دینی افادیت پر جامع اور مدلل مکتوبات اپنے عقیدت مند امراء علماء، مشائخ، خواتین حتیٰ کہ اہل ہنود کو بھی ارسال فرمائے۔ ان خطوط کی کتابت اور ان نسخوں کی نقلیں تیار کرنے اور انہیں نہ صرف برصغیر کے تبلیغی و تدریسی مرکزوں بلکہ عالم اسلام کے اہم دینی حلقوں کو ارسال کرنے اور ان کی ترویج و اشاعت کا بھی باقاعدہ اہتمام کیا گیا۔

Marfat.com

مکتوباتِ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ

تعارف

مکتوبات امام ربانی تین دفاتر پر مشتمل ہیں۔ ان مکتوبات کی کل تعداد، پانچ سو چالیس (۵۴۰) ہے۔ پروفیسر محمد فرمان نے ان تینوں دفتروں کی ترتیب و تدوین پر زبدۃ المقامات کے حوالے سے روشنی ڈالی ہے (۹)

زبدۃ المقامات کے مطابق دفتر اول انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور جنگ بدر کی مناسبت سے تین سو تیرہ مکتوبات پر مشتمل ہے۔ اسے آپ کے خلیفہ مولانا یار محمد بدخشی طالقانی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۰۲۵ھ میں مرتب کیا اور تاریخی نام "دار المعرفۃ" رکھا۔ پھر آپ کی ہدایت پر اس میں وہ تین عریضے اور بھی شامل کر دیئے گئے جو حضرت محمد صادق مرحوم نے آپ کی خدمت میں ارسال کیے تھے۔

دفتر ثانی اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کی مناسبت سے ننانوے مکتوبات پر مشتمل ہے اسے عبدالحئی چاکر حصاری نے ۱۰۲۸ھ میں مرتب کر کے تاریخی نام "نور الخلائق" رکھا۔

دفتر ثالث کے ابتدائی تیس مکتوبات آپ کے محبوب خلیفہ میر بزرگ محمد نعمان بدخشی رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب کیے پھر آپ کی گرفتاری کے دوران اس دفتر کی تدوین عارضی طور پر ملتوی رہی۔ آپ کی رہائی کے بعد باقی مکتوبات بھی میر شمس الدین علی نے ترتیب سے ایک بیاض میں محفوظ کر لیے۔ اسی دفتر کے مکتوب اوّل سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی ترتیب و تدوین میر محمد نعمان بدخشی کی نگرانی ہی میں مکمل ہوئی۔ اسی مکتوب میں آپ نے ہدایات صادر فرمائیں کہ مکتوبات کے کئی نسخے تیار کر کے ایک نقل سرہند بھیج دی جائے اور مسودات کو

Marfat.com

احتیاط کے ساتھ سنبھال کر رکھا جائے تاکہ بوقت ضرورت ان سے استفادہ کیا جا سکے (۱۰)

دفتر سوم تین اعتبار سے لفظ "باقی" کی مناسبت سے ایک سو تیرہ مکتوبات پر مشتمل تھا (اول) یہ لفظ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس اللہ سرہٗ کی یاد دلاتا ہے (دوم) ان مکتوبات کے معارف تا قیامت باقی رہیں گے اور (سوم) یہ "مقام بقا" کی طرف اشارہ ہے۔ پھر بطور "مسکتہ الختام" ایک اور مکتوب شامل کر کے قرآنی سورتوں کے مطابق ان کی کل تعداد ایک سو چودہ ہوگئی۔ یہ آخری خط علوم و اسرار غریبہ کا خزینہ ہے۔

دفتر سوم کا تاریخی نام "معرفتہ الحقائق" ہے۔ اس کی تکمیل کے بعد دفتر چہارم کی تدوین کا کام شروع ہوا۔ ابھی چودہ مکتوبات ہی جمع ہوئے تھے کہ آپ واصل بحق ہو گئے۔ اس لیے یہ بھی دفتر سوم میں شامل کر دیے گئے۔ اس طرح دفتر سوم ایک سو اٹھائیس مکتوبات پر مشتمل ہے۔ لیکن مطبع نول کشور کے مطبوعہ دفتر سوم میں صرف ایک سو تیئیس مکتوبات ہیں۔ (۱۱) قاضی عالم الدین نے مکتوبات کے تینوں دفاتر کا بامحاورہ ترجمہ کر کے گرانقدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ انہوں نے دفتر سوم میں صرف ایک سو چوبیس مکتوبات شامل کیے ہیں۔ اردو زبان میں مکتوبات کے یہ تینوں دفاتر، جس کے مترجم قاضی عالم الدین ہیں، ملک محمد عارف نے دین محمدی پریس لاہور سے شائع کیے ہیں۔ مولانا نسیم احمد فریدی امروہوی نے بھی "تجلیات ربانی" کے نام سے ان مکتوبات کی تلخیص و ترجمے کی سعادت حاصل کی ہے جنہیں مکتبہ سراجیہ نے شائع کیا ہے۔

مکتوبات امام ربانی مولانا نور محمد نقشبندیؒ کے حواشی کے ساتھ ۱۹۲۰ء میں شائع ہوئے تھے (۱۲) احقر نے امرتسر سے شائع شدہ دفتر دوم (دو حصص کے ایسے نسخے کا مطالعہ بھی کیا ہے جس کے آخر میں کاتب نے اختتام کی تاریخ ۱۲ ذیقعد ۱۳۳۲ھ تحریر کی ہے یہ روز بازار پریس سے مولانا نور احمد کے

حواشی کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ ڈاکٹر فضل الرحمن سابق ڈائریکٹر ادارہ تحقیقات اسلامی پاکستان نے "انتخاب مکتوبات شیخ سرہندی" کے نام سے ساٹھ مکتوبات کا مجموعہ اپنے مقدمے کے ساتھ شائع کیا ہے۔

ڈاکٹر غلام مصطفٰے صاحب صدر شعبۂ اردو، سندھ یونیورسٹی نے بھی ان مکتوبات کی اشاعت میں گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں موصوف نے ان پر توضیحات و حواشی بھی مرقوم فرمائے ہیں۔ چونکہ آپ اہل دل اہلِ نظر متبحر عالم و دانشور ہیں اس لئے آپ کی رہنمائی میں ان مکتوبات سے کما حقہ استفادہ کی سعادت حاصل ہو جائے تو اسے نعمت عظمیٰ سمجھنا چاہئے

ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب نے سیرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے ایک مبسوط و جامع کتاب تحریر فرمائی ہے۔ اسی کتاب میں مکتوبات کی تدوین و اشاعت، ان کے تراجم و حواشی پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے۔ اوران شرعی عقائد و مسائل و دلائل و تصوف کے نکات و مباحث کی توضیح بھی کی گئی ہے جنہیں مکتوبات کے موضوعات کی حیثیت حاصل ہے۔

عالم اسلام پر حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہ کے اس ناقابل فراموش احسان کو سراہتے ہوئے پروفیسر محمد فرمان لکھتے ہیں کہ۔

"آپ کی دو کرامتیں دنیا کے لیے بڑے فیوض کا باعث ہوئی ہیں۔ ایک آپ کی نیک صالح اولاد ہے؛ دوسری کرامت جناب کے یہ مکتوبات ہیں جن کے مطالعے سے آپ کی علمیت، معرفت، خلوص اور شرع کی پابندی کا ایک ایسا حسین دلکش اور مستحکم منظر آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے جس سے پڑھنے والا اپنے دل میں ایک سرور و سوز محسوس کرتا ہے اور اپنے مزاج و افعال میں نمایاں تبدیلی پاتا ہے"۔ (۱۳)

Marfat.com

مکتوبات امام ربانیؒ کی اہمیت

مکتوبات امام ربانیؒ دینی، تاریخی اور سیاسی اہمیت کے حامل ہیں۔ تاریخ کے طالب علموں کی نظر میں اکبری و جہانگیری دور کی سیاسی و مذہبی حالت پر یہ مکتوب مستند اساسی ماخذ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ انہیں علمی و ادبی شہ پارہ بھی کہا جا سکتا ہے۔ ان کی اہمیت کا اندازہ صرف اس حقیقت سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کی زندگی ہی میں انہیں بڑی شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی۔ اتنی قدر و منزلت ملی کہ نہ صرف برصغیر بلکہ عالم اسلام کے علمی، دینی اور روحانی مرکزوں میں ان کے نسخے بڑی تیزی سے پھیل گئے۔

ان مکتوبات کا انداز علمی بھی ہے اور عالمانہ بھی، استدلالی بھی ہے اور عارفانہ بھی۔ اسلوب بیان موثر و مدلل، زبان انتہائی شیریں، دل نشین اور شائستہ ہے۔ وعظ و تلقین، انشاء و خطابت کی تمام خوبیوں کا مرقع ہیں اور اسی میں ان کی معقولیت اور مقبولیت کا راز پوشیدہ ہے۔

مکتوبات ماخذ ایمانیات کی حیثیت سے

مکتوبات امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کو مثنوی مولوی معنوی کے بعد حقائق و معارف کا سرچشمہ سمجھا جاتا ہے، لیکن اس سے بھی بڑھ کر اسلامی عقائد، عبادات معاملات اور اخلاقیات کا خزینہ ہیں۔ یہ مکتوبات اصول عقائد اور اصول فقہ

Marfat.com

کو مدنظر رکھتے ہوئے تبلیغی انداز میں لکھے گئے ہیں۔ اس لیے بنیادی طور پر ایمانیات کے اہم ماخذ کی حیثیت رکھتے ہیں اگر ایک طرف کفر و اسلام، شرک والحاد اور رفض و زندیقیت پر روح پرور بحث کی گئی ہے۔ تو دوسری طرف عقائد صحیحہ، اعمال صالحہ اور تزکیۂ نفس پر مشتمل ایک جامع، مربوط، آسان اور قابل عمل ضابطۂ شریعت بھی پیش کیا گیا ہے۔ تبلیغ کے شرائط اور مبلغوں کے فرائض کے ساتھ ساتھ طریقۂ عالیہ نقشبندیہ کے مطابق سلوک و معارف کے اسرار بھی نہایت ہی لطیف پیرائے میں بیان کیے گئے ہیں۔ اس لحاظ سے انہیں ایمانیات و روحانیات کا گنجینہ سمجھنا چاہیے۔

ایمانیات

مفہوم ○ غایت ○ موضوع

عام اصطلاح میں اجزائے ایمانی یا اسلام کے بنیادی عقائد کو ایمانیات کہتے ہیں لیکن ایمانیات کو ایک علم اور فن کی حیثیت بھی حاصل ہے۔ اسے علم العقائد بھی کہتے ہیں۔ ایمانیات ایک ایسا علم ہے جس میں اصول اعتقادیہ سے اس نیک مقصد کو سامنے رکھ کر بحث کی جاتی ہے کہ قانون شریعت کے مطابق تحصیل اسلام میں مدد مل سکے۔ چونکہ علم کلام میں شریعت کے ماخذ ادلۂ تفصیلیہ کی رہنمائی میں عقائد کی معرفت حاصل کی جاتی ہے۔ اس لیے لبا اوقات دونوں کو مترادف سمجھا جاتا ہے۔

ایمانیات میں نہ صرف اصول اعتقادیہ کا مطالعہ کیا جاتا ہے بلکہ ان کی روشنی میں احکام شریعت کا جائزہ بھی لیا جاتا ہے۔ خارجی، معتزلی اور رافضی فرقوں کے عقائد باطلہ اور اہل سنت وجماعت کے عقائد صحیحہ کے درمیان امتیاز و فرق ظاہر کرنے اور اعمالِ صالحہ اور احکام شرعیہ کی نشان دہی کی غرض سے ایمانیات کے علم پر توجہ دی گئی۔ علم ایمانیات اصل اصول اسلام ہے۔ اس کی حقیقی غایت اصولی عقائد حقہ کی

Marfat.com

نشان دہی ہے ۔ غیر ناجی فرقوں کے باطل اعتقادات کے رد و ابطال کو اس میں ثانوی حیثیت حاصل ہے ۔ اہل سنت کے فقہائے دیندار اور علمائے حق نے قرآن، سنت، آثار صحابہ رضی اللہ عنہم، اجماع، قیاس اور آثار سلف صالحین سے جو عقائد صحیحہ اور احکام شرعیہ مستنبط کر کے مدون کئے ہیں انہیں برحق ثابت کرنا بھی علم ایمانیات کا ایک اہم مقصد ہے ۔

علمِ ایمانیات کی اہمیّت

علم ایمانیات کے بغیر برحق اور باطل عقائد کے درمیان تفریق و امتیاز قائم رکھنے میں الجھنیں پیدا ہوتیں اور غیر ناجی فرقوں کے فاسد عقائد اسلام کی اصلی روح کو آلودہ بنا دیتے ۔ علامہ تفتازانی کے مطابق اس علم کی بدولت عقائد باطلہ سے ایمان منزہ و پاکیزہ رہتا ہے ۔ ہوائے نفسانی سے قلب و نفس کی تطہیر ہو جاتی ہے اور اعمال صالحہ کو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق صحیح طریقے سے سرانجام دینے میں رہنمائی ملتی ہے تاکہ ہم فلاح سرمدی اور نجات اخروی کی برکتوں اور نعمتوں سے فیضیاب ہو سکیں ۔ اس طرح ایمانیات کی اصل غایت حصول سعادت دارین ہے

ایمانیات کا موضوع

ایمانیات کا موضوع عقائد و اصول عقائد کے علاوہ فقہی احکام اور اصول فقہ بھی ہیں، اس لحاظ سے ایمانیات کا موضوع خود شریعت غرّا ہے ۔ ایمانیات میں اہل سنت و جماعت کے عقائد کے مطابق شرعی احکام پر منقولات و معقولات کی مدد سے دلائل و براہین کے ساتھ بحث کی جاتی ہے ۔ اس طرح ایمانیات کا اصل مقصد فرقۂ ناجیہ کے عقائد اور ان کی حقانیت کی تبلیغ و اشاعت ہے ۔ اسی کے ساتھ غیر ناجیہ فرقوں کے ابطال و رد میں مسکت دلائل پیش کر کے دین حق کی سرفرازی و سربلندی کو ایمانیات کا "مقصود مقدس" سمجھا جاتا ہے ۔

Marfat.com

ایمانیات اور علم کلام

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق علم کی دو قسمیں ہیں، اوّل علم فقہ، دوم علم کلام، حضرت شیخ بخاری کو تحریر فرماتے ہیں کہ

"علم دو قسم است، علمے است کہ مقصود ازاں عمل است کہ علم فقہ متکفل آنست۔ و علمے است کہ مقصود ازاں مجرد اعتقاد و یقین قلبی است کہ در علم کلام بہ تفصیل ذکر یافتہ است بمقتضائے آرائے صائبہ اہل سنت و جماعت کہ فرقہ ناجیہ اند و نجات بے اتباع آں بزرگاں متصور نیست" (۱۴)

ترجمہ:۔ علم کی دو قسمیں ہیں ایک علم وہ ہے جس سے مقصود عمل ہے۔ اس کا ضامن علم فقہ ہے۔ ایک علم ایسا ہے جس سے مقصود مجرد اعتقاد و یقین قلبی ہے۔ اسے علم کلام میں فرقہ ناجیہ اہل سنت وجماعت کی آرائے صائبہ کے مطابق تفصیل سے ذکر کیا جاتا ہے۔ اور ان بزرگوں کی اتباع کے بغیر نجات کا تصور ہی ممکن نہیں۔

علم کلام میں فرقہ ناجیہ اہل سنت وجماعت کے ائمہ علماء کے صائب نقطوں کے مطابق ایمان وعقائد بیان ہی نہیں کیے جاتے۔ بلکہ ان کی حقانیت کے ثبوت میں دلائل بھی پیش کیے جاتے ہیں۔ پھر بھی غیر ناجیہ فرقے خاموش نہیں رہتے اور ہٹ دھرمی پر اتر آتے ہیں تو آخری چارۂ کار کے طور پر یہ تبلیغی انداز جرح، جدل اور مناظرے کا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ لیکن ایمانیات میں جرح، جدل اور مناظرے سے گریز کیا جاتا ہے۔ جہاں تک عقائد صحیحہ کو دلائل سے برحق ثابت کرنے کا سوال ہے۔ علم کلام اور ایمانیات کی سرحدیں ایک دوسرے میں مدغم ہوتی نظر آتی ہیں۔ لیکن ایمانیات

Marfat.com

ہیں ان اصولی عقائد پر بحث کی جاتی ہے جن پر تحصیل اسلام کی غرض سے قانون شریعت کے مطابق یقین رکھنا ضروری ہے۔ اس لحاظ سے ایمانیات ہی کو علم عقائد بھی کہتے ہیں۔ علمِ عقائد اور علمِ کلام دونوں کو مترادف سمجھا جاتا ہے۔ لیکن علمِ کلام میں باطل عقائد کی نشاندہی اور ان کی حقانیت پر زور دیا جاتا ہے۔ علمِ کلام میں مناظرے یا جدل کے اصول پر عمل کیا جاتا ہے۔ اگر مقصود اثبات عقائدِ صحیحہ ہے اور باطل فرقوں کے اعتراضات کے جواب میں مدافعت کا رنگ غالب ہے، تو پھر یہ علم مناظرے کی حد میں چلا جاتا ہے۔ لیکن اثبات حق کے بجائے باطل فرقوں کے رد میں الزامی جارحانہ مسکت انداز اختیار کیا جائے تو اسے جدل کہتے ہیں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے اپنے مکتوبات میں ایمانیات کے تبلیغی انداز کی پابندی اور جدل و مناظرے کی تیکھی زبان سے ممکنہ حد تک اجتناب فرمایا ہے۔ اسی لیے ہم انہیں حقیقی مفہوم میں ایمانیات کا ماخذ قرار دیتے ہیں۔

تبلیغی جہاد

مکتوبات امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا حقیقی مقصد تبلیغ اسلام، احیائے سنت اور نفاذ شریعت ہے۔ اس مقصد کی خاطر حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی "فقہ اکبر" اور امام غزالیؒ کی "احیائے علوم" اور علامہ تفتازانی کی "شرح عقائد نسفی" کو گھر گھر پہنچانا محال و ناممکن ہی نہیں بلکہ ان کا سمجھنا اور سمجھانا ہر ایک کے بس سے باہر ہے۔ اس لیے حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے اپنے مکتوبات کے ذریعہ اہل سنت و جماعت کے بنیادی عقائد، شرعی احکام اور تبلیغی ضوابط صاحبِ علم و نظر اور متدین ارباب جاہ و مقدرت کی وساطت سے گھر گھر پہنچانے کا اہتمام فرمایا۔ اور نمایاں طور پر اپنی زندگی ہی میں اس مقدس جہاد میں فائز و کامران رہے۔

یہی وجہ ہے کہ آپ کے ہر مکتوب میں تبلیغ، ترویج، اور نفاذ شریعت پر زور دیا گیا ہے۔ آپ کو پورا پورا احساس ہے کہ جملہ شرائط کی پابندی کے ساتھ تبلیغ و تعلیم انتہائی مشکل فریضہ ہے۔ پھر بھی خلوص و عقیدت سے بھرپور مکتوبات کی زبان میں آپ نے جو بھی ہدایات صادر فرمائیں انہیں اپنا ایمان سمجھ کر نہ صرف عقیدت مندوں نے

Marfat.com

پوری لگن کے ساتھ اپنا لیا بلکہ ان کی ترویج واشاعت، تبلیغ وتعلیم، تعمیل ونفاذ کی خاطر اپنی اپنی زندگی تک وقف کر دیں۔

آپ کی اول وآخر آرزو تقویت ملت، نفاذ شریعت اور احیائے سنت رہی۔ شیخ محمد چتری کو لکھتے ہیں کہ بس ایک ہی تڑپ اور ایک ہی آرزو باقی ہے اور وہ یہی کہ سنت نبویہ دوبارہ از سر نو زندہ ہو کر نافذ ہو جائے۔ تحریر فرماتے ہیں۔

والحال آرزوئے نماندہ است الا آنکہ احیائے سنت از سنن مصطفویہ

علی صاحب الصلوات والتسلیمات نمودہ آید (۱۵)

حضرت شیخ فرید سے فرماتے ہیں کہ۔

کاش مجھے بھی "سواد قوم" میں شامل ہونے کی سعادت مل جاتی ۔

میری بے بضاعتی کا عالم تو اس بے سروسامان بڑھیا کی طرح ہے جو

چند موٹے موٹے دھاگوں کو جوڑ گانٹھ کر حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ کے

خریداروں سے رشتہ جوڑنے میں کوشاں و لرزاں نظر آتی ہے۔

تحریر فرماتے ہیں کہ۔

ایں حقیر قلیل البضاعت نیز می خواہد کہ خود را در جرگۂ ممدان دولت

اسلام اندازد و دریں باب دست و پا بزد۔ بحکم مَنْ کَثَّرَ سَوَادَ قَوْمٍ فَهُوَ

مِنْهُمْ کہ ایں بے استطاعت را داخل ایں جماعۂ اکرام سازند۔ مثل خود را

مثل آں زال انگارد کہ ریسمان چند تنیدہ خود را در سلک خریداران

حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ساختہ بود (۱۶)

آپ نے واضح فرما دیا کہ تبلیغ دینی فریضہ ہے۔ اس لیے روز قیامت تبلیغ سے جی چرانے والوں کا کوئی عذر نہیں قبول فرمائے گا۔ یہ کہنا عذر گناہ بدتر از گناہ ہے کہ تصرفات ومعجزات کے بغیر تبلیغ امر محال ہے۔ حضرت شیخ فرید بخاری کو تحریر فرماتے ہیں

معجزات از نزد خدا است عزوجل بر ما تبلیغ احکام است (۱۷)

پھر واضح فرما دیتے ہیں کہ :-

Marfat.com

"در قیامت عذر نخواہد شنید کہ بے تصرف تبلیغ احکام شرعی نہ کرد"(۱۸)

تبلیغ دین کے اغراض و مقاصد

حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہٗ کی نظر میں تبلیغ دین کے دو بنیادی اغراض و مقاصد ہیں۔

(۱) تقویتِ ملت و عزت اسلام

(۲) ذلت و خواری کفر

ان دونوں کو ملا کر آپ نے ایک ناقابل تردید اصول مقرر فرمادیا ہے کہ
"عزت اسلام و اہل آں در خواری کفر و اہل کفر است"(۱۹)

یعنی۔ اسلام اور مسلمانوں کی عزت کفر اور کافروں کی ذلت و خواری پر منحصر ہے۔ اس لیے اسلام کی راہ میں، تقویت ملت کی خاطر حقیر سے حقیر قربانی بھی کروڑوں روپئے کے خطیر انعامات سے بھی کہیں زیادہ قیمتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ۔

"امروز اسلام بسیار غریب است جیتلے کہ امروز در تقویت دین صرف مے کند، کروڑ ہا می خرند"(۲۰)

آپ فرماتے ہیں کہ جس قدر کافروں کی عزت کا خیال رکھا جائے گا اسی حد تک مسلمان ذلیل و خوار ہوتے جائیں گے۔ گویا تعظیم و توقیر کفر اور تحقیر و تذلیل اسلام دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ اس اصول کو فراموش کر گئے تو پھر دین کی بربادی ہمارا مقدر بن چکی ہے اسی لیے تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"ہر قدر کہ اہل کفر را عزت باشد، ذلت در اسلام ہماں قدر است۔ ایں سررشتہ را نیک باید نگاہ داشت، اکثر مردم ایں سررشتہ را گم کردہ اند و از شومی آں دین را بر باد دادہ"(۲۱)

اور کافروں کی تحقیر و تذلیل کی واحد تدبیر یہی ہے کہ اسلامی احکام کی باقاعدہ اشاعت

Marfat.com

کی جائے اور مسلمانوں کو علوم شرعیہ کی باقاعدہ تعلیم دی جائے۔ خاص طور سے جہاں جہاں کافروں کا زور ہو، وہاں اور بھی اہتمام کے ساتھ تبلیغ اسلام کے مرکز قائم کیے جائیں۔ اسی لیے آپ ملا احمد برکیؒ کو ہدایت فرماتے ہیں کہ:۔

"قبولیت کی دولت حاصل کرتا ہے تو پھر آپ ان مقامات میں جہاں کفر و بدعات کا زور ہو علوم شرعیہ کی تعلیم دیں اور احکام فقہی کی اشاعت کریں" (۲۲)

اگرچہ آپ علمائے حق کو ارباب اقتدار سے دور رہنے کی تاکید فرماتے ہیں۔ پھر بھی اس نیک مقصد کی خاطر دربار تک رسائی حاصل کرنے کی ہدایات جاری فرماتے ہیں کہ

"بر مسلماناں لازم است کہ بادشاہ را از زشتی رسوم آں بدکیشاں اعلام بخشند و درد فع آں کوشند" (۲۳)

یعنی "ہر مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے بادشاہ کو ان بدکیش کافروں کی رسموں کی خرابیوں کا احساس دلائیں اور انہیں مٹانے کی خاطر ضروری کاروائی پر آمادہ کریں"

اور اسی لیے حضرت شیخ فرید بخاریؒ کو تلقین فرماتے ہیں کہ خلوت و جلوت میں جوں ہی اور جو بھی موقع ملے۔ قربت شاہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نفاذ شریعت پر اسے راغب کرتے رہیں۔ تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"چوں استطاعت و قرب بادشاہ بدرجہ اتم ایشاں را حق سبحانہ تعالیٰ میسر ساختہ است، در خلا و ملا در ترویج شریعت محمدی علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا کوشند و مسلماناں را از غربت برآرند"۔ (۲۴)

شرائط تبلیغ

(۱) ابلاغ حق ہی سے غرض رکھنا چاہیئے۔ "لفظ تبلیغ" کے لغوی مفہوم ہی سے

Marfat.com

اولیں شرط یہی مستنبط ہوتی ہے کہ صرف اور صرف "کلمہ حق" سے سروکار رکھنا چاہیئے وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ، ہماری غرض تو صرف کلمہ حق پہنچانا ہی ہے۔ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ کتنا ہی بڑا مرد میدان ہے جو عیش و عشرت کو ٹھکرا کر اس مقدس کام میں لگ جاتا ہے۔ اسے دنیوی شان و شوکت میسر ہے، خدم و حشم ہمہ دم اس کے اشاروں پر ناچنے کے لیے مستعد و استادہ ہیں مزیدار مرغن کھانوں سے کام و دہن لطف و لذت اٹھانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے، نقش و نگار سے مزین لباسہائے فاخرہ میں وہ جاہ و جلال کا پیکر نظر آتا ہے۔ پھر بھی دعوت حق پر لبیک کہتے ہوئے تبلیغ کا بارگراں سنبھال کر عجز و عاجزی کا نمونہ بن جاتا ہے۔ ایسی ہی شخصیت فلاح دارین کی دولتِ عظمیٰ سے مالا مال ہو کر بارگاہِ ایزدی میں نمایاں مقام پر فائز نظر آئے گی۔ خواجہ جہاں سے ارشاد فرماتے ہیں کہ ؎

من آنچہ شرط بلاغ است باتو می گویم
تو خواہ از سخنم پند گیر و خواہ ملال

ناکدام صاحبِ دولت باشد کہ بایں طمطراق دنیاوی و بایں خدم و حشم و بایں طعامہائے لذیذ و چرب و بایں لباسہائے فاخرہ بر شق "کلمہ حق" را بسمع قبولی استماع نماید ؎

گوششں از بار دُرِ گراں شدہ است
نشنود نالہ و فغان مرا (۲۵)

(۳) <u>دیوانوں کی طرح ابلاغ حق میں لگ جانا</u>: جب تک اپنی ہستی کو تج کر پوری لگن سے "ابلاغ حق" میں دیوانہ نہیں بن جاتا، گوہر مقصود نہیں مل سکتا۔ خان اعظم کو تلقین فرماتے ہیں کہ اس طرح پوری پوری لگن کے ساتھ احیائے سنت کے کام میں لگ جاؤ کہ دیکھنے والے بے اختیار چلا اٹھیں کہ یہ تو تبلیغ کی راہ میں دیوانہ ہو گیا ہے۔ اسی لیے ارشادِ نبوی ہے کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں کہلا سکتا جب تک لوگ یہ نہ کہنے لگیں کہ "یہ تو دیوانہ ہو گیا ہے"۔

Marfat.com

لَنْ یُؤْمِنَ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُقَالَ اِنَّہٗ مَجْنُوْنٌ (۲۶)

یعنی "تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن کہلانے کا مستحق قطعاً نہیں جب تک (دین کی راہ میں) لوگ اسے دیوانہ کہنے نہ لگیں"

اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

امتاں راز زندگی جذب دروں ؛ کم نظراین جذب را گوید جنوں

ہیچ قومے زیر چرخ لاجورد ؛ بے جنون ذوفنوں کارے نہ کرد

خواجہ مجذوب اسی حقیقت کو یوں بیان فرماتے ہیں کہ۔

بس اتنی سی حقیقت ہے ہمارے دین وایماں کی

کہ اس جان جہاں کا آدمی دیوانہ ہو جائے

(۳) علمائے حق کی خدمات حاصل کی جائیں :۔ چونکہ علمائے حق ذاتی مفاد سے بالاتر ہو کر فی سبیل اللہ دینی فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ اس لیے وہی تبلیغ کا کام مؤثر انداز میں بے لوث ہو کر سرانجام دے سکتے ہیں، ان کی بے غرض دینی خدمات کا اعتراف فرماتے ہوئے حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہٗ انہیں "علمائے دیندار" یا "علمائے آخرت" کے نام سے یاد فرماتے ہیں۔ انہیں علمائے حق کی شان میں یہ حدیث وارد ہوئی ہے کہ۔

"روز قیامت ان علما کے قلم کی روشنائی، خون شہدا کے مقابلے میں تولی جائے گی، تو روشنائی والا پلڑا خون والے پلڑے سے زیادہ بھاری نکلے گا" (۲۷)

علمائے حق کی اسی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے بادشاہ کی طرف سے ان کے انتخاب کے فیصلے پر خراج تحسین پیش فرماتے ہیں۔

شنیدہ شد کہ بادشاہ اسلام از حسن مسلمانی کہ در نہاد خود دارند بایشاں فرمودہ اند کہ چہار کس از علمائے دیندار پیدا کنند کہ ملازم باشند و بیان مسائل شرعیہ می کردہ باشند تا خلاف شرع امر واقع

Marfat.com

نشود۔ الحمد للہ وسبحانہ علیٰ ذٰلک (۲۸)

(۴) دنیوی تعیشات سے اجتناب: حضرت امام ربانی قدس سرہ نے مبلغ پر یہ شرط بھی لگائی ہے کہ وہ دنیوی تعیشات سے دور رہے اور اسے دنیا سے لگاؤ نہ ہو کیونکہ دنیا و آخرت میں سوتاپا ہے (۲۹) اور دونوں کا جمع ہونا گویا اضداد کا جمع ہونا ہے (۳۰) مرزا قلیج اللہ بن قلیج پر دنیا کی حقیقت انتہائی سادہ زبان میں واضح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "ہر وہ شے جو حق سے غافل کر دے، وہی دنیا ہے۔ زر زن، اولاد، جاہ و دولت، لہو و لعب اور فضول مشاغل میں مستغرق ہونے کا نام دنیا ہے"۔ تحریر فرماتے ہیں۔

اے فرزند، ہیچ می دانی کہ دنیا چیست؟ آنچہ ترا از حق سبحانہ، وتعالےٰ باز دارد پس از زن و فرزند و مال و جاہ و ریاست و لہو و لعب واشتغال را بالا یعنی ہمہ داخل دنیا است (۳۱)

(۵) اسلامی اخلاقیات کی پابندی: حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسلامی اخلاقیات کی پابندی پر بھی زور دیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ نجات اُخروی دو باتوں پر منحصر ہے۔

(۱) احکامِ خداوندی کی پابندی۔

(۲) خلقِ خدا سے شفقت کا برتاؤ۔ (۳۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکساری، نرمی، تحمل، عفو اور چشم پوشی کا حکم دیا ہے۔ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ۔

"سچے مومن کی پہچان یہی ہے کہ وہ اس اونٹ کی طرح عجز وانکساری کا مظاہرہ کرتا ہے جس کی ناک میں نکیل ہو، جسے کھینچتے ہی وہ فوراً ہی بلا جھجک بیٹھ جاتا ہے"! (۳۳)

خدمت خلق کی اہمیت واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ۔

خدمت خلق حکم خداوندی ہی کی بنا پر لازمی قرار دی گئی ہے ورنہ

Marfat.com

کس کی مجال تھی کہ اطاعت الٰہی کے سوا کسی اور کی خدمت میں مشغول ہوتا۔ پس انسانوں کی خدمت بھی خدا کی خدمت میں شمار ہوگی۔ (۳۴)

تبلیغ دین کی راہ میں ہجرت

تبلیغ کی خاطر ہجرت کو بھی آخری چارۂ کار کے طور پر دینی فریضہ قرار دیا گیا ہے۔ ہر طرف کفر و شرک کا غلبہ ہو، دشمنان اسلام دندناتے پھر رہے ہوں تو پھر ایسے عالم میں صاحب ایمان ہستیوں کو کسی محفوظ مقام پر ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اصحاب کہف نے اسی ہجرت کی بدولت اللہ تعالیٰ کی نظر میں اونچا مقام حاصل کرلیا۔ حق رفاقت ادا کرنے کی وجہ سے ان کے کتے کو بھی فضیلت حاصل ہوگئی۔ حضرت شیخ فرید رحمۃ اللہ علیہ کو لکھتے ہیں کہ

اصحاب کہف این ہمہ درجات کہ یافتند بواسطۂ یک حسنہ است وآں ہجرت بود از دشمنان حق سبحانہٗ تعالیٰ بنور یقین ایمانی در وقت استیلاء معاندان (۳۵)

یعنی۔ اصحاب کہف نے محض ایک نیکی کے واسطے سے یہ سب بڑے بڑے درجات حاصل کرلیے اور وہ ہے نیکی، دشمنان حق سے یقین ایمانی کے نورانی ماحول کی طرف ہجرت ایسے عالم میں کہ کافروں کو ہر طرف غلبہ حاصل تھا۔

خان اعظم کی توجہ بھی اسی حقیقت کی طرف مبذول کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔

اصحاب کہف نے ہجرت کے سوا اور کوئی عمل نہیں کیا تھا، مگر یہی عمل ان کی فضیلت کا سبب بن گیا (۳۶)

مرزا فتح اللہ حکیم کو بھی یہی بات لکھتے ہیں کہ۔

"اصحاب کہف ایں ہمہ بزرگی بواسطۂ یک ہجرت از مخالف دین یافتند (۳۷)

Marfat.com

فلسفۂ ہجرت لیکن ہجرت صرف نقل مکانی کا نام ہی نہیں ہے
کفر و شرک، نفاق و فساد اور نفس و نفسانیت سے چھٹکارا حاصل کرنے کا نام بھی ہجرت ہے۔ اسے باطنی ہجرت کہتے ہیں۔ مگر محض اپنی ذاتی فلاح کی خاطر کفر و نفاق اور نفسانی خواہشات سے نجات حاصل کرنے کو ہجرت نہیں کہتے۔ اس کے ساتھ ہی تبلیغی جہاد (جہاد قومی) کی قوت سے اپنے بھائیوں کو کافروں کے ظلمت و ضلالت سے گھرے ہوئے ماحول سے نکال کر ایمان افروز اسلامی ماحول میں لانے اور انہیں اللہ کی جماعت "حزب اللہ" میں پھر سے شامل کرنے کا نام ہجرت ہے۔

قید و بند کی صعوبتیں گوارا مگر جہانگیر کے خلاف محاذ آرائی گوارا نہیں۔ اس کے برخلاف مجدد اعظم رحمۃ اللہ علیہ یہی ہدایات صادر فرماتے رہے کہ شہنشاہ کے دربار میں دینی تبلیغ جاری رکھی جائے۔

آپ کے دور میں مسلمان انتہائی کس مپرسی کے عالم میں زندگی گزار رہے تھے۔ مسلمانوں کی مملکت تو برصغیر میں قائم تھی مگر زور تھا کافروں کا۔ یہ کافر مسلمانوں پر اس حد تک چھائے ہوئے تھے کہ ہندوانی سماج میں انہیں ضم کرنے میں بڑی حد تک کامیاب ہو گئے تھے۔ اسی لیے آپ اس دور کو "غربت اسلام" اور خود اسلام کو "غریب اسلام" قرار دیتے ہیں۔

ایسے عالم میں جب ہر طرف اور چاروں طرف کفر و کافری کا غلبہ ہو، اسلامی شعار مٹائے جا رہے ہوں، مسلمان کافروں کے معاشرے میں اس قدر رچ بس گئے ہوں کہ ان کے تہوار اور رسمیں بڑے جوش و خروش سے اور انتہائی احترام و عقیدت سے منا رہے ہوں۔ چند غیور مسلمان اسلامی حمیت و غیرت سے تڑپ کر اور دینی محبت و عقیدت سے سرشار ہو کر اسلامی شعار پھیلانے، دینی احکام کی بالاتری بحال کرنے اور سنت نبوی کو از سر نو فروغ دینے پر تل جائیں اور بے بس گمراہ مسلمانوں کو کافروں کے پنجے سے نکال کر انہیں راہ ہدایت پر دوبارہ گامزن کرنے کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیں تو اسے بھی ہجرت

کہتے ہیں۔ اس لیے ان عزت مند مبلغ کو اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ محض اس ہجرت کی بدولت اپنی رضائے سرمدی کی نعمت عظمیٰ سے مالا مال کر دے گا۔ حضرت امام ربانیؒ فرماتے ہیں کہ۔

"ان کی مثال ان سپاہیوں جیسی ہے جو تھوڑی سی تعداد میں ہونے کے باوجود ایسے عالم میں جانوں پر کھیل کر اپنے بادشاہ کی حمایت میں سربکف ہو کر لڑتے ہیں جب چاروں طرف سے دشمن نے یلغار کر کے شاہی فوج کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا ہو۔ تو پھر بادشاہ توقع سے زیادہ غیر معمولی انداز میں انہیں اعزاز و اکرام عطا فرماتا ہے"۔

یہی بادشاہ امن و امان کے دور میں انہیں ذرا سی بھی وقعت نہیں دیتا (۳۸)

اسی مثال کو پیش کرتے ہوئے حضرت شیخ فریدؒ کو لکھتے ہیں کہ۔

مثلاً سپاہیاں در وقت غلبہ دشمنان و استیلائے مخالفاں اگر اندک ترددے می کنند آں قدر نمایاں می شود و اعتبار می گیرد کہ در وقت امن اضعاف آں در چیز اعتبار نمی آید (۳۹)

تو پھر ایسے عالم میں حکم شریعت کے احترام میں تبلیغ کی خاطر تھوڑی سی جدوجہد بھی اللہ تعالیٰ کی نظر میں محبوب بننے کے لیے کافی ہے۔ اس لیے فرماتے ہیں "تو پھر ہے کوئی غیور صاحب دولت! جو آگے بڑھ کر رضائے ایزدی کا پرچم اٹھالے اور اتباع سنت اور متابعت شریعت کی دولت اپنے دامن میں سمیٹ لے"، یہی بات اسی مکتوب میں حضرت شیخ فریدؒ کو تحریر فرماتے ہیں کہ۔

تاکدام صاحب دولت را باعتبار اتباع سنت سنیہ او بنوازند و بمتابعت شریعت رضیہ او سرفراز سازند۔ امروز "عمل قلیل" را کہ مقرون بتصدیق حقیقت دین او ست علیہ الصلوٰۃ والسلام "العمل کثیر" برمیدارند (۴۰)

آخر میں اسی نعمت سرمدیؒ کو مدنظر رکھتے ہوئے الٰہی شیخ فریدؒ کو تلقین فرماتے ہیں کہ۔

Marfat.com

اگر "ہجرت ظاہری" میسر نہ شود، "ہجرت باطنی" را بکمال مرعی می باید داشت، بالیشاں بے ایشاں می باید بود (۴۱)

اسی ہجرت باطنی کی نعمتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خان اعظم کو احساس دلاتے ہیں کہ یہ جو "جہاد قولی" (تبلیغ دین) کی توفیق آپ کو میسر ہے، یہی "جہاد اکبر" کے برابر ہے۔ اس لیے اس موقع کو غنیمت جانیئے اور جہاں تک ہو سکے زبان سے دین کی حمایت کیجیے۔ اپنی گفتار کو "قتال" سے زیادہ مؤثر سمجھیے ہم جیسے بے دست و پا فقیر تو اس نعمت سے محروم ہیں (۴۲)

نفس امارہ کی غلامی سے نکلنے کو بھی ہجرت کہتے ہیں

عالم شباب میں غلبہ شہوت کے باوجود اگر کوئی نفسانی خواہشات کو کچل کر نفس امارہ کے خلاف جہاد کرتا ہے اور اس کی غلامی کا طوق اپنے گلے سے اتار کر خضوع خشوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے تو اسے بھی ہجرت باطنی کہیں گے۔ اس لیے ان سپاہیوں کی طرح اسے بھی اعزاز و کرام ملے گا جو اپنی جان خطر دل میں ڈال کر عین اس وقت اپنے بادشاہ کی امداد پر پہنچ جاتے ہیں جو "غلبۂ غنیم" کی وجہ سے پسپائی قبول کر چکا ہو یہی نہیں بلکہ اسے تو ان اصحاب کہف کی طرح رب ذوالجلال کی رضائے سرمدی حاصل ہو جائے گی جو کافروں کے غلبے سے نجات حاصل کرنے کی خاطر ہجرت پر مجبور ہو گئے تھے۔

اسی فلسفہ ہجرت پر روشنی ڈالتے ہوئے مرزا فتح اللہ حکیم کو لکھتے ہیں کہ۔

"کار آنست کہ باوجود مخاطرہ کردہ شود، سپاہیاں در وقت غلبۂ غنیم اگر اندک تردد می کنند، اعتبار بسیار پیدا می کند"۔

"صلاح جواناں بآں سبب اعتبار دارد کہ باوجود غلبۂ شہوت نفسانی خود را بصلاح آوردہ اند"۔

"اصحاب کہف ایں ہمہ بزرگی بواسطۂ یک ہجرت از مخالف دیں یافتند (۴۳)"

اسی لیے حدیث نبوی میں آیا ہے کہ عِبَادَۃٌ فِی الْھَرَجِ کَھِجْرَۃٍ اِلَیَّ،

Marfat.com

فتنۂ وآشوب حائل ہو رہے ہوں یا نفسانی خواہشات عالم ہیجان میں حارج ہو رہی ہوں۔ پھر بھی بارگاہ ایزدی میں سربسجود ہو کر اس کی عبادت میں مستغرق ہو جائیں تو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف ہجرت قرار دیا جائے گا (۴۴)

پس نفسانی ہیجان کے عالم میں منہیات سے بچنا عین عبادت ہے۔ اسی حقیقت کو حضرت امام ربانیؒ نے اپنے الفاظ میں یوں تحریر فرمایا ہے۔

پس "منافی" فی الحقیقت "عین باعث" است (۴۵)

ہجرت باطنی یا تبلیغ اسلام کی خاطر جتنی بھی اذیتیں اٹھانی پڑیں یا تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑے تو یہ بڑی سعادت و برکت کی بات ہو گی کیونکہ اس طرح ان انبیاء کے زمرے میں شمولیت کی نعمت حاصل کرنے کا زریں موقع مل جائے گا۔ جنہیں محض اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر نہ معلوم کتنی ایذائیں اور اذیتیں دی گئیں۔ اور ان سب کے مقابلے میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ تعذیب کا ہدف بنایا گیا حضرت شیخ فرید بخاری رحمۃ اللہ کو تحریر فرماتے ہیں کہ۔

چہ سعادت کہ دریں گفتگو جمعے باآزار رسند انبیاء علیہم الصلوات والتحیات در تبلیغ احکام شرعیہ چہ آزار ہا کہ نہ کشیدہ اند و محنت ہا کہ ندیدہ بہترین ایشاں علیہم من الصلوات افضلہا ومن التحیات اکملہا فرمودہ مَا اُوذِیَ نَبِیٌّ مِثْلَ مَا اُوذِیْتُ "(۴۶)

اسی بناء پر اس دولت عظمیٰ (تبلیغ دین) کے حصول کی تلقین کرتے ہوئے ملا احمدؒ برکی کو تحریر فرماتے ہیں کہ۔

قبولیت کی دولت حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ ان علاقوں میں جہاں کفر و بدعت کا دور دورہ ہو، علوم شرعیہ کی تعلیم دیں اور احکام فقہی کی اشاعت کریں۔ (۴۷)

شریعت اسلامیہ کی پابندی

حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہٗ انتہائی والہانہ انداز میں یہی فرماتے ہیں کہ

Marfat.com

شریعت اصل ہے اسے اساسی حیثیت حاصل ہے اس لیے مبلغ کی زندگی کا ہر لمحہ شریعت کے سانچے میں ڈھل کر رضائے ایزدی کے تابع ہونا چاہیے۔

شریعت

اس لیے آپ نے ہر مکتوب میں شریعت کی نوعیت، اہمیت اور افادیت پر بڑے ہی دل نشین انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ الآمدی کے مطابق شریعت سے مراد دین اسلام کے وہ تمام احکام ہیں جو فقہ اسلامیہ کے بنیادی ماخذ اربعہ کتاب، سنت، اجماع اور قیاس سے مستنبط ہیں۔

شریعت اسلامیہ زندگی کے ہر ہر شعبے پر محیط ہے اور عقائد، عبادات، معاملات اور اخلاقیات پر مشتمل ہے۔ عام طور سے یہی خیال کیا جاتا ہے کہ شریعت وطریقت دو متضاد نظریۂ حیات کا نام ہے، لیکن آپ نے اس جھوٹ کی بڑے شد و مد سے تردید کی ہے، اور دلائل سے ثابت فرمایا ہے کہ طریقت عین شریعت ہے اور دونوں میں بال برابر فرق نہیں۔ اس لیے ہر وہ بات مردود قرار پائے گی جو شریعت کے مخالف ہو۔ اس حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ نے ہماری رہنمائی کے لیے یہ قاعدہ کلیہ پیش کردیا ہے کہ۔

كُلُّ حَقِيقَةٍ رَدَّتْهُ الشَّرْعُ زَنْدَقَةٌ (۴۸)

یعنی "ہر وہ حقیقت جسے شریعت نے رد کر دیا ہو زندیقیت ہے"

اس طرح فی الحقیقت طریقت شریعت کی معاون یا طریقت شریعت کی خادم ہوئی۔ حضرت مجدد اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ۔

پس فی الحقیقت باطن کہ طریقت وحقیقت است متمم ومکمل ظاہر آمد کہ شریعت است (۴۹)

اس لیے واشگاف الفاظ میں اعلان فرما دیتے ہیں کہ سلوک وطریقت کے "احوال ومواجید" مقدمہ مقصود (MEANS) ہیں نہ کہ خود مقصود (END)

Marfat.com

پھر آپ کا کہنا ہے کہ یہ راز تقریباً دس سال تک اس راہ میں گامزن رہنے کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں منکشف ہوا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ۔

"لیکن بعد از عشرہ کاملہ حقیقت کما ہو بظہور آمد" (۵۰)

مقصود شریعت

تو پھر آخر مقصود شریعت کیا ہے؟ حضرت سید مانکپوری کو تحریر فرماتے ہیں کہ

"مقصود شریعت یہی ہے کہ نفس امارہ کی خواہشات مغلوب ہو کر رہ جائیں ۔ پس جو بھی اپنے نفس کو مغلوب رکھنا چاہتا ہے اس پر شریعت کی پابندی لازمی ہے ۔" (۵۱)

حضرت شیخ فرید بخاری کو تحریر فرماتے ہوئے اسی بات پر زور دیتے ہیں کہ

"حکمت در تکلیفات شرعیہ تعجیز و تخریب نفس امارہ است ۔ شرائع برائے رفع ہوائے نفسانی وارد شدہ اند ۔ ہر قدر کہ بمقتضائے شریعت عمل در آید ہماں قدر ہوائے نفسانی رو بزوال آرد" (۵۲)

اس لیے اپنی طرف سے شریعت کا احترام کیے بغیر ہزاروں سال بھی ریاضت مجاہدے میں گزار دیے جائیں تو ان کی کوئی حیثیت نہیں ۔ ہاں ان کے بجائے ایک اور صرف ایک حکم شرعی بجا لانے سے نفسانی خواہشات کو کچلنے میں بڑی مدد ملتی ہے ۔ اسی مکتوب میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ ۔

"لہذا اتیان یک حکم از احکام شرعیہ در ازالۂ ہوائے نفسانی بہتر است از ریاضات و مجاہدات ہزار سالہ کہ از نزد خود کردہ شود بلکہ ایں ریاضات و مجاہدات کہ بمقتضائے شریعت غرا دانع نہ شدہ اند، موید و مقوی ہوائے نفسانی اند ۔ برہمناں و جوگیاں در ریاضات و مجاہدات تقصیر نہ کردہ اند ۔ اما ہیچ از اینہا سود مند نہ گشتہ و غیر از تقویت نفس و تربیت آں ننمودہ" (۵۳)

اس طرح آپ تنبیہ فرماتے ہیں کہ شریعت کا لحاظ کیے بغیر جو بھی ریاضت کی جائے گی وہ ہوائے نفسانی کو تقویت پہنچانے میں موید ثابت ہو گی ۔ یہی وجہ ہے کہ برہمنوں

Marfat.com

اور جوگیوں کو اُن ریاضتوں سے نفسانی خواہشات بر لانے میں مدد ملتی ہے۔ یہ ہوس کے بندے اپنی سفلی خواہشات پوری کرنے کے لیے ریاضت و مجاہدہ کرتے ہیں نہ کہ تزکیہ نفس کی خاطر۔

حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہٗ کے نزدیک تو شریعت "ام جمیع کمالات" ہے۔ نہ صرف اس سے دنیوی فلاح حاصل ہوتی ہے۔ بلکہ کمالات اخروی اور تنعمات سرمدی کی نعمتیں بھی میسر آجاتی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ شریعت تو ایک "شجرۂ طیبہ" ہے جس کے بے شمار پھل یہاں وہاں جہاں جہاں ہر جگہ فیضیاب ہونے کے لیے دعوت فیض دے رہے ہیں۔ اسی نکتے کو سمجھاتے ہوئے مولانا حمید بنگالی کو تحریر فرماتے ہیں کہ۔

پس شریعت ام جمیع کمالات گشت۔ نتائج و ثمرات شریعت مقصود بریں نشا دنیوی نیست۔ کمالات نشا اخروی و تنعمات سرمدی نیز از ثمرات و نتائج شریعت است۔ پس شریعت شجرہ طیبہ آمد کہ دریں نشا و دراں نشا از ثمرات و فواکہ آں عالم منتفع است و جہاں جہاں فوائد از آنجا ماخوذ است (۵۴)

سنت و بدعت

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شریعت اساس ہے تو نبوت منتہائے معراج اس لیے منہاج نبوت پر گامزن ہو کر ہی ہم شریعت کے تقاضے کو پورا کر سکتے ہیں۔ ورنہ اتباع سنت کے بغیر محض اعمال شریعت کی پابندی سے فلاح و نجات نہیں مل سکتی۔ اسی بات کو واضح کرنے کے لیے صوفی قربان علی کو تحریر فرماتے ہیں کہ۔

فضیلت منوط بمتابعت سنت سنیہ او ست و مزیت مربوط باتیان شریعت او علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ (۵۵)

Marfat.com

اس لیے دونوں دنیا کی سعادتیں حاصل کرنا ہے تو سنت نبوی کی اتباع کو اپنا ایمان بنالیں، اگر کسی بھی لمحے اس کی خلاف ورزی کی جرأت کی گئی تو پھر تباہی و بربادی اور نکبت و ادبار کے قعرِ مذلت میں گر کر ہم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے فنا ہو جائیں گے۔ اس نکتے کی وضاحت انتہائی مؤثر تنبیہانہ انداز میں اسی مکتوب میں آپ نے یوں فرمائی ہے۔

پس سرمایۂ جمیع سعادات متابعت سنت است و ہیولائے جمیع فسادات خلاف شریعت (۵۶)

آپ بڑے دکھ کے ساتھ فرماتے ہیں کہ ہر ایک سنت کی خلاف ورزی پر تلا بیٹھا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ بدعتوں میں گھر کر ہندوانی رسموں کی پابندی کو عین سنت سمجھا جارہا ہے حالانکہ سنت و بدعت ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ایک کی زندگی دوسرے کی موت ہے اس لیے آپ نے اپنی ساری زندگی احیائے سنت اور رفع بدعت کے لیے وقف فرما دی۔

لیکن مشکل یہ آن پڑی کہ آپ کے دَور میں بدعت حسنہ کے نام سے نہ معلوم کتنی بے شمار غیر شرعی رسمیں پھیل چکی تھیں۔ اس لیے آپ نے بدعت کے خلاف سخت موقف اختیار فرمایا اور اعلان فرمادیا کہ خواہ کسی قسم کی بدعت ہو بدعت بدعت ہے۔ آپ نے اپنے موقف کا اظہار یوں فرمایا ہے۔ مفتی کابل خواجہ عبدالرحمٰن کو تحریر فرماتے ہیں کہ

"گفتہ اند کہ بدعت بر دو نوع است، حسنہ و سیئہ۔ حسنہ آں عمل نیک را گویند کہ بعد آں سرور و خلفائے راشدین علیہ وعلیہم من الصلوٰت اتمہا ومن التحیات اکملہا پیدا شدہ۔ باو رفع سنت ننماید۔ وسیئہ آنکہ را رفع سنت باشد (۵۷)

اس لحاظ سے ہر وہ بدعت جو رافع سنت ہے، بدعت سیئہ یا بدعت ضلالہ کہلاتی ہے آپ نے اسی بات کو ایک قاعدہ کلیہ کے تحت واضح فرمانے کی کوشش فرمائی ہے کہ دین میں اضافہ سنت کو منسوخ کر کے اسے آخر کار مٹا دیتا ہے

"اَلزِّیَادَۃُ نَسْخٌ وَالنَّسْخُ رَفْعٌ" (۵۸)

Marfat.com

آپ اس سخت موقف کا اظہار فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔

"اس زمانے میں یہ فقیر ہر بدعت کو ایک کلہاڑی سمجھتا ہے۔ جو اسلام کی جڑوں کو کاٹ رہی ہے اور ہر سنت کو ایک روشن ستارہ کہ تاریکی میں برابر رہنمائی کر رہا ہے" (۵۹)

بدعت کے بارے میں آپ کا یہ موقف اسلامی ایمانیات کے عین مطابق ہے البتہ ضروریات دین خواہ وہ عقائد ہوں یا فقہی احکام انہیں چھوڑ کر باقی معمولات زندگی کو عین بدعت قرار نہیں دیا جا سکتا بشرطیکہ اسلامی روح کو متاثر نہ کرتے ہوں لیکن علمائے سؤ نے بدعت حسنہ کے نام سے جن باتوں کو جائز قرار دیدیا ہے اور وہ حقیقتاً رافع سنت ہیں تو پھر انہیں بدعت ہی میں شمار کیا جائے گا مثلاً عمامے کو کفن میں شامل کرنا اور دستار کے شملے کو بائیں طرف کندھے پر ڈالنا (۶۰)۔ لیکن آپ نے شال، شلوار اور فرجی جیسے ملبوسات استعمال کرنے سے منع نہیں فرمایا ہے کیونکہ عرف و عادات کے مطابق یہ معمولات زندگی بن گئے ہیں۔ اس موقف کی وضاحت فرماتے ہوئے آپ میر محمد نعمان کو تحریر فرماتے ہیں کہ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات دو نوعیت کے ہیں۔ ایک بطریقہ عبادات دوسرے بطریقہ عرف و عادات۔ جو معمولات عبادات کے تحت آتے ہیں، انہیں رفع کر کے ان کے مقابلے میں دوسرے معمولات رائج کرنے کو میں بدعت قرار دیتا ہوں اور ان کی ممانعت واجتناب میں مبالغہ اختیار کرتا ہوں کیونکہ یہ دین میں اضافہ ہے اور اسی لیے یہ کھلی گمراہی ہے لیکن کسی دوسرے معمول کو عرف و عادات کے رنگ میں اپنا لیا جائے تو اسے میں بدعت نہیں سمجھتا اس لیے ان کی (فرجی، شلوار) ممانعت میں مبالغہ اختیار نہیں کرتا کیونکہ ان کا تعلق دین سے نہیں ہے۔ اور ان کا وجود و عدم عرف و عادات پر مبنی ہے نہ کہ دین و ملت پر۔ کیونکہ ایک شہر کی رسم و رواج (عرف) دوسرے شہروں کی رسم و رواج سے

Marfat.com

مختلف ہوتی ہیں اور اسی طرح ایک ہی شہر میں زمانوں کے بعد و تفاوت کی بدولت پہلے ایک رواج مقبول تھا، پھر اس کی جگہ بعد میں دوسرے رواج نے لے لی۔ پھر بھی یہ خیال رہے کہ سنت عادی کا احترام انتہائی مفید اور باعث سعادت ہے (۶۱)

"مع ذٰلک رعایت سنت عادی نیز مثمر نتائج است و منبع سعادات"

بدعت پر آپ کے موقف کو سمجھنے کے لیے درج ذیل باتوں کو ذہن نشین کرنا چاہیئے

(۱) صرف ان عقائد و احکام کو تسلیم کیا جائے جو کتاب و سنت و اجماع کے مطابق ہوں، تاکہ اہل بدعت اہل سنت میں شامل ہو کر ہمارے عقائد کو خراب نہ کردیں (۶۲)

(۲) قیاس و اجتہاد بدعت میں داخل نہیں وہ تو نصوص کے مفہوم کو واضح کرتے ہیں کسی امر زائد کو ثابت نہیں کرتے کہ بدعت کا احتمال پیدا ہو سکے۔ (۶۳)

(۳) فرقہ ناجیہ اہل سنت کے علاوہ باقی بہتر ۷۲ فرقے ضلالت و گمراہی کا راستہ اختیار کر چکے ہیں اور ان کے پیشوا علمائے سوء ہیں (۶۴)

(۴) ہر بدعتی اور گمراہ فرقے نے اپنے زعم فاسد سے یہ بات گھڑ لی ہے کہ ان کے عقائد فاسدہ کتاب و سنت سے ماخوذ ہیں۔ (۶۵)

(۵) فرقۂ روافض تمام فرقوں میں بدترین بدعتی فرقہ ہے۔ (۶۶)

(۶) خطبے سے خلفائے راشدین کا نام خارج کرنا بدعت ہے، کیونکہ خطبے میں خلفائے راشدین کا ذکر اہل سنت و جماعت کے شعائر میں سے ہے (۶۷)

(۷) اہل سنت کے حلقے سے علاحدہ ہونے والے تمام فرقے بدعتی ہیں اور ان میں سرفہرست خوارج و روافض ہیں۔ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ۔

"درمیان جمیع آں طوائف فرقہ خوارج و روافض دور از معاملہ اند" (۶۸)

(۸) رد رسم شرک و کفر کی تعظیم بھی شرک میں داخل ہے۔ کفر و اسلام دونوں کی بیک وقت تصدیق کرنے والے اور ان دونوں کے احکام پر مجموعی طور سے عمل کرنیوالے مشرک ہیں"۔ یاد رکھو!

Marfat.com

"کفر اور مراسم کفر سے بیزاری شرط اسلام ہے" (۶۹)

(۹) ان دونوں (رافضی و ہنود) میں سے ہر ایک کفار میں شامل ہیں۔ حقیقت کفر ان میں ثابت ہے۔ (۷۰)

مندرجہ بالا نکات سے ثابت ہو جاتا ہے کہ کافروں، ہندوؤں اور غیر ناجی فرقوں کے عقائد و رواسم کو بدعت میں شمار کیا جائے گا۔ یہ غیر ناجی فرقے اور ان کے ماننے والے وہ لوگ ہیں جو اہل سنت کی جماعت سے نکل کر گمراہ ہو گئے مثلاً خارجی، معتزلی، رافضی، جبریہ، قدریہ اور دوسرے وہ تمام فرقے جو بعد میں وقتاً فوقتاً فرقہ ناجیہ اہل سنت وجماعت کے شعار کو چھوڑ کر بدعتی و گمراہ بن گئے۔

ضابطۂ شریعت

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے ہماری رہنمائی کے لیے ایک جامع متوازن اور قابل عمل ضابطۂ شریعت تجویز فرمایا ہے یہ ضابطۂ شریعت مذہب اہل سنت کے نفاذ اس کی حفاظت و دفاع کی غرض سے پیش کیا گیا ہے۔ اس ضابطۂ شریعت کی نشاندہی آپ کے مکتوبات میں مختلف طریقوں سے کی گئی ہے۔ ان مکتوبات میں خاص طور سے دفتر اول کے مکتوبات ۵۹، ۷۵، ۴۷، ۱۷۷، ۱۹۳، اور ۲۶۶، اور دفتر دوم کے مکتوب ۶۷ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ضابطۂ شریعت درج ذیل ارکان پر مشتمل ہے۔

عقائد صحیحہ پر ایمان | سب سے پہلے اہل سنت کے علمائے حق کی رہنمائی میں کتاب، سنت اور آثار صحابہ کے مطابق اپنے عقائد کی اصلاح و تصحیح کی جاتی ہے۔ ائمہ فقہائے مذہب اہل سنت وجماعت کے مطابق جو عقائد بیان کیے ہیں انہیں سمجھ کر ایمان لانا اس ضابطۂ شریعت کا اصل الاصول رکن ہے۔ اسے اعتقادی رکن بھی کہتے ہیں۔

Marfat.com

احکام فقہ سے واقفیت شرعی احکام پر عمل کرنے کی غرض سے سب سے پہلے ان کا علم ہونا، انہیں سمجھنا ضروری ہے، فرائض و سنن، واجبات و مستحبات حلال و حرام اور مکروہات و مشتبہات کا علم حاصل کیے بغیر صحیح طریقے سے شریعت پر عمل ناممکن ہے۔ اسے اصولی رکن کہتے ہیں۔

احکام شرعیہ پر عمل اہل سنت کے علمائے حق کی رہنمائی اور آئمہ فقہا کے مذہب کے مطابق احکام شرعیہ پر پابندی سے عمل کرنا لازمی ہے۔ اسے عملی رکن کہتے ہیں۔

تزکیۂ نفس صوفیائے کرام کی رہنمائی میں تزکیہ و تصفیۂ نفس۔ بلاشبہ اسی پر کمال اسلام موقوف ہے۔ اسے استحسانی رکن کہتے ہیں۔

دفتر اول کے مکتوب ۱۵۷ میں اسی ترتیب سے ضابطۂ شریعت کے ارکان اربعہ کی نشاندہی کی گئی ہے۔ ضابطۂ شریعت کے یہ چاروں ارکان ایک دوسرے سے اس طرح منسلک و مربوط ہیں کہ ان پر مجموعی طور سے باضابطہ عمل کر کے ہی مسلمان صحیح معنوں میں مسلمان بنتا ہے۔ یہ چاروں ایک دوسرے کے تتمہ و تکملہ ہیں۔ جس طرح سنت فرض کی مکملہ ہے، یہی نوعیت ان چاروں کی ہے، ان کے علاوہ جو کچھ بھی ہے فضولیات میں شامل ہے۔ اس حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے حکیم عبدالوہاب کو تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"بعد ازیں چہار رکن با متممات و مکملات اینہا، کالسنۃ

مکملۃ للفرض۔ ہرچہ ہست از فضول است" (۱۷)

اس لیے صرف اور صرف اسی ضابطۂ شریعت کی مکمل پابندی سے فلاح دارین مل سکتی ہے۔ ان کے علاوہ کسی اور بات کو ماننا "فضولیات" میں شامل ہوگا۔ اور "مالا یعنی" کے دائرے میں داخل۔ مسلمان وہی ہے جو "مالا یعنی" (فضولیات) کو ترک کر کے صرف "ما یعنی" (شرعی ضابطہ) کی پابندی پوری لگن سے کرتا ہے اسی لیے حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ۔

Marfat.com

وَمِن حُسنِ الاسلامِ المرءِ ترکہ ما لا یعنیہ واشتغالہ بمایعنیہ۔ (۷۲)

نفاذ شریعت میں ارباب اقتدار کا کردار

اس شرعی ضابطے کے تحت نفاذ شریعت ارباب اقتدار پر فرض ہے ۔

گوئے توفیق وسعادت درمیاں افگندہ اند ⁂ کس بمیداں درنمی آید سواراں راچہ شد

آپ نے تکلیف و نفاذ شریعت کے لیے ارباب اقتدار کے کردار پر سب سے زیادہ زور دیا ہے۔ کیونکہ ان کی غفلت و تساہل سے ہر طرف فتنہ و فساد پھیل جاتا ہے۔ لاقانونیت، انتشار اور بدامنی کی لہر دوڑ جاتی ہے اور قتل و غارتگری، لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہو جاتا ہے۔ اس لیے اوامر کی تنفیذ تکلیف شرعی ہے جو باعث زحمت نہیں، سرچشمہ رحمت ہے۔ حضرت خواجہ عبداللہ اور خواجہ عبیداللہ کو اس نظام شریعت کی پابندی اور اس کی افادیت پر تحریر فرماتے ہیں۔

"نظام عالم منوط بایں تکلیف است کہ ہر یکے را بطور خود می گزاشتند، غیر از شرارت و فساد بظہور نمی آید۔ وہر بوالہوس در نفس ومال دیگرے دست درازی می کرد و از خبث و فساد پیش می آید۔ ہم خود ضائع می شد وہم او را ضائع می ساخت۔ عیاذاً باللہ اگر زواجر و موانع شرعی نمی بودند۔

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ ○

اگر چوب حاکم نہ باشد ز پیے ⁂ کند زنگی مست در کعبہ قے

باآں کہ گوییم کہ او تعالیٰ مالک علی الاطلاق است و عباد مملوک او بند سبحانہ پس ہر حکم او تصرفے کہ در ایشاں فرماید، عین خیر و صلاح است و از مشابہ ظلم و فساد منزہ است" (۷۳)

اس لیے نفاذ شریعت اور نظام اسلام کے قیام میں بادشاہ یا سربراہ مملکت کو کلیدی

حیثیت حاصل ہے حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں اسی لیے حضرت شیخ فریدؒ کو لکھتے ہیں کہ اس جہان میں بادشاہ کی حیثیت دل کی طرح ہے۔ حرکت قلب میں خلل پڑنے سے سارا جسمانی نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح بادشاہ باکردار نہ ہو تو نظام مملکت میں انتزاع کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"بادشاہ نسبت بعالم در رنگ دل است۔ بداں کہ اگر دل صالح است بدن صالح است و اگر فاسد است فاسد۔ صلاح بادشاہ صلاح عالم است و فساد او فساد عالم" (۷۴)

خان جہان پر بادشاہ کے اس اہم کردار کو واضح کرنے کے لیے تحریر فرماتے ہیں کہ

"بادشاہ کی حیثیت روح کی طرح ہے۔ روح صحت مند ہے تو جسم بھی صحت مند ہے روح فاسد ہو گئی تو جسم میں بھی فساد پھیل جاتا ہے" (۷۵)

اکبری دورالحاد ختم ہوتے ہی وہ تمام رکاوٹیں ختم ہو گئیں جو نفاذ شریعت کی راہ میں حائل تھیں۔ یہ خوشخبری سنتے ہی کہ بادشاہ بھی نفاذ شریعت کی طرف رجحان رکھتا ہے عوام میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور وہ ہر طرح سے حتیٰ کہ بزور قوت دست دبازو بھی اس کا ساتھ دینے پر تل گئے۔ ان حالات کا احساس دلاتے ہوئے شیخ فرید بخاریؒ کو تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"امروز کہ نوید زوال مانع دولت اسلام و بشارت جلوس بادشاہ اسلام بگوش خاص و عام رسیدہ، اہل اسلام بر خود لازم دانستند کہ ممد و معاون بادشاہ باشند و ترویج شریعت و تقویت ملت نمایند۔ ایں امداد و تقویت بزبان میسر شود، خواہ بدست" (۷۶)

اس لیے آپ بے قرار ہو کر بھی کوشش فرماتے ہیں کہ بلا تاخیر نفاذ شریعت کا عمل شروع ہو جائے کیونکہ مزید تاخیر، ٹال مٹول اور تساہلی سے مسلمان ان گنت دشواریوں میں پھنس جائیں گے۔ اسی مقصد سے لالہ بیگ کو تحریر فرماتے ہیں کہ۔

Marfat.com

"در ابتدائے بادشاہت اگر مسلمانی رواج یافت و مسلمانان اعتبار پیدا کردند۔ فبہا۔ واگر عیاذاً باللہ سبحانہ در توقف افتاد، کار بر مسلمانان بسیار مشکل خواہد شد۔ الغیاث، الغیاث، ثم الغیاث الغیاث" (۷۷)

اس بنا پر آپ کی خواہش ہے کہ جہانگیری اُمرا آگے بڑھیں اور "علمائے دیندار" کی خدمات حاصل کر کے نفاذ شریعت میں بادشاہ کا ہاتھ بٹائیں، ہر طرح سے اسکا ساتھ دیں۔ اور شاہی اقدامات کو کامیاب بنانے کے لیے اپنے سارے ذرائع استعمال کریں۔ حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہ کو اس بات کا احساس ہے کہ بادشاہ، عقیدتمند امرار اور علمائے حق نفاذ شریعت کی مثلث کے تین اہم بازو ہیں اور ان تینوں کے مؤثر فعال کردار ہی سے اسلامی نظام نافذ العمل ہو سکتا ہے۔ آپ کو اپنی بے بضاعتی کا احساس ہے لیکن ذات خداوندی پر اعتماد کامل ہے کہ ان تینوں کو ایک مرکز پر جمع کر کے آپ اس گوہر مقصود کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ مفتی اعظم صدر جہاں کو تحریر فرماتے ہیں کہ سادات عظام اور علمائے کرام مل کر مسلمانوں کی رہنمائی کریں گے اور دین متین کی تنفیذ و اشاعت کا فریضہ سرانجام دیں گے۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

"یقین است کہ منتہایان اسلام از سادات عظام و علمائے کرام در خلا و ملا متصدی از دیاد ایں دین متین و تکمیل ایں صراط مستقیم خواہند بود۔ بے سر و برگے دریں باب چہ در از نفسی نماید" (۷۸)

اسی بات پر زور دیتے ہوئے صدر جہاں کو تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"اب جبکہ بادشاہت میں انقلاب رونما ہو چکا ہے اور دیگر مذاہب کا عناد بھی ختم ہو رہا ہے تو علما و وزرا دونوں پر لازم ہے کہ ترویج شریعت پر پوری پوری توجہ مبذول کریں۔ اور سب سے پہلے ارکان اسلام کو از سر نو قائم کریں" (۷۹)

اور بادشاہ کو تو مرکزی و کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ اس لیے اپنے عقیدتمند امرا میں سے ہر ایک پر زور دیتے ہیں کہ بادشاہ کو بار بار اور ہر موقع پر اس مقدس کام پر

Marfat.com

آمادہ کرتے رہیں۔ خان جہان پر زور دیتے ہیں کہ۔

"بادشاہ اہل سنت میں سے ہے اور حنفی مذہب رکھتا ہے۔ چونکہ وہ آپ کی ہر بات توجہ سے سن کر مان لیتا ہے اس لیے اسے کلمۂ حق سناتے رہیں۔ تو پھر آپ کو بہت بڑی سعادت مل جائے گی۔ موقع کے منتظر رہا کریں، جوں ہی موقع ہاتھ آئے اسے دین حق کی تلقین کریں اور کفر کے ابطال پر بھی زور دیتے رہیں"۔ (۸۰)

آپ بار بار امراء پر زور اس لیے دیتے ہیں کہ بادشاہی کے فرمان سے نفاذ شریعت کا عمل مؤثر اور تیز ہو سکتا ہے۔ آپ اسی بات کو یوں فرماتے ہیں کہ۔

اَلشَّرۡعُ تَحۡتَ السَّیۡفِ

یعنی شریعت تلوار ہی کے تحت مؤثر انداز میں نافذ العمل ہو سکتی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ شریعت تلوار کی نوک پر یا ڈنڈے کے بل پر نافذ ہو سکتی ہے بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ بادشاہ، سربراہ مملکت اور ارباب اقتدار کے حکم پر ان کے فرمان سے اور ان کی ایما پر تنفیذیہ اور انتظامیہ کے ادارے اسلامی نظام کو نافذ کرتے ہیں اور اوامر و نواہی بیز حد و د و تعزیرات کو جاری کر کے اسے مؤثر انداز میں قائم رکھتے ہیں۔ اکبر الٰہ آبادی اسی لیے فرماتے ہیں کہ ؎

نہ ہو مذہب میں گر زور حکومت ؞ تو وہ کیا ہے فقط ایک فلسفہ ہے

اسی حقیقت کا احساس دلاتے ہوئے خان اعظم کو تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"عقلا نے یہ کیا خوب کہا ہے کہ "الشرع تحت السیف" یعنی شریعت کا نفاذ ارباب اقتدار سے وابستہ ہے اور شریعت کی رونق سلاطین کے دم سے ہے لیکن آج کل معاملہ بالکل برعکس نظر آتا ہے ایسے عالم میں کفر و اسلام کے معرکے میں آپ جیسے مرد میدان کی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ آپ کا مؤید و ناصر ہو"۔ (۸۱)

Marfat.com

فرقۂ ناجیہ — اہلِ سنت وجماعت

حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہ صرف اور صرف اہل سنت وجماعت کو "فرقہ ناجیہ" قرار دیتے ہیں۔ دوسرے ۷۲ فرقوں کو آپ غیر ناجی، گمراہ، بدعتی اور باطل فرقے سمجھتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک خود کو حق پر سمجھتا ہے اور "حزب اللہ" میں شامل کر کے خوشی ومسرت کا اظہار کرتا ہے۔ لیکن پیغمبر برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرقہ ناجیہ کی تمیز وپہچان کے لیے ایک اہم علامت کی نشان دہی فرمائی ہے اور وہ علامت ہے ارشاد نبوی کے مطابق کہ صرف وہی حق پر ہیں جو میری سنت اور میرے اصحاب کی سنت پر عمل پیرا ہیں۔ فرمان رسالت ہے کہ

اَلَّذِیْنَ ھُمْ عَلٰی مَآ اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ (۸۲)

اس لیے وہی فرقہ نجات اُخروی کا مستحق ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طریقوں کی اتباع کر کے احکام شریعت کی تعمیل بجا لائے کیونکہ آپ کے صحابہؓ کی اطاعت کے بغیر آپ کی اطاعت کی شرط پوری نہیں ہوسکتی اس لیے اطاعت خداوندی کا تصور ہی ان دونوں کی اطاعت کے بغیر داخل معصیت ہے۔ جو اتباع صحابہ کے بغیر اپنی نجات کا خواب دیکھ رہے ہیں وہ خود فریبی کا شکار ہیں۔ اور زعم باطل میں مبتلا درحقیقت وہ جھوٹے اور ریاکار ہیں۔ اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ الْکٰذِبُوْنَ، دیکھو! یہی لوگ ہی تو جھوٹے اور دروغ گو ہیں۔ چونکہ اہل سنت اتباعِ رسالت کے تحت اتباع صحابہ کو اپنا شعار مانتے ہیں اس لیے مذکورہ فرمان نبوی کے مطابق نجات اخروی اور فلاح سرمدی کے حق دار، حق گو، حق پرست فرقۂ ناجیہ کہلانے کے مستحق صرف اور صرف اہلسنت وجماعت ہیں اس حق بات کی تائید میں مرزا فتح اللہ حکیم کو تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"ذ شک نیست فرقۂ کہ ملتزم اتباع اصحاب آں سرور اند علیہ وعلیہم الصلوٰت والتسلیمات اہل سنت وجماعت اند شکر اللہ سَعْیَھُمْ فَھُمُ الْفِرْقَۃُ النَّاجِیَۃُ" (۸۳)

Marfat.com

حضرت امام ربانی فرماتے ہیں کہ اصحاب پیغمبر رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر طعن کرنیوالے خود بخود اتباع پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سعادات سے محروم ہو گئے۔ اس لیے رافضی، خارجی، معتزلی مذہب محدث یا بدعتی مذاہب کے پیرو ہیں۔ اہلسنت کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اصحاب سید البشر ؐ سے بغض و عداوت نہیں رکھتے۔ اسی لیے وہ حضرت عثمان۔ حضرت علی۔ حضرت معاویہ یا کسی اور صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تنقیص گوارا نہیں کرتے بلکہ ان کی تعظیم و توقیر کو اپنا شعار مانتے ہیں۔ لیکن خارجی ان کی تنقیص میں جھجک محسوس نہیں کرتے اس لیے وہ غیر ناجی، گمراہ اور بدعتی ہیں۔

اہل سنت کی سب سے بڑی شناخت یہ ہے کہ وہ تفضیل شیخین (حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ) اور مودت ختنین رضؓ (حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ) پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس لحاظ سے حضرت علیؓ سے محبت و عقیدت اہل سنت ہونے کے لیے شرط ہے۔ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ یہی بات محمد تقی کو تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"پس محبت امیر رضؓ شرط تسنن آمد و آنکہ ایں محبت ندارد از اہل سنت و جماعت خارج گشت و خارجی نام یافت"۔ (۸۴)

بالکل اسی طرح وہ جماعت بھی حق پر نہیں جو حضرت علی سے اظہار محبت و عقیدت میں افراط و غلو پر اتر آئی ہے اور نہ صرف خلفائے راشدین رضؓ میں سے اولین تین اصحاب کرام رضؓ بلکہ دوسرے کئی اصحاب خیر البشر رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر سب و شتم اور طعن بھیجنے کو اپنا جز و ایمان سمجھتی ہے۔ چونکہ اس جماعت نے اصحاب کرام رضؓ تابعین اور سلف صالحین کے طریقوں کو مسترد کر دیا ہے۔ اس لیے رافضی کے نام سے مشہور ہوئی۔

اہل سنت و جماعت نے متوسط، اعتدال کی راہ اختیار کی نہ تو روافض کی طرح محبت امیر رضؓ میں غلو و افراط برتتے ہیں اور نہ ہی خوارج کی طرح آپ کی تفریط و تنقیص گوارا کرتے ہیں۔ اسی لیے یہ وسط میں رہے اور وسط میں رہنے والے حق پر قائم رہتے ہیں۔ حضرت امام ربانی رحؒ اسی بنا پر انہیں برحق فرقہ ناجیہ قرار دیتے ہیں تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"پس اہل سنت متوسط اند درمیان افراط محبت امیر رضؓ و تفریط آں محبت ۔۔۔ ا

"پس اہل سنت متوسط اند درمیان افراط محبت امیرؓ تفریط آں
کہ روافض وخوارج اختیار کردہ اند وشک نیست کہ حق دروسط
است وافراط وتفریط ہردو مذموم" (۸۵)

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات پر زور دیا ہے کہ محبت امیر رفض نہیں بلکہ خلفائے ثلاثہ سے اظہار بیزاری کو رفض کہتے ہیں۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ حب آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رفض قرار دیا جائے تو سارے جن وانس گواہی دیں گے کہ ہم بھی رافضی ہیں۔

لَوْکَانَ رَفْضًا حُبُّ اٰلِ مُحَمَّدٍ ۔۔۔ فَلْیَشْہَدِ الثَّقَلَانِ اَنِّیْ رَافِضٌ

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل سنت صرف اس بات کے گنہگار ہیں کہ وہ محبت اہل بیت کے ساتھ تمام اصحاب کرام کی تعظیم وتوقیر کو اپنا شعار قرار دیتے ہیں اور اسی کو عین تسنن سمجھتے ہیں۔ تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"گناہ اہل سنت ہمین است کہ با محبت اہل بیت تعظیم وتوقیر جمیع اصحاب آنسرور
می نمائید، علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات وہیچ یکے را از اینہا باوجود منازعات
ومخالفات یک دیگر بہ بدی یاد نمی کنند واز ہوا وتعصب دور می دارند از
جہت تعظیم صحبت پیغمبر علیہ وعلی آلہ الصلوات والسلام وتکریم مصاحبان او
علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام مَعَ ذٰلِکَ محق را محق می گویند ومبطل را مبطل" (۸۶)

اسی طریقۂ وسطی کو اہل سنت نے اختیار کیا اس لیے وہ برحق ناجی قرار پائے۔

"ھٰذَا ھُوَ الطریق الوسط بین الافراط والتفریط اختارہ اھل
السنۃ وھو الطریق الاسلم والسبیل الاحکم" (۸۷)

یعنی۔ "افراط وتفریط کے درمیان یہی طریقۂ وسطی ہے جسے اہل سنت نے اختیار
کیا اور یہی محفوظ ترین سلامتی کا راستہ اور مستحکم ترین وسیلہ ہے۔"

اور اس فرقہ ناجیہ کے برحق ہونے کے حق میں یہ حدیث بھی بین دلیل کی حیثیت رکھتی ہے۔ ارشاد نبوی ہے کہ۔

"میری امت ۷۳ فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی، انہیں سے سب فرقے

Marfat.com

دوزخ میں ڈالے جائیں گے سوائے ایک کے۔ اصحابِ کرامؓ نے پوچھا کہ وہ ناجی فرقہ کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ فرقہ جو میرے اور میرے اصحابِ کرامؓ کے طریقے پر چلے گا"

لیکن اس سے یہ نہ سمجھ لینا کہ باقی فرقے ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے کیونکہ یہ تو (عذاب مخلد) کافروں کے لیے مخصوص ہے۔ ہاں یہ فرقے اپنے غلط عقیدوں کی پاداش میں عذاب (عذاب موقت) میں مبتلا رہیں گے۔ پھر نجات ملنے پر جنت میں داخل کیے جائیں گے۔(۸۸)

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے سید محمود کو تحریر فرماتے ہوئے جو کچھ اس ناجیہ فرقے کی حقانیت اور غیر ناجی فرقوں کے ابطال پر مسکت انداز میں تبصرہ کیا ہے وہ آپ کے تدبر، بالغ نظری اور رواداری کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ فرماتے ہیں کہ:-

"فطوبیٰ لمن رزق لمتابعتهم وشرف بتقليدهم والويل لمن خالفهم واعتزل عنهم ورفض عن اصولهم وخرج عن زمرتهم فضلوا واضلوا فانكر الرؤية والشفاعة وخفي عليهم فضيلة الصحبة ورفض الصحابة وحرموا عن محبة اهل بيت الرسول ومودت اولاد البتول فمنعوا عن خير كثير نالها اهل السنة" (۸۹)

یعنی۔ پس فلاح و خوش حالی کی خوشخبری ہے ان مومنوں کے لیے جنہیں اہلسنت وجماعت کی متابعت کی توفیق و سعادت ہو حاصل ہوئی اور انکی تقلید سے مشرف ہوئے۔ اور وائے بدبختی ان لوگوں کی جنہوں نے اہلسنت کی مخالفت کی اور اعتزال کے مرتکب ہوئے (جیسے معتزلہ) اور ان کے اصولوں سے بیزاری ظاہر کر کے ان کی خلاف ورزی کی (جیسے رافضی) اور ان کے زمرے سے خارج ہو گئے (جیسے خارجی) اور خود گمراہ ہو گئے اور دوسرے بھی ان کے ورغلانے پر گمراہ ہو گئے۔ پس رویت حق سے منکر

Marfat.com

ہو گئے اور شفاعت پیغمبر کی تکفیر کے مرتکب ہوئے۔ صحبت و رفاقت نبوی اور فضل صحابہ سے تجاہل عارفانہ سے کام لیا۔ اور اہل بیت کی محبت اور اولاد بتول کی مودت سے محروم رہے۔ تو پھر اس خیر کثیر سے ہاتھ دھو بیٹھے جو فضل خداوندی سے اہل سنت کو ودیعت ہوئی ہے۔"

مَقَامِ مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مَا اِنْ مَدَحْتُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِیْ
لٰکِنْ مَدَحْتُ مَقَالَتِیْ بِمُحَمَّدٍ

ترجمہ:۔ بہ سخن نہ من ستودم ذاتِ محمدی را۔ لیکن باسمِ احمد بستودہ ام سخن را(۹)

مکتوبات امام ربانی کا ہر ہر لفظ عشق و محبت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوبا ہوا رچا بسا ہے۔ دراصل آپ کے مکتوبات کا عنوان ہی عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس لیے آپ نے مقام و حقیقت مصطفویہ کو انتہائی والہانہ انداز میں سمجھانے کی کوشش فرمائی ہے تاکہ ہماری عقل و فکر کا محور آپ ہی کی ذات اقدس رہے اور ہمارا قدم اتباع رسالت میں لغزش کھانے سے بچا رہے۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے بار بار اپنے مکتوبات میں یہی فرمایا ہے کہ "محبوب رب العالمین" صلی اللہ علیہ وسلم رضائے رب العالمین کا نمونہ ہیں حضرت شیخ درویش کو تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"محبوب اپنے محب کی پسند ہوتا ہے، اس لیے اس نے اپنے محبوب کو وہ سب کچھ عطا فرما دیا جو اس کے پاس تھا، اسی لیے ارشاد فرماتا ہے کہ۔
اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ۔ بلا شبہ یقیناً آپ خلق عظیم کے پیکر مجسم ہیں۔ اس طرح آپ کو "خلق عظیم" کی مسند منور پر جلوہ افروز فرما کر ساری کائنات پر واضح فرما دیا کہ آپ ہی سارے نبیوں اور رسولوں

Marfat.com

ہیں امتیازی شان سے اپنی تمام جلوہ فرمائی کے ساتھ صراط مستقیم راہ ہدایت اور سیدھے راستے کے مالک و صاحب ہیں"۔

"انک لمن المرسلین علی صراط مستقیم"

یعنی۔ بلاشک آپ ہی کو تمام پیغمبروں میں برگزیدہ قرار دیکر "صراط مستقیم" کا حامل بنادیا گیا۔ اور یہی نہیں بلکہ آپ ہی کو صراط مستقیم قرار دیکر ہدایات صادر فرمادیں کہ دیکھو، اسی کی پیروی کرو، کسی اور راستے کی طرف بھٹک نہ جانا ورنہ دوزخ (عتاب خلد) تمہارا مقدر بن جائے گی۔ ارشاد ایزدی ہے کہ۔

ان ھٰذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعو السبل

یعنی۔ بلاشبہ یہی تو ہے میری "صراط مستقیم"، تو پھر اسی کی پیروی کرتے رہو اور دوسرے راستوں کی پیروی مت کرو۔

حضرت امام ربانیؒ فرماتے ہیں کہ اس طرح ارشاد ایزدی کے مطابق آپ کی ملت بھی صراط مستقیم قرار پائی اور آپ کے دین کے علاوہ ہر دین کو مغضوبوں اور گمراہوں میں شامل فرما کر ان کی پیروی سے ممانعت فرمائی۔ اسی لیے خود ارشاد نبوی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات اقدس کو نعمت کبریٰ قرار دیا تاکہ ساری کائنات اس عطیہ ر نعمت کے بدلے اس کا شکریہ ادا کرتی رہے آپ ساری مخلوقات کے لیے "اعلامیہ برحق" اور "ہدایت ربانی" ہیں اسی لیے آپ کو حسن سیرت کا نمونہ کامل بنا کر اس نے مبعوث فرمایا۔ محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تو یہی ہے کہ۔

"اظہارا للشکر واعلاما للخلق وھدایتا لھم خیر الھدی ھدی محمد صلی اللہ علیہ وسلم"

یعنی۔ اظہار شکر "اعلامیہ خلق" اور ان کی ہدایت کی غرض سے سیرت محمدی کو خیر و خوبی کی سیرت کا نمونہ بنا دیا۔

اور یہ بھی محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا ہے کہ۔

Marfat.com

"ادبنی ربی فاحسن تادیبی"

یعنی۔ میرے رب نے مجھے آداب و اخلاق کی تعلیمات دیں تو پھر اچھے سے اچھے نمونے سے آداب و اخلاق کے زیور سے آراستہ فرما دیا (۹۱)

اسطرح آنسرور محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف ہمہ کمالات اسمائی وصفاتی کے جامع ہیں بلکہ ان سب کمالات اسمائی وصفاتی کے مظہر اتم بھی ہیں اس حقیقت سے یہ بات خود بخود لازم آجاتی ہے کہ جو بھی آپ کا منکر ہے وہ کمالات اسمائی وصفاتی کا منکر بھی ہوا۔ اور منکر رسول منکر خدا ہونے کی وجہ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مقہور و مغضوب بن گیا۔ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ۔

"ہم چنیں است انکار از آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام انکار از جمیع کمالات اسمائی وصفاتی و تصدیق او تصدیق است بجمیع آنہا" (۹۲)

اور انہیں کمالات اسمائی وصفاتی کا مظہر معراج محبوب رب العالمین صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ اللہ تعالی نے خود اپنی خوشی سے اپنی انوار و تجلیات کی نعمتوں سے آپ کو اتنا اور اسقدر فیضیاب فرمایا کہ مسرت و خوشی کے مارے خوش خوش ہو کر آپ جھوم جھوم اٹھے۔ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ کتنے کمال کی نعمت کبریٰ ہے کہ اپنے محبوب کو بلاکر اپنی بارگاہ میں اپنے پاس بلاکر اپنے جلوؤں کی بارش میں اپنے دیدار سے سرفراز فرمایا، اسی لیے آپ تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"شب معراج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیدار خداوند سے اس دنیا میں نہیں، اس دنیائے آخرت میں سرفراز ہوئے۔ زمان و مکان سے بالاتر ہو کر اور کائنات کی حدود سے کہیں آگے نکل کر آپ نے اپنی چشم مبارک سے ان واحد میں بلاحجاب ازل و ابد کا مشاہدہ فرمایا ایسے عالم میں کہ بدایت و نہایت (ابتدا و انتہا) ایک نقطے پر مرکوز و متحد دکھائی دے رہی تھیں۔ پس آپ کی یہ رویت دراصل "رویت آخرت" ہے اور اس عالم بالا میں دیدار خداوندی سے آپ سرفراز ہوئے اس

Marfat.com

کے سبھی علما قائل ہیں"(۹۳)

آپ کا یہ تبصرہ فاوحی الی عبدہ ما اوحی کی منزولتی تفسیر ہے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس بصیر وعلیم وخبیر جل شانہ، نے علم وتعلیم کی ہر منزل سے بیک "جنبش چشم" فیضیاب فرماکر جتنی بھی کائنات (UNIVERSES) اس نے تخلیق فرمائی ہیں، خواہ ہم ان سے واقف (KNOWN) ہیں یا ناواقف (UNKNOWN) ان کا اور ان کی مخلوقات کا باخبر و بابصیرت عالم وشاہد کون ومکان وزمان بنا دیا۔ اس لیے کسی بھی نوع کا علم ہو۔ علم الیقین ہو یا عین الیقین، حق الیقین ہو یا اس سے بھی ماورا اور ماورا کا علم اس قادر مختار ومطلق نے اپنی مرضی ومنشا سے اپنے محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو ودیعت فرما دیا ہے اس لیے ماضی، حال اور مستقبل کے تمام تصورات (CONCEPTIONS) اپنی بابصیرت بالغ نظر مبارک ومقدس آنکھوں کے پردۂ لدنی پر مرتکز (PERCEPTIONS) فرما کر ان کے مشاہدات (OBSERVATIONS) یا تجربات (EXPERIMENTS) عواقب ونتائج (CONSEQUENCES) حشر (END) اور نشر (RESURRECTIONS) کا علم حاصل کرنے کی جو طاقت اللہ تعالیٰ نے آپ کو ودیعت فرمائی ہے اس کا منکر خود قرآن اور اللہ جل شانہ، کی قدرت کا منکر ہے۔

اس لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ الٰہی کی محبوب ترین، مقرب ترین اور برگزیدہ ترین ہستی ہوئے اسی بنا پر حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں کہ آپ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے افضل ہوئے۔ اگرچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے عالم انسانیت کا امام بنایا، اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا، اور سید البشر محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرمائی کہ "اِتَّبِعْ مِلَّۃَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا" حضرت ابراہیم کی ملت حنیفہ کی پیروی کی جائے۔ پھر بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آپ کی فضیلت امر بدیہی ہے۔ کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے خلیل ہیں اور آپ اس کے حبیب ومحبوب ہیں۔ مخدوم زادہ حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ کو تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"فضل کلی" حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم میں مرکوز

Marfat.com

ہے اور ان دونوں میں آپ افضل ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالےٰ کے خلیل اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حبیب یعنی محبوب ہیں۔ اسی لیے آپ حضرت ابراہیمؑ سے افضل ہوئے۔" (۹۴)

اور اسی محبت کی نشانی یہ ساری کائنات ہے۔ یہی محبت محرک ہوئی تو مخلوقات کا ظہور عمل میں آیا۔ اگر محبت محرک نہ ہوتی تو پھر تخلیق و ایجاد کا یہ سارا منظا ہرہ ہی نہ ہوتا۔ اسی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا حسن دہلوی کو تحریر فرماتے ہیں کہ

"اس فقیر پر جو کچھ منکشف ہوا ہے وہ یہی ہے کہ تعین وظہور حبی ہی منشائے ظہورات اور مبدءِ خلق مخلوقات ہے۔ سب سے پہلے جو شئے ظاہر ہوئی وہ حُبّ ہے اگر حب (محبت) نہ ہوتی تو تخلیقات وایجادات کا دروازہ ہی نہ کھلتا۔ یہیں پر اس حدیث کا مفہوم سمجھ میں آجاتا ہے کہ۔ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ، اگر آپ نہ ہوتے تو پھر میں اس کائنات کو آخر کس کی خاطر پیدا کرتا" (۹۵)

پس حقیقت محمدی ہی تعین اول "حقیقت وجودی" کا مرکز و محور ثابت ہوئی۔ اسی بنا پر حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ "حقیقت محمدی" کو "حقیقۃ الحقائق" قرار دیتے ہیں ارشاد فرماتے ہیں کہ

"حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم "ظہور اول" اور "حقیقۃ الحقائق" ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسری تمام حقیقتیں مثلاً حقیقت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور حقیقت ملائکہ سب اسی کے ظلال ہیں اسی سے منعکس ہیں اس لیے وہ سب حقائق کی اصل ہے اسی لیے اسے (حقیقت محمدی) حقیقۃ الحقائق کہتے ہیں۔ خود آپ کا ارشاد ہے کہ، اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِی، اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جو چیز پیدا کی وہ میرا نور ہے۔ یہ بھی آپ نے فرمایا ہے کہ۔ خُلِقْتُ مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنْ نُوْرِیْ، مجھے اللہ کے نور سے پیدا کیا گیا اور تمام مومن میرے نور سے پیدا ہوئے ہیں" (۹۶)

Marfat.com

وسیلۂ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

اس سے یہ بات بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ جلّ شانہ، اور دیگر تمام حقیقتوں کے درمیان مرکزی واسطے اور وسیلے کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لیے آپ کے واسطے اور وسیلے ہی سے قرب خداوندی کی سعادت مل سکتی ہے۔ آپ کی شفاعت کے بغیر نہ تو فلاح نصیب ہو سکتی ہے۔ اور نہ نجات اُخروی، اسی مکتوب میں حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہ واضح فرما دیتے ہیں کہ۔

"پس حقیقت محمدی، صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ اور باقی تمام حقیقتوں کے درمیان واسطہ ہے اور اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے اور وسیلے کے بغیر کوئی بھی مطلوب تک نہیں رسائی حاصل کر سکتا۔ پس آپ تمام نبیوں کے نبی ہیں اور آپ کی بعثت بلاشبہ تمام کائنات کے لیے رحمت ہے اور اسی لیے آپ "رحمۃ للعالمین" ہیں اور یہی وجہ ہے کہ تمام انبیائے اولوالعزم آپ کی اتباع کے متمنی رہے اور آپ کی امت میں شامل ہونے کی آرزو کرتے رہے"۔ (۹۷)

شان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی محبت وعقیدت کے پھول نچھاور کرتے ہوئے حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہٗ حضرت شیخ فرید بخاری کو لکھتے ہیں کہ۔

"پس میں یہ سمجھنے کی سعادت حاصل کرنا ہوں اور اللہ سبحانہ تعالیٰ سے دعاگو ہوں کہ مجھے لغزشوں سے محفوظ رکھے اور توفیق عطا فرمائے کہ میں یہ حق ادا کر سکوں کہ۔

بلاشک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اولاد آدم میں سب سے برگزیدہ" تر ہیں اور روزِ قیامت آپ ہی کی ذات واحد ذات اقدس ہوگی جس کی اتباع

Marfat.com

بس پیچھے پیچھے عالم انسانیت کا جمِ غفیر ہوگا اور اللہ کی نظر میں اولین و آخرین میں آپ ہی سب سے بزرگ ہیں اور آپ ہی کو اپنی قبر سے سب سے پہلے ظاہر ہونے کا شرف حاصل ہوگا، آپ ہی کو "اول شافع" اور "اول مشفع" کا اعزاز ملے گا یعنی شفاعت کرنے میں آپ ہی سبقت فرمائیں گے۔ اور آپ ہی کی شفاعت سب سے پہلے بارگاہ ایزدی میں شرف قبولیت حاصل کرے گی۔

"اور آپ ہی کی سب سے پہلی ہستی ہوگی جو جنت کا دروازہ سب سے پہلے کھٹکھٹائے گی۔ تو پھر اسی لمحے اللہ تعالیٰ آپ کے لیے اسے کھول دے گا۔ اور یوم قیامت حمد و ثنائے خداوندی کا جھنڈا لوائے حمد آپ ہی کے دست اقدس میں لہرا رہا ہوگا اور اس جھنڈے کے سائے میں حضرت آدم کھڑے ہوں گے۔ پس آپ ہی کی ہستی اللہ سے قریب ترین ہوگی اور اس کا ایک حصہ نظر آئے گی۔ یہ آپ ہی کا ارشاد ہے کہ بروز قیامت ہمیں "اولون" ہوں گے اور ہمیں "آخرون" اور میں یہ بات کسی قسم کے فخر و غرور سے بالاتر ہو کر کہہ رہا ہوں۔

"اور میں اللہ کا حبیب اور تمام مرسلوں کا قائد ہوں اور میں یہ بات فخریہ نہیں کہتا۔ اور میں خاتم النبیین ہوں اور یہ بات فخریہ نہیں کہتا۔"

"اور میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے خلق کو پیدا فرمایا اور مجھے اپنی ساری مخلوقات میں بہترین قرار دیا۔ پھر ساری مخلوقات کو دو فرقوں میں تقسیم کر دیا اور مجھے ان میں سے برگزیدہ ترین فریق میں مبعوث فرمایا۔ پھر ان فرقوں کو قبیلوں میں منقسم کر کے مجھے سب سے برگزیدہ قبیلے میں مبعوث فرمایا۔"

"پس میں سب سے برگزیدہ ہستی ہوں۔ میرا گھرانا سب سے شریف گھرانا اور میں "اول الناس" ہوں یعنی بنی نوع انسان میں مجھی کو اولیت حاصل ہے پس میں ہی روزِ قیامت سب سے پہلے اپنی قبر سے ظاہر ہوں گا۔ جب لوگ دوبارہ اٹھائے جائیں گے اور بارگاہ الٰہی میں لوگ وفد در وفد

Marfat.com

حاضری دیں گے تو میں ان کا قائد ہوں گا اور جس وقت انہیں بولنے کی ہمت نہیں رہے گی تو میں ان کی پیروی میں بارگاہ ایزدی سے خطاب کروں گا۔ اور جب انہیں حبس وقید کی سزا ملے گی تو میں ہی ان کے لیے شفاعت کی درخواست کرونگا اور جب وہ بالکل مایوس ہو جائیں گے تو میں انہیں نجات کی خوشخبری سناؤں گا۔"

"پس اس روز (روزِ قیامت) شرف و فضیلت عطا کرنے اور باب نجات واکرنے کی کنجیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ اور اس روز "لوائے حمد" بھی میرے ہی ہاتھ میں ہوگا۔ اور میں اپنے رب کی نظر میں اولاد آدم میں سب سے بڑھ کر منظور نظر ہوں گا۔ اور میرے چاروں طرف "بیض مکنون" کی طرح مصفیٰ و مطہر ہزاروں خادم ہوں گے۔"

"اور جب قیامت کا دن آئے گا تو میں سارے نبیوں کا امام اور ان کا ترجمان ہوں گا۔ اور ان کے درمیان صاحب شفاعت کے اعزاز پر فائز ہوں گا اور یہ بات میں فخریہ نہیں کہتا۔"

"اگر آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت نہ ہوتی تو پھر اللہ سبحانہ خلق کو پیدا ہی نہ فرماتا۔ اور یوں اپنی شان ربوبیت کا مظاہرہ نہ فرماتا۔ اور اس وقت بھی نبی کی حیثیت سے آپ کا وجود تھا جب حضرت آدم علیہ السلام آب و خاک کی عبوری منزل (TRANSITIONAL STAGE) سے گزر رہے تھے" (٩٨)

ان مکتوبات سے اہل سنت وجماعت کے عقیدے کے مطابق آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کے عقیدۂ ختم نبوت کی تمام خصوصیات واضح ہو جاتی ہیں۔ اگر کوئی بدعقیدہ آپؐ کو شفیع المذنبین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، امام الاولین والآخرین، نور مجسم، شافع اولؑ، مشفع اول اور سب سے بڑھ کر حقیقۃ الحقائق نہیں مانتا تو وہ منکر خدا کے عذاب مخلد سے بچ نہیں سکتا۔

Marfat.com

مقامِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ تمام انبیائے کرامؑ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیؓ سارے بنی نوع انسان سے افضل و برتر ہیں۔ یہ دنیا کی تمام امتوں میں سب سے زیادہ برگزیدہ ہیں، فرمانِ ایزدی، کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اسی حقیقت پر نص قطعی کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان سارے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم میں اس قدر گہری مُوَدّت، محبت اور اخوت قائم تھی کہ خود اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہو کر گواہی دیتا ہے کہ رُحَمَاءُ بَیْنَهُمْ، یہ تو آپس میں شیر و شکر کی طرح رحمت و شفقت کے رشتے سے منسلک ہو گئے ہیں۔

"اس لیے ان بزرگوں کے حق میں یہ گمان رکھنا کہ یہ آپس میں ایک دوسرے سے دشمنی رکھتے تھے، گویا نص قرآنی کی تکذیب کرنا ہے۔" (۹۹)

"ان اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت تک کون پہنچ سکتا ہے، جس طرح کسی پیغمبرؑ کی ہمسری کا دعویٰ کرنیوالا کافر ہے بالکل یہی حشر ہر اس شخص کا مقدر بن چکا ہے جو اصحاب کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کی برابری و ہمسری کی جرأت کر سکے۔ یہ متفقہ اجماعی فیصلہ ہے کہ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کو سائر امت حتیٰ کہ اولیائے عظامؒ پر بھی فضیلت حاصل ہے۔"

"ارشاد نبوی ہے کہ اگر تم میں سے کوئی راہ خدا میں کوہِ اُحد کے برابر سونا بھی لٹا دے تو بھی اس کی قدر و قیمت کسی صحابی کے ان نیم مدّ (نصف من) جو کے برابر نہیں ہو سکتی جو فی سبیل اللہ خرچ کیے گئے ہوں۔" (۱۰۰)

"اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کو یہ فضیلت رفاقت نبوی کی برکت سے حاصل ہوئی۔ یہ سب کے سب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق و ہمدم، ہمسر و ہم نشیں رہے نہ صرف ہمدم آپ کے دم قدم کے ساتھ رہے بلکہ آپکی حضوری سے آخر دم تک فیض یاب ہوتے رہے ایسی صورت میں عام مسلمانوں کی کیا حیثیت، اولیائے امت کس شمار میں آسکتے ہیں۔" (۱۰۱)

Marfat.com

اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کو یہ فضیلت و بزرگی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے "قربت جسمانی" کی بدولت ملی، اور یہ حقیقت ہے کہ اسی جسمانی قربت سے دلوں کی کایا پلٹ جاتی ہے۔
مرزا حسام کو تحریر فرماتے ہوئے حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ اسی نکتے کی وضاحت یوں فرماتے ہیں کہ۔

"واضح ہو کہ جسموں کی قربت دلوں کو قریب لانے میں بڑی تاثیر رکھتی ہے اسی لیے کوئی ولی ادنیٰ سے ادنیٰ صحابیؓ کے مرتبے تک نہیں پہنچ سکتا۔ ایک مرتبہ کسی نے حضرت عبداللہؒ ابن مبارک سے دریافت کیا کہ حضرت معاویہؓ افضل ہیں یا حضرت عمرؒ بن العزیز؟ اس پر انہوں نے جواب دیا کہ جو غبار خاک رفاقت و محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت میں حضرت معاویہؓ کے گھوڑے کے نتھنوں میں داخل ہوا وہ بھی حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز سے افضل ہے" (۱۰۲)

اسی بنا پر مرزا فتح اللہ حکیم کو لکھتے ہیں کہ۔

"اس فقیر نے اپنی کتابوں میں یہی لکھا ہے کہ حضرت حمزہؓ کا قاتل وحشیؓ بھی حضرت اویس قرنیؒ سے کہیں زیادہ افضل ہے" (۱۰۳)

حضرت نعمان بدخشی کو فضیلت صحابہ پر ایک انتہائی جامع مکتوب لکھتے ہیں جس میں اہل سنت و جماعت کے عقیدے کے مطابق روح پرور ایمان افروز ناقابل تردید دلائل کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"لا تعدل بالصحبة شیئاً کائناً ما کان۔ الا تریٰ ان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبارک فضلوا بالصحبة علی من عداهم سوی الانبیاء علیهم السلام وان کان اویسا قرنیا او عمرا مروانیا مع بلوغهما بنهایة الدرجات ووصولهما غایة الکمالات سوی الصحبة" (۱۰۴)

یعنی۔ اس کائنات میں موجود کسی بھی چیز کو صحبت کے برابر قرار مت دو۔

Marfat.com

آیا تمہیں یہ حقیقت نظر نہیں آتی کہ رفاقت وصحبت نبوی کی برکت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ کو انبیاء علیہم السلام کے سوا ہر ایک پر فضیلت حاصل ہو گئی۔ خواہ حضرت اویس قرنیؒ یا حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز ہی کیوں نہ ہوں کہ دونوں صحبت نبوی کے سوا بزرگی وکمالات کے انتہائی مرتبے پر فائز تھے۔

اصحاب کرامؓ کا ایمان تقلیدی نہیں شہودی ہے۔

اسی مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"پس بلا جرم صحبت نبوی کی برکت سے حضرت معاویہ کی ایک خطا حضرت اویس قرنیؒ اور حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز دونوں کی تمام نیکیوں سے زیادہ خیر وبرکت کی حامل ہے۔ اور حضرت عمروؓ بن عاص سے اگر کوئی بھول چوک (سہو) ہو گئی تو یہ ان دونوں کی محتاط روی (صحو) سے کہیں زیادہ افضل ہے۔ کیونکہ ان اکابر صحابہؓ کو رفاقت نبوی کی سعادت حاصل ہوئی۔ جمال مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے سیراب ہوئے۔ فرشتوں کو بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری میں حاضر ہوتے دیکھا۔ نزول وحی کے مشاہدے سے سرفراز ہوئے اور معجزات نبوی سے اپنی آنکھوں کو طراوت وتازگی بخشی۔ اس لیے ان تمام فیوضات وبرکات کی بدولت ان اکابر صحابہؓ کا ایمان "مرتبہ ایمان شہودی" پر پہنچ گیا ہے۔ اور اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ یہ کمالات جو سائر کمالات کے اصل اصول ہیں بیک وقت اصحاب کرامؓ کے سوا کسی اور میں جمع نہیں ہوئے۔" (۱۰۵)

اسی بات پر روشنی ڈالتے ہوئے ملا شکیبی اصفہانی کو تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کا ایمان تقلیدی نہیں شہودی ہے اور یہ دولت ان کے سوا کسی اور کو میسر نہیں ہوئی۔ ہاں تمام صحابہؓ نفس رفاقت نبوی کے لحاظ سے فضیلت میں برابر ہیں اس لیے ہمیں ان سب کو بلا تفریق بزرگ سمجھنا چاہیے۔

اور نیکی سے یاد رکھنا چاہیے کیونکہ یہ سب کے سب عادل ہیں روایت حدیث اور تبلیغ احکام میں برابر کا درجہ رکھتے ہیں۔ یہی صحابہ حامل قرآن ہیں۔ اس لیے ان میں سے کسی پر جرح کرنا قرآن حکیم پر جرح کرنے کے مترادف ہوئی۔ پس ہم پر لازم ہے کہ کسی صحابیؓ پر طعن نہ کریں اور ان سب کی توقیر و تعظیم کریں" (۱۰۶)

اصحاب کرامؓ سب کے سب جنتی ہیں تواتر سے ثابت ہے کہ اصحاب کرام سب کے سب جنتی ہیں۔ ان متواتر روایات سے قطع نظر نص قطعی خود ان کے جنتی ہونے پر شاہد ہے حضرت امام ربانیؒ خواجہ ابوالحسن بدخشی کو لکھتے ہیں کہ خود قرآن مجید ان کے جنتی ہونے پر شہادت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان یہ ہے کہ۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (۱۰۰)

یعنی۔ اور مہاجرین و انصار میں سے جو سابقون الاولون ہیں اور وہ جنہوں نے ان کی اتباع کی، ان سب سے ان کی نیکیوں سے اللہ تعالیٰ راضی ہوگیا اور یہ بھی اللہ تعالیٰ سے راضی ہوگئے اور اللہ تعالیٰ نے تو انہیں کے لیے ایسے باغات (جنتیں) تیار کر دیئے ہیں جن میں نہریں رواں دواں ہیں اور ان باغوں میں یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ابدی زندگی گزاریں گے۔

اس طرح احادیث نبویہ اور نصوص قطعیہ سے ثابت ہے کہ اصحاب کرامؓ بلاتفریق و امتیاز جنتی ہیں۔ "لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ" بالتحقیق اللہ تعالیٰ ان مومنوں سے اسی لمحے راضی ہوگیا جب درخت کے نیچے آپ کے دست اقدس پر انہوں نے بیعت کی۔ حضرت جابرؓ کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا ہے کہ جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائے گا۔ اسی لیے اس بیعت کو "بیعت رضوان" کہتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہوگیا۔ اب جو بھی ان کی تکفیر کرے گا۔ وہ کتاب و سنت کا منکر ہے (۱۰۸)

Marfat.com

فضیلتِ اہلِ بیت

اہل سنت و جماعت کی ایک امتیازی شان یہ بھی ہے کہ وہ اہل بیت سے بھی محبت وعقیدت رکھتے ہیں۔ اصحاب کرام رضؓ اور اہل بیت اطہار رضؓ کی فضیلت پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہٗ سید محمود کو لکھتے ہیں کہ۔

"بعض صاحب معرفت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب رضؓ کو ستاروں سے اس لیے مشابہ قرار دیا کہ جس طرح ستاروں کی رہنمائی میں مسافر ادھر ادھر نہیں بھٹکتے بالکل اسی طرح اصحاب کرام رضؓ کی رہنمائی میں کوئی مسلمان راہِ ہدایت سے بھٹک نہیں سکتا۔ اور آپ نے اپنے اہل بیت کو سفینۂ نوح سے تشبیہ دی ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سفینہ پر سوار مسافروں کے لیے ستاروں کی رہنمائی حاصل کرنا لابدی ہے تاکہ وہ ہلاکت کے خطرے سے مامون رہیں۔ اور ستاروں کی رہنمائی کے بغیر ساحلِ مقصود تک بحفاظت پہنچنا ناممکن ہے بالکل اسی طرح اصحاب کرامؓ کی رہنمائی کے بغیر نجات و فلاح کی سعادت حاصل کرنا محال وممتنع ہے" (۱۰۹)

پس جملہ نبیوں اور رسولوں کے بعد صحابہ کرام رضؓ کا مقام سب سے بالا و بلند تر ہے۔ اس مقام کو جن و بشر میں سے کوئی بھی حتیٰ کہ کوئی ولی بھی چھو نہیں سکتا۔ حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں کہ مقامِ صحابہ سلوک و معارف کے ہر مقام سے بلند تر ہے۔ حضرت حسام الدین دہلوی کو تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"ایک ایسا مقام بھی ہے جو جذب و سلوک سے بالاتر ہے اور یہ انتہائی نادر مقام ہے صرف اصحاب کرام رضؓ ہی اس دولت عظمیٰ (مقام نادر)

Marfat.com

سے شرف یاب ہوئے۔ اس لیے انہیں دوسرے تمام ارباب مقامات پر فوقیت و فضیلت کلیہ حاصل ہے اسی لیے کسی کو ان بزرگ ہستیوں سے مشابہت حاصل نہیں ہو سکتی" (۱۱۰)

افضلیت خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ خلفائے راشدین کی افضلیت ان کی ترتیب خلافت کے عین مطابق ہے۔ (۱۱۱)

صحیح بخاری کے مطابق حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"ہم عہد نبوی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، کے برابر کسی کو نہیں مانتے تھے ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، کے برابر اور ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے" (۱۱۲)

سنن داؤد کی یہ روایت بھی اسی بات کی تائید کرتی ہے کہ۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں ہم یہی کہا کرتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سب سے افضل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ" (۱۱۳)

حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہ حضرت مولانا محمد اشرف کو تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"واضح ہو کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ دونوں بار نبوت کے حامل ہیں۔ اور حضرت امیر (حضرت علی) رضی اللہ عنہ کے دوش مبارک پر سب سے زیادہ منصب ولایت کا بار ہے۔ اس لیے اس "غلبۂ جانب ولایت" کی بنا پر آپ حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مشابہت رکھتے ہیں۔ اور حضرت عثمان

Marfat.com

ذوالنورین رضی اللہ عنہ بار نبوت اور بار ولایت دونوں کے حامل ہیں اس لیے
آپ میں "شان برزخیت" نمایاں وتاباں نظر آتی ہے اور میرا خیال یہی ہے کہ
اسی بنا پر آپ کو "ذوالنورین" (دو دو نور کے مالک) کہتے ہیں ۱۱۳

اور چونکہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما بار نبوت کے حامل ہیں اس لیے یہ دونوں بزرگ
حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بہت زیادہ مشابہت رکھتے ہیں۔

"جب تک اللہ تعالیٰ نے اس فقیر کو اتباع پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت
سے کمالات نبوت کے مقام پر فائز نہیں فرمایا اور ان کمالات سے وافر حصہ عطا
نہیں فرمایا، مجھ پر بذریعہ کشف شیخین رض کے یہ فضائل واضح نہیں ہوئے تھے" (۱۱۴)

افضلیت شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہٗ حضرت خواجہ عبد اللہؒ اور حضرت خواجہ عبید اللہؒ افضلیت
شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"ترتیب افضلیت درمیان خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم بترتیب
خلافت است۔ اما افضلیت شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما باجماع صحابہ و تبع
تابعین ثابت شدہ است۔ چنانچہ نقل کردہ اند جماعہ از اکابر آئمہ کہ یکے از
ایشاں امام شافعی است، قال الشیخ الامام ابوالحسن الاشعری
ان تفضیل ابی بکر ثم عمر علی بقیۃ الامۃ قطعی" (۱۱۵)

یعنی۔ "خلفائے راشدین کی افضلیت ان کی ترتیب خلافت کے لحاظ سے ہے۔
لیکن شیخین حضرت ابو بکر رض اور حضرت عمر فاروق رض کی افضلیت صحابہ و تابعین
دونوں کے اجماع سے ثابت ہے۔ چنانچہ اکابر آئمہ کی ایک بہت بڑی
جماعت نے جن میں امام شافعی رح بھی شامل ہیں، یہ بات نقل فرمائی ہے کہ

Marfat.com

شیخ الامام حضرت ابو الحسن اشعری کا یہ قول ہے کہ بلاشبہ حضرت ابوبکرؓ کی افضلیت
اور آپ کے بعد حضرت عمرؓ کی افضلیت باقی تمام افرادِ امت پر قطعی ہے۔"

اور اس امر پر بھی صحابہؓ متفق ہیں کہ ان میں حضرت ابوبکرؓ بزرگ تر ہیں، افضل ہستی ہیں۔

حضرت امام شافعیؒ جو احوالِ صحابہؓ سے دوسروں کے مقابلے میں سب سے زیادہ واقف ہیں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہؓ پر اضطراری کیفیت طاری ہو گئی پس زیرِ آسمان حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر بزرگ کوئی اور نظر نہیں آیا۔ پس انہوں نے اپنی گردنوں پر آپ کو اپنا والی بنا لیا۔ اس سے صریحاً یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ صحابہؓ افضلیت صدیقؓ پر متفق رہے ہے۔ پس قرن اول ہی میں آپ کی افضلیت پر اجماع ہو چکا تھا"(۱۱۶)

اور دارقطنی کے مطابق حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ میں سے کسی پر بھی جس نے بھی مجھے افضل قرار دینے کی جسارت کی تو میں نے اس پر مفتری کی حد جاری کرتے ہوئے اسے کوڑوں کی سزا دی"(۱۱۷)

حضرات شیخینؓ کے کمالات کا اندازہ لگانا انسان کے بس سے باہر ہے۔ ان دونوں بزرگوں میں تو نبوت کی شان پائی جاتی ہے۔ حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ

"اس میں تو کوئی شک نہیں کہ حضرات شیخینؓ اپنی وفات کے بعد بھی آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہیں ہوئے اور جیسا کہ خود آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ بروز قیامت بھی آپ انہیں کے ہمراہ آرام گاہ سے ظاہر ہوں گے۔

اس لیے یہ حقیر قلیل بضاعت ان کے کمالات کا حق کیسے ادا کر سکتا ہے! بھلا ذرے کی کیا مجال کہ آفتاب کی صفات پر نظر ڈال سکے اور قطرے کی کیا بساط کہ بحرِ ذخار کی عظمت کا اندازہ لگا سکے"(۱۱۸)

مقامِ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ۔

حضرت صدیق اکبرؓ کی علو شان تو میں کیا بیان کر سکتا ہوں، جب کہ حضرت عمر فاروقؓ کی تمام حسنات حضرت صدیق اکبرؓ کی صرف ایک نیکی کے برابر ہیں۔ اور یہ بات خود مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے، لہٰذا شک کی گنجائش نہیں"۔ (۱۱۹)

"حدیث شریف میں آیا ہے کہ، لَوْ اُتُزِنَ اِیْمَانُ اَبِیْ بَکْرٍ مَعَ اِیْمَانِ اُمَّتِیْ لَرَجَحَ، اگر حضرت ابوبکرؓ کے ایمان کا وزن کیا جائے تو ساری امت مسلمہ کے ایمان کے مقابلے میں آپ کے ایمان کا پلڑا زیادہ بھاری ہونے کی وجہ سے جھک جائے گا۔ اس نکتے کی وضاحت یوں سمجھ لیں کہ رجحان مومن کی بنا پر ایمان کا وزن بھاری ہو سکتا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے ایمان سے لگاؤ اور لگن (متعلق) فوقیت کی حد تک رکھتے تھے۔ اس لیے اس کی گہرائی اور بھاری پن کے سامنے امت مسلمہ کے تمام متعلقین ایمان کی کوئی حیثیت نہیں۔ (۱۲۰)

"پس جو بھی اپنے آپ کو حضرت صدیق اکبرؓ سے افضل سمجھتا ہے وہ زندیق ہے یا جاہل مطلق۔ اہل سنت کا عقیدہ تو یہی ہے کہ جو کوئی حضرت امیرؓ کو حضرت صدیق اکبرؓ سے افضل مانتا ہے وہ خارجی ہے اس لیے وہ ان کے گروہ سے خارج ہو جائے گا۔ چہ جائے کہ کوئی خود کو آپ سے افضل قرار دینے کی جرائت کر سکے"۔ (۱۲۱)

"حضرت صدیق اکبرؓ کی یہ افضلیت تین باتوں سے ثابت ہے:"

(۱) آپ سابق الایمان ہیں۔ ارشاد نبوی ہے کہ جس وقت میں نے تمہیں اسلام کی دعوت دی تھی، تم سبھوں نے مجھے جھوٹا قرار دیدیا تھا، لیکن اسوقت ابوبکرؓ ہی تھے جنہوں نے برملا علی الاعلان اقرار کیا کہ "میں جھوٹا نہیں سچا ہوں"۔

(۲) دین کی تائید و نصرت میں بھی آپ سب سے آگے بڑھ گئے اس لحاظ سے بھی آپ کو فوقیت حاصل ہے کوئی بھی آپ کی برابری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

Marfat.com

(۴۳) بذل نفس اور انفاق میں بھی آپ کو سبقت حاصل ہے، اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں، لیس من الناس احد اَمَنَّ عَلَیَّ فی نفسہٖ ومالہ من ابی بکرؓ بن ابی قحافۃ ولوکنت متخذا من الناس خلیلا لاتخذت ابابکرؓ خلیلا ولکن خلۃ الاسلام افضل" (۱۲۲)

یعنی۔ لوگوں میں کوئی ایسا نہیں جس نے ابوبکرؓ بن قحافہ سے زیادہ اپنی ذات اور مال سے مجھ پر احسان کیا ہو۔ اور لوگوں میں سے اگر کسی کو میں اپنا خلیل بناتا تو وہ ابوبکر ہی ہوتے اور لیکن خلت اسلامیہ ہی کو افضلیت حاصل ہے اور خلت اسلام کا امتیازی اعزاز حضرت ابوبکرؓ ہی کو حاصل ہے۔

اسی موقع پر آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ابوبکر کے دریچے کے سوا مسجد کے تمام دریچے بند کر دیئے جائیں۔ اس سے بڑھ کر آپ کی افضلیت کے لیے حجت اور کیا ہو سکتی ہے!

حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں کہ۔

"حیف صد حیف! اگر افضلیت کا دار و مدار کثرت فضائل مناقب ہوتے تو بعض صحابہ اس لحاظ سے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی آگے بڑھ جاتے۔ پس یہ بات ثابت ہو گئی کہ حضرت صدیق اکبرؓ کی افضلیت فضائل و مناقب کے علاوہ کسی اور چیز پر مبنی ہے اور وہ ہے دین کی تائید میں اپنی ذات کی اور اپنے مال کی بے دریغ قربانیاں پیش کرنا" (۱۲۳)

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر ایک اور نئے انداز سے روشنی ڈالتے ہوئے حضرت شیخ درویش کو لکھتے ہیں کہ۔

"و موافقت معارف باطن با علوم شرعیہ ظاہر بتمام و کمال بحدے کہ در حقیر و فقیر مجال مخالفت نماند در مقام صدیقیت است کہ بالاتر مقام ولایت است و فوق مقام صدیقیت مقام نبوت است۔ علومیکہ نبیؑ را

Marfat.com

علیہ الصلوٰۃ والسلام بطریق وحی آمدہ است، صدیق را بطریق الہام منکشف گشتہ است۔ درمیان ایں دو علم غیر از فرق وحی والہام نیست۔ پس مخالفت را چہ مجال باشد" (۳۴ ۱۲)

اس طرح صدیقیت کا مقام اس قدر بلند وارفع ہے کہ ظاہری و باطنی علوم شرعی اور روحانی معرفت اور ان کی حقیقت دلوں پر منکشف ہو کر نور ایمان سے انہیں لبریز کر دیتی ہے، بس شرط یہی ہے کہ دونوں میں مکمل طور سے ہم آہنگی و مطابقت پائی جائے اور رائی برابر بھی شریعت کی خلاف ورزی کا شائبہ تک نہ نظر آئے۔ اگرچہ نبی کو علم و معرفت وحی سے ملتی ہے اور صدیق کو بذریعہ الہام۔ بس یہی واسطوں کا فرق ہے ورنہ دونوں ایک دوسرے کی تصدیق و تائید کا ذریعہ ہیں۔ اسی بنا پر مقام نبوت مقام صدیقیت سے بالاتر ہے۔ ہاں مقام ولایت سے کہیں زیادہ بلند و ارفع ہے مقام صدیقیت۔

اس سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ حقیقت نبوت اصل ہے اور حقیقت صدیقیت بلا توسط اس کا ظل ہے۔ اس لیے حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "حقیقت صدیق اکبرؓ براہ راست حقیقت محمدیؐ کا ظل ہے۔ اس طرح کہ جو کچھ اس حقیقت میں موجود ہے۔ وہ سب کچھ تبعیت و وراثت کاملہ کے رنگ میں اس ظل میں منتقل ہو گئی ہے"

"اور اسی بنا پر حضرت صدیق اکبرؓ امت مسلمہ کے تمام وارثوں (اولیا و ائمہ) میں سب سے افضل، اکمل اور اعلیٰ ہیں۔ چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "مَاصَبَّ اللّٰهُ شَيْئًا فِي صَدْرِي اِلَّا وَقَدْ صَبَبْتُهُ فِي صَدْرِ اَبِي بَكْرٍ" (۳۵)

یعنی۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ میرے سینے میں ودیعت فرمایا، وہ سب کا سب میں نے ابوبکر کے سینے میں منتقل کر دیا۔

اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علم و عرفان، تقویٰ و اخلاص، روحانیت و پاکیزگی، دانشمندی و دانشوری اور خیر و برکت کی وہ تمام نعمتیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائیں وہ سب کی سب حضرت صدیق اکبرؓ کو ودیعت فرما دیں۔ اس لیے

Marfat.com

ساری امت مسلمہ پر آپ کی افضلیت مُسَلّمہ ہے اور اہل سنت وجماعت کے عقیدے کے عین مطابق ہے۔

مقامِ سیّدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ افضل ہیں۔ آپ کو یہ مقام رضائے الٰہی کی خاطر اتباع نبوی اور تائید وحمایت دین میں نمایاں خدمات سرانجام دینے کی بدولت حاصل ہوا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اوّل من جہر بالاسلام عمرؓ ابن خطاب۔ یعنی حضرت عمرؓ بن خطاب پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے اعلانیہ اسلام قبول فرمایا۔ آپ کے حلقہ بگوش اسلام ہونے کی وجہ سے دین کو اس قدر تقویت حاصل ہوئی کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مطابق آپ کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی کہ

"یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰہُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ"

یعنی۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لیے تو اللہ اور مومنین میں سے اس کی حمایت کافی ہے، جس نے آپ کی اتباع کو اپنا شعار بنا لیا

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی مشیت ایزدی کے سانچے میں اس حد تک ڈھال لی تھی کہ آپ نے جو کچھ کیا یا کہا اللہ تعالیٰ نے اس کی تائید فرمائی۔ اسی لیے ائمہ محدثین کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ۔

"حق تو عمرؓ کی زبان پر رہتا ہے"

حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ۔

"اسیران بدر سے خون بہا لیا جائے یا انہیں قتل کر دیا جائے اس مسئلے پر اختلاف واقع ہوا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کے قتل کا مشورہ دیا تھا اور وحی الٰہی بھی اسی کے مطابق نازل

Marfat.com

ہوئی۔ اور فدیہ قبول کرنے پر وعید آئی۔ اسوقت آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لونزل اللہ العذاب، لما نجا غیر عمر رض ابن خطاب وسعد رض ابن معاذٍ، اگر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوتا تو حضرت عمر اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما کے علاوہ کوئی بھی نہ بچتا۔"(۱۲۶)

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اسی مقام کی نوعیت واضح فرماتے ہوئے خواجہ محمد صدیق کو لکھتے ہیں کہ۔

"یہ تو ثابت ہے کہ بعض انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالےٰ سے بالمشافہ کلام کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ لیکن انہیں کے وسیلے سے ان کے کسی نہ کسی متبع کامل کو بھی یہ سعادت مل جاتی ہے۔ اور اگر کسی متبع کامل کو یہ سعادت بکثرت حاصل ہوجائے تو اسے مُحدَّث کہتے ہیں۔ امت مسلمہ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس مقام پر فائز ہوئے۔ اور شرف اسے ملتا ہے جو عالم خلق، عالم امر، روح، نفس اور خیال کا جامع ہوتا ہے"(۱۲۷)

انہیں خصوصیات کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، کی افضلیت پر عقیدہ رکھنا اہل سنت کے شعار میں داخل ہے حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ مولانا محمد اشرف کو تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے کمالات کا اندازہ کیا لگا سکتے ہیں: ان دونوں بزرگوں کا شمار تو انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے زمرے میں ہے اور ان کی ذات میں انہیں کے فضائل پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ۔ لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیًّا لَکَانَ عُمَرُ رض اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو یقیناً حضرت عمر ہوتے۔ حضرت غزالی رح نے لکھا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ، کی وفات ہوئی تو حضرت عبداللہ رض بن عمر رض نے فرمایا کہ آج علم کے دس حصوں میں سے نو حصے فوت ہوگئے۔ اور جب انہوں نے یہ محسوس کیا کہ بعض صحابہ نے ان کے قول کا مطلب نہیں سمجھا ہے۔ تو

انہوں نے فرمایا کہ علم سے میری مراد علم باللہ سے ہے نہ کہ علم حیض ونفاس سے" (۱۲۸)

افضلیت ختنین رضی اللہ عنہما

حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کا شرف حاصل ہے۔ اس لیے ان دونوں بزرگوں کو ختنین کہتے ہیں۔

اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ شیخین یعنی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں داماد ختنین رضی اللہ عنہما کی افضلیت ان کی ترتیب خلافت کے لحاظ سے قطعی ہے۔ اس طرح اہل سنت کے عقیدے کے مطابق حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے بعد حضرت عثمان رض افضل ہیں اور ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ۔

من علامات السنة والجماعة تفضيل الشيخين و محبة المختنين (۱۲۹)

یعنی۔ شیخین رضی اللہ عنہما کی افضلیت اور ختنین رض سے محبت اور عقیدت سنت وجماعت کی علامات میں سے ایک ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول سے یہ نتیجہ اخذ کرنا صحیح نہیں کہ آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر توقف فرمایا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں بزرگوں کے عہد خلافت میں اسقدر فتنہ وفساد اور اختلال وانتشار پھیلا کہ عالم اسلام کی فضا مکدر ہو کر رہ گئی تھی۔ اس بنا پر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شرط بھی لگادی کہ صرف "تفضیل ختنین رض" پر اعتماد کافی نہیں بلکہ ان دونوں بزرگوں سے عقیدت ومحبت رکھنا بھی اہل سنت کے عقیدے میں شامل ہے۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ" اس عقیدے میں معمولی سے

Marfat.com

توقف کا شائبہ تک نہیں ہو تاجبکہ کتب حنفیہ اس عقیدے سے معمور ہیں کہ خلفائے راشدین رضؓ کی افضلیت ان کی ترتیب خلافت کے لحاظ سے ہے (۱۳۰)

كُتُبُ الْحَنَفِيَّةِ مَشْحُونَةٌ بِأَنَّ اَفْضَلِيَّتَهُمْ عَلٰى تَرْتِيْبِ خِلَافَتِهِمْ

ضابطۂ شریعت کا پہلا رکن

عقائدِ صحیحہ

ہمیں علمائے اہل سنت کی تعلیمات کے مطابق اپنے اپنے عقائد کی اصلاح و تصحیح کرنا چاہیے اور صرف انہیں عقائد کو ماننا چاہیے اور اختیار کرنا چاہیے جو ان بزرگوں نے کتاب و سنت سے اخذ فرمائے ہیں۔

حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہٗ اسی بات کی تلقین فرماتے ہوئے حکیم عبدالوہاب کو تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"آنچہ برما و شما لازم است تصحیح عقائد بمقتضائے کتاب و سنت بر نہجے کہ علمائے حق شکر اللہ سعیہم از کتاب و سنت آں عقائد را فہمیدہ اند واز آنجا اخذ کردہ چہ فہمیدن ما و شما از حیز اعتبار ساقط است اگر موافق ایں بزرگواراں نباشد" (۱۳۱)

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے تصحیح عقائد پر سب سے زیادہ اصرار فرمایا ہے۔ حضرت شیخ فرید رحمۃ اللہ علیہ کو ہدایت فرماتے ہیں کہ۔

"ہر عاقل بالغ ارباب تکلیف کے لیے ضروریات دین میں سے یہی ہے کہ وہ اپنے عقائد کی تصحیح کرتے رہا کریں اور اس کی کسوٹی یہ ہے کہ جو عقائد اہل سنت کے علمائے دیندار کی تعلیمات کے مطابق ہوں انہیں

برحق سمجھیں باقی کو فاسد و باطل قرار دیکر مسترد کر دیں"۔(۱۳۲)

آپ نے سالک کی جملہ ضروریات میں سب سے اہم اسی بات کو قرار دیا ہے کہ وہ صرف انہیں عقائد کو اپنائیں جنہیں علمائے اہل سنت نے کتاب و سنت اور آثار سلف سے استنباط کرکے برحق تسلیم کیا ہے (۱۳۳)

اسی بنا پر آپ ہدایات صادر فرماتے ہیں کہ ۔

"صرف انہیں احوال و مواجید کو برحق مانا جائے جو علمائے اہل سنت کی تعلیمات کے مطابق ہوں، اس لیے ان تمام کشف و الہام پر اعتبار نہ کیا جائے جو ان علمائے حق کے معتقدات کے خلاف ہوں۔ کیونکہ علمائے حق نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور سلف صالحین رحمۃ اللہ علیہم کی اتباع میں اپنی اپنی زندگی وقف فرما دی۔ اور پھر احکام شرعیہ پر پوری طرح دسترس حاصل کرکے ان عقائد صحیحہ کو اخذ کرنے کی سعادت حاصل فرمائی۔ لہٰذا نجات ابدی و فلاح سرمدی حاصل کرنا ہے تو ان کی اتباع کے ذریعہ "حزب اللہ" میں شامل ہو جاؤ۔ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ، واضح رہے کہ حزب اللہ میں شامل ہونے والوں کو ہی فلاح ملے گی۔"

ان علمائے حق کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے اسی مکتوب میں آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ ۔

لولا نور هدايتهم لما اهتدينا ولولا تمييزهم الصواب عن الخطاء لغوينا وَهُمُ الَّذِيْنَ بَذَلُوْا جُهْدَهُمْ فِي اعلاء كلمة الدّين القويم وَاَسْلَكُوْا طوائفُ كثيرة من الناس على الصراط المستقيم فمن تابعهم نَجِيَ وَاَفْلَحَ وَمَنْ خَالَفَهُمْ ضَلَّ وَاَضَلَّ (۱۳۴)

اگر یہ نور ہدایت کی شمع دکھا کر ہماری رہنمائی نہ فرماتے تو پھر ہمیں ہدایت

Marfat.com

کیسے نصیب ہوتی اور اگر یہ صواب و خطا میں تمیز کر کے راہ حق نہ دکھاتے تو پھر ہم گمراہ ہو جاتے۔ یہی وہ بزرگ ہیں جنہوں نے اعلائے کلمۃ "دین قویم" کی خاطر اپنی اپنی زندگیاں تج دیں۔ اور انہیں کے بتائے ہوئے صراطِ مستقیم پر مسلمانوں کی کثیر جماعتوں نے گامزن ہو کر ہمارے لیے حق کی نشاندہی کر دی ہے۔ پس جس نے بھی ان کی پیروی کی اُسے نجات و فلاح مل گئی اور جس نے ان کی خلاف ورزی کی وہ گمراہ ہوا اور گمراہی میں پڑ گیا۔

"فمن تابعھم نجیٰ وافلح ومن خالفھم ضلّ واضلّ"

عقائد کی اہمیّت

حضرت امام ربانیؒ نے عقیدے کی اصلاح کی تلقین بار بار یوں فرمائی ہے کہ ضابطۂ شریعت کی رو سے یہی اصل اور اساسی رکن ہے۔ عقیدہ صحیح نہ ہو تو پھر ایمان میں خلل اور دین میں فساد پڑنے کی وجہ سے نجات اُخروی سے محرومی ہمارا مقدر بن جائے گی۔ لیکن عقیدہ صحیح ہے تو پھر عمل میں تھوڑی بہت تساہلی کے باوجود نجات کی سبیل نکل سکتی ہے اگر اللہ تعالیٰ نے مواخذہ فرمایا تو بھی عذاب ابدی ٹل سکتا ہے اور مآل کار نجات مل سکتی ہے۔ اسی نکتے پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت شیخ فریدؒ کو تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"واگر عیاذاً باللہ سبحانہ در مسئلہ از مسائل اعتقادیہ ضروریہ خلل رفت، از دولت نجات اُخروی محروم است۔ واگر در عملیات مساہلہ رود یحتمل کہ بے توبہ ہم درگزرانند واگر مواخذہ ہم کنند آخر کار نجات است" (ک۵ ۱۳)

"پس عمدۂ کار تصحیح عقائد است"

Marfat.com

اسی مکتوب میں حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہ عقیدے کی اہمیت واضح فرمانے کے لیے حضرت خواجہ احرار کا یہ قول نقل فرماتے ہیں کہ۔

"ان تمام احوال و مواجید سے خرابی کے سوا کوئی اور توقع نہ رکھنی چاہیئے جن کی حقیقت اہل سنت کے عقائد صحیحہ سے مزین نہ ہو۔ اس کے برخلاف ان کی تعلیمات کے مطابق عقائد برحق کو اپنانے اور ان پر قائم رہنے کی سعادت مل جائے تو پھر جتنی بھی خرابیاں موجود ہیں وہ سب کی سب ہم میں مرتکز ہو جائیں تب بھی عقائد صحیحہ کی برکت سے اتنی بے شمار نیکیاں مل جاتی ہیں کہ حیران و ششدر رہ کر سوچتے ہی رہ جاتے ہیں کہ آیا کوئی ایسی نیکی ہے جو ہمارے پاس نہیں" (۱۳۶)

عقیدۂ توحید

زبان، قلب اور قالب سب سے جس بات کی تصدیق ہر مسلمان پر فرض ہے وہ ہے اللہ کو اس کی ذات، صفات اور افعال میں ایک ماننا۔ حضرت امام ربانی قدس اللہ نے اس عقیدۂ توحید پر اپنے مکتوبات میں عالمانہ و عارفانہ انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

"اللہ تعالیٰ، یکتا، بے مثال، بے چوں و بے چگوں ہے۔ تغیر، حدوث اور حلول سے پاک ہے۔ وہ قدیم بھی ہے اور ازلی بھی۔ وہ بسیط، حاوی، اور محیط بھی ہے، وہ تعدد، تکثر اور ترکیب سے پاک ہے۔ وہ فاعل و خالق حقیقی ہے، قادرِ مختار اور قادرِ مطلق ہے۔ وہ خیر و شر کا خالق اور مسبب الاسباب ہے لیکن "خلقِ افعال" من جانب اللہ اور کسبِ افعال کے ذمے دار اس کے بندے ہیں" (۱۳۷)

Marfat.com

مُسبب الاسباب

حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ اسباب، وسائل اور وسائط کا خالق و مسبب ہے مگر انہیں "روپوش" کی حیثیت حاصل ہے، نہیں بلکہ یہ سب اس کی قدرت کاملہ پر دلالت کرتے ہیں، یہی اس کی صناعی و کاریگری کا مظہر ہیں" (م ۱۳۷) اسی بات پر زور دیتے ہوئے آپ تحریر فرماتے ہیں کہ۔ انبیاء علیہم الصلوٰت اسباب وسائل کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کی مرضی و منشاء پر چھوڑ دیتے ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے صاحبزادوں کو مصر میں ایک ہی دروازے سے داخل ہونے سے ممانعت فرمائی تاکہ نظر بد سے محفوظ رہیں۔ سورہ یوسف میں ہے۔

وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ

یعنی۔ "اے میرے بیٹو! تم سب کے سب ایک ہی دروازے سے (شہر میں) داخل نہ ہونا بلکہ الگ الگ مختلف دروازوں سے داخل ہونا"

لیکن اس کے ساتھ ہی ان پر واضح فرما دیا کہ کوئی بھی شے اللہ تعالیٰ کی ذات سے بے نیاز نہیں بنا سکتی۔ اللہ کے سوا کسی کو اقتدار حاصل نہیں۔ میں تو اسی پر توکل رکھتا ہوں اور مومن کا شعار یہی ہے کہ وہ اسی پر پورا پورا بھروسہ رکھتے ہیں اور متوکل بن کر اسی کے توکل پر سدا قائم رہتے ہیں۔ قرآن مجید کے مطابق حضرت یعقوبؑ فرماتے ہیں کہ:۔

وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ

یعنی۔ تمہیں اللہ کی ذات سے کوئی بھی شے بے نیاز نہیں بنا سکتی۔ اقتدار تو صرف اللہ ہی کے لیے ہے۔ میں تو اسی پر توکل رکھتا ہوں اور متوکلون اسی پر توکل رکھتے ہیں۔

اور حضرت یعقوبؑ کی اسی بات سے خوش ہو کر اللہ تعالیٰ نے آپ کو "ذی علم" کا اعزاز عطا فرمایا۔ ارشاد ایزدی ہے۔

Marfat.com

وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ

یعنی وہ بلاشبہ وہی صاحب علم ہیں ان تمام باتوں سے جن کا علم ہم نے انہیں عطا کیا۔ اور لیکن اکثر حضرات اس حقیقت سے بے خبر ہیں"

اس سے ثابت ہوا کہ وسیلوں کے ذریعہ اللہ سے مدد چاہنا اور اس سے برکتیں طلب کرنا منافی توکل نہیں۔ اس لیے ہم اللہ تعالیٰ کو قادر مختار مانتے ہوئے اس کے محبوب ترین محبوبِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین کامل اولیا رالله کے توسل سے بلا تردد دعا رمانگتے، اس کی مدد رحمت اور برکت کے طالب ہوتے ہیں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اور برگزیدہ اولیا، اللہ کی ہستیاں تو اس کی قدرت کاملہ پر دلائل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اسی لیے آپ فرماتے ہیں کہ۔

" توسط اسباب منافی توکل نیست۔ چنانچہ ناقصاں گماں بردہ اند۔ بلکہ در توسط اسباب کمالِ توکل است " (۱۳۸)

یعنی۔ توسط اسباب توکل کے منافی نہیں جیسا کہ کوتاہ بیں لوگوں کا گمان ہے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ توسط اسباب ہی میں کمال توکل موقوف ہے"

ایمان کی حقیقتُ و نوعیّت!

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان
(اقبال)

عقیدۂ توحید کی اساس ایمان پر قائم ہے۔ حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہٗ نے اپنے مکتوبات میں ایمان کی تعریف و نوعیت پر نہایت ہی دل نشیں انداز میں دلائل و براہین کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ اگرچہ ایمان اقرار لسانی اور تصدیق قلبی کا نام ہے، لیکن ایمان کا اصل جزو "تصدیق قلبی" ہے۔ کیونکہ اقرار لسانی میں سقوط کا

Marfat.com

احتمال پایا جاتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ خوفِ ہلاکت سے دہشت زدہ ہو کر کوئی "کلمۂ کفریہ" زبان سے نکل جائے۔ اس قسم کے اضطراری حالات میں ایمان نہیں جاتا رہتا بلکہ دل تصدیق کر رہا ہے تو پھر ایمان باقی رہتا ہے۔ حضرت خواجہ عبداللہؒ خواجہ عبیداللہؒ کو تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"تصدیق قلبی کی علامت یہ ہے کہ کفر سے تبرّا (بریت وبیزاری) کا اعلان کیا جائے۔ نہ صرف کافری سے بیزاری ظاہر کی جائے بلکہ زنار باندھنے اور اسی نوع کی دوسری خصائص ولوازم کافری سے بھی اعلانیہ بریت اختیار کی جائے اگر عیاذاً باللہ سبحانہ تصدیق قلبی کا مدعی کفر سے بریت وبیزاری کا مظاہرہ نہیں کرتا تو پھر وہ دو مذاہب پر ایمان رکھنے کا مرتکب بن جاتا ہے اس لیے اس پر ارتداد کا داغ مرتسم ہو جائے گا۔ بلکہ فی الحقیقت اس پر منافق کا حکم لگ جائے گا۔ لَآ اِلٰی هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰی هٰٓؤُلَآءِ (سورہ نساء) نہ تو ادھر کا رہتا ہے اور نہ ہی اُدھر کا رہتا ہے پس تحقیق ایمان کے لیے "تبرّی کفر" بنیادی شرط ہے۔ ایمان کا ادنیٰ درجہ "قلبی تبرّیٰ" اور اعلیٰ درجہ "قلبی و قالبی تبرّیٰ" ہے" (۱۳۹)

حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ۔

" اللہ سے محبت اس کے دشمنوں سے دشمنی اور بیزاری کے مظاہرے کے بغیر قابل قبول نہیں۔" (۱۴۰)

اس عقیدے کو آپ نے یوں بیان فرمایا ہے کہ۔

" تولّٰی بے تبرّیٰ نیست " (۱۴۱)

یعنی۔ اللہ تعالیٰ سے دوستی رکھنا ہے تو کفر و کافری اور اہل کفر سے بیزاری و دشمنی لازمی ہے۔

مگر تبرّی کیا ہے؟۔ اس کی تعریف آپ نے انتہائی واضح الفاظ اور جامع انداز میں یوں تحریر فرمائی ہے۔

Marfat.com

"تبری عبارت از دشمنی است با دشمنان حق جل وعلا۔ آں دشمنی خواہ بہ قلب بود اگر خوفے از ضرر ایشاں داشتہ باشد و خواہ بہ قلب و قالب ہر دو در وقت عدم آں خوف" (۱۴۲)

یعنی۔ اللہ تعالیٰ حق جل وعلا کے دشمنوں سے اظہار دشمنی کو "تبری" کہتے ہیں خواہ اس دشمنی کا اظہار صرف قلب سے ہو اگر یہ خوف لاحق ہو کہ اعلانیہ عملی اظہار سے ضرر پہنچنے کا احتمال ہے تو پھر یہی کافی ہے، خواہ قلب (دل) اور قالب (جسم سے عملی مظاہرہ) دونوں سے اس دشمنی کا اعلان کیا جائے بشرطیکہ خوف کا احتمال موجود نہ ہو۔

دو قومی نظریہ

چوہدری رحمت علی، علامہ اقبال رحمہ اور بابائے قوم محمد علی جناح نے برصغیر ہند و پاک میں مسلمانوں کیلئے ایک علاحدہ آزاد مملکت کے قیام کا مطالبہ صرف اس لیے کیا تھا کہ وہ اپنے قومی تشخص کو برقرار رکھتے ہوئے اسلامی شعار کے مطابق اپنی زندگی بسر کر سکیں۔

ان بزرگوں نے دیکھ لیا تھا کہ ایک قومیت کے نظریے کو تسلیم کرنے سے مسلمان اپنا دینی تشخص قائم نہیں رکھ سکتے بلکہ غالب اکثریت رکھنے والی قوم ہنود میں مدغم ہو کر اپنا نام ونشان بھی کھو بیٹھیں گے۔ اسی لیے انہوں نے بار بار اس بات پر زور دیا کہ ہندو اور مسلمان دو متضاد اقدار کی حامل قومیں ہیں، دونوں ایک دسترخوان پر بیٹھ کر کھا پی نہیں سکتیں۔ دونوں کے آداب طعام ولباس، رہائش حتیٰ کہ تقویمی سن وسال بھی ایک دوسرے سے انتہائی حد تک مختلف ہیں۔

یہی بات حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہ نے گیارہویں صدی ہجری کے آغاز میں اس وقت انتہائی پرزور مدلل انداز میں واضح فرمادی جب اکبری کفر والحاد مسلمانوں کے دینی تشخص کو مٹانے پر تلا ہوا تھا۔ اکبری وجہانگیری دور کے سیاسی و مذہبی ماحول

Marfat.com

پر ابتدائی صفحات میں تبصرہ کیا جاچکا ہے۔ اسے مدنظر رکھتے ہوئے یہ حقیقت اور بھی واضح ہوجاتی ہے کہ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے دو قومی نظریئے سے ہمیں روشناس کیا۔ آپ نے دو ٹوک الفاظ میں واضح فرمادیا کہ مسلمانوں اور کافروں میں دوستی کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا، بلکہ اسلامی شریعت کی رو سے دونوں میں "موالات" "گناہ کبیرہ" میں داخل ہے۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ فریدؒ کو تحریر فرماتے ہیں کہ۔

سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع دو باتوں پر منحصر ہے۔

(۱) اتیانِ احکام اسلامیہ۔ احکام اسلامیہ کی پابندی۔

(۲) رفع رسوم کفر۔ ان ہندوانی رسموں کا خاتمہ جو مسلمانوں میں رواج پاگئی ہیں۔ اس طرح کافروں کی ثقافت اور ان کے رسم و رواج کے خلاف جہاد کرنا سنت نبوی کے عین مطابق ہے۔ کیونکہ اسلام اور کفر (ہندو دھرم) ایک دوسرے کی ضد ہیں اور ان دونوں کے مابین معکوسی رشتہ پایا جاتا ہے۔ اس لیے اسلام کی بقا کفر کی تباہی میں مضمر ہے۔ کافروں اور مسلمانوں کا ایک ساتھ رہنا اور ایک ساتھ رہ کر پھلنا پھولنا امر محال ہے۔ یہی نہیں بلکہ انمیں سے کسی ایک کی "عزت و توقیر" دوسرے کی "ذلت و خواری" کے عین مترادف ہے۔

حضرت امام ربانی ارشاد فرماتے ہیں کہ

"اثبات یکے موجب رفع دیگراست۔ احتمال جمع شدن ایں دو ضد محال است وعزت دادن یکے رامستلزم خواری دیگراست۔ حق سبحانہ تعالیٰ حبیب خود را علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ می فرماید۔ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ۔ پس پیغمبر خود را کہ موصوف بخلق عظیم است بجہاد کفار و غلظت ایشاں امر فرمود۔ معلوم شد کہ غلظت بایشاں داخل "خلق عظیم" است" (۱۴۳)

یعنی۔ ایک کی بقا دوسرے کی تباہی کا موجب ہے۔ ان دونوں ضد کا ایک

جگہ اکٹھا ہونا محال ہے۔ ایک کی توقیر سے دوسرے کی خواری لازمی ہے حق سبحانہ تعالیٰ اپنے حبیب علیہ الصلوۃ والتحیۃ کو ہدایت فرماتا ہے کہ کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان کے ساتھ انتہائی سختی کا برتاؤ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو "خلق عظیم" سے متصف فرمایا ہے۔ اور آپ ہی کو کفار سے جہاد اور ان کے ساتھ "غلظت" کا یا انتہائی سختی سے پیش آنے کا حکم دیا ہے۔ پس یہ بات ثابت ہوگئی کہ ان کے ساتھ "غلظت" کا برتاؤ "خلق عظیم" میں داخل ہے۔

چونکہ کفر واسلام میں معکوسی رشتہ پایا جاتا ہے۔ اس لیے حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ۔

"کسے کہ اہل کفر را عزیز داشت، اہل اسلام را خوار ساخت" (۱۴۴)

یعنی۔ "جس نے کافروں کو عزیز رکھا اس نے مسلمانوں کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ لگا دیا"

اس لیے کافروں کے ساتھ ہر قسم کی موالات حرام ہے۔ حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"عزیز رکھنے (موالات) کا مطلب صرف یہی نہیں کہ عزت واحترام اور اعزاز واکرام کے ساتھ انہیں (کافروں کو) بلند مقام پر بٹھایا جائے، بلکہ اپنی محفلوں میں انہیں جگہ دینا، ان سے مصاحبت رکھنا اور تبادلۂ خیالات کرنا بھی اعزاز میں داخل ہے۔ اس لیے ان (کافر ہندوؤں) سے ہر طرح سے دور رہنا اور اجتناب برتنا چاہیے۔ ہاں، بدرجۂ مجبوری کسی غرض سے وقتی طور پر ملنے کی اجازت ہے مگر کمال ایمان واسلام یہی ہے کہ ان سے کسی قسم کی دنیوی غرض نہیں رکھنا چاہیے" (۱۴۵)

حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں کافروں کو اپنا اور اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کا دشمن قرار دیا ہے۔ اس لیے ان سے ہر قسم کی مجالست و موانست گناہ کبیرہ میں داخل ہے۔

اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے آپ تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"پس اختلاط و موانست بایں دشمنان خدا و رسول از اعظم جنایات باشد"۔ (۱۴۶)

یعنی۔ پس ان دشمنان خدا و رسول سے موانست رکھنا عظیم ترین گناہ کبیرہ میں داخل ہے۔

اس دو قومی نظریے کی مزید وضاحت فرماتے ہوئے حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کیسی فکر انگیز بات لکھتے ہیں!

"ان نابکاروں (ہندو کافروں) کا مقصد یہی ہے کہ اسلام اور اہل اسلام کا مذاق اڑایا جائے وہ اس موقع کی تاک میں لگے رہتے ہیں کہ قابو پاتے ہی مسلمانوں کو تباہ و برباد کر دیں یا سب کو چن چن کر قتل کر ڈالیں یا پھر کفر پر واپس بلالیں اور مرتد بنا ڈالیں۔ پس مسلمانوں کو شرم آنا چاہیے کہ شرم و حیا ایمان کی نشانی ہے۔ غیرت و حمیت کا تقاضہ یہی ہے کہ مسلمان بھی انہیں ذلیل و خوار کرتے ہیں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں۔ حق سبحانہ و تعالیٰ تو انہیں نجس و پلید قرار دیتا ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ انہیں نجس و پلید ہی سمجھیں۔ امید ہے کہ ان حالات میں وہ ان سے مصالحت و مجانست سے اجتناب برتیں گے اور کراہت محسوس کریں گے"۔

"پس جو بھی مسلمان ان سے امداد طلب کرے گا۔ وہ گمراہ قرار دیا جائے گا کیونکہ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ، کافروں کو بلانا ضلالت و گمراہی میں پڑنے کے سوا کچھ اور نہیں ہے"۔ (۱۴۷)

اسلامی اقتدار کو قائم رکھنا اور اسے استحکام بخشنا ہے تو کافروں سے بغض و عناد رکھا جائے۔ اسی اصول کو مسلمانوں کے دل و دماغ پر ثبت فرماتے ہوئے

Marfat.com

یوں تحریر فرماتے ہیں کہ ۔

"علامتِ حصول دولت اسلام بغض است با اہل کفر و عناد است بایشاں"

اگر اس حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کافروں سے موالات کا رشتہ جوڑا گیا تو یہ ایک بہت بڑا المیہ ہوگا کافروں سے میل جول رکھنے سے مسلمان ان کی دشمنی کو فراموش کر دیں گے۔ اپنی بقاء و استحکام اور دفاع سے غفلت برتیں گے، نفاذ شریعت کا خیال نہیں رکھیں گے اور رسوم کفریہ کے مٹانے کا جذبہ سرد پڑ جائے گا۔ اس طرح ان کی موانست کی بنا پر مسلمان ان کا لحاظ رکھنے اور مروت برتنے پر مائل ہو جائیں گے۔ اور یہی مسلمانوں کے لیے عظیم ترین نقصان کے برابر ہے (۱۴۸)

اس لیے کافروں کے خلاف ابلاغ عامہ کے تمام ذرائع استعمال کرنا چاہیے۔ حتیٰ کہ شاعروں پر بھی یہ فرض عائد کیا گیا کہ وہ کافروں کے خلاف ہجو لکھیں اور شان اسلام اور مدحت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر قصیدے اور نعتیں لکھ کر انہیں زیادہ سے زیادہ پھیلانے کی کوشش کریں۔

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجو کفر کے لیے بڑا اہتمام فرمایا۔ حتیٰ کہ اپنے ممبر مبارک پر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بٹھا کر "ہجو کفار" سن کر اس قدر خوش ہوئے کہ ان کے حق میں دعا فرمائی ؎

"بار الہا! روح القدس کو اُن کی حفاظت و مدافعت پر مامور فرما!"

ضابطۂ شریعت کا دوسرا رکن

عقائد و احکام شرعیہ کا علم

اسلامی عقائد اور شرعی احکام کی تعلیم حاصل کیے بغیر اعمال صالحہ کی پابندی کما حقہ

Marfat.com

نہیں ہو سکتی۔ حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہٗ شیخ نظام الدین تھانیسری کو تحریر فرماتے ہیں کہ۔

" اعمال صالحہ صرف اسی صورت میں میسر ہو سکتے ہیں جب انسان ان کی کیفیت اچھی طرح سمجھ لے اس کے لیے شریعت کا علم از حد ضروری ہے اور اس کے بغیر کوئی اور چارۂ کار نہیں ہے۔ اور یہ علم دو مجاہدوں سے مل سکتا ہے۔ پہلا مجاہدہ ہے طلب علم کے لیے اور دوسرا مجاہدہ ہے اس علم کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے کے لیے۔ پس جس طرح آپ کی محفل میں کتب تصوف کا مذاکرہ رہتا ہے، بالکل اسی طرح کتب فقہ مثلاً "کنز" جیسی مستند کتابوں کی تعلیم بھی جاری ہونا چاہیے۔ بلکہ کتب تصوف کی تعلیم نہ بھی ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔ ہاں کتب فقہ کی تعلیم کا اہتمام نہ کیا جائے تو نقصان پہنچنے کا احتمال ہے" (۱۵۰)

اسی طرح آپ نے عقائد صحیحہ کی تعلیم و تدریس پر زور دیا ہے تاکہ باطل عقائد سے واقف ہونے کے بعد ان سے دور رہنے کی صلاحیت پیدا ہو سکے۔ حضرت شیخ فرید بخاری کو تلقین فرماتے ہیں کہ۔

" واز برائے تصحیح ایں عقائد حقہ رسالہ امام اجل تورپشتی بسیار مناسب است و قریب الفہم، مذکور مجلس شریف بودہ باشد" (۱۵۱)

یعنی۔ عقائد حقہ کی تصحیح کی غرض سے حضرت امام اجل تورپشتی کا رسالہ عقائد انتہائی موزوں اور قریب الفہم ہے اس لیے آپ کی مجلس شریف میں اس کی تعلیم کا اہتمام کیا جائے۔

چونکہ یہ رسالہ انتہائی طویل ہے اس لیے اسی مکتوب میں آپ نے یہ خیال ظاہر فرمایا ہے کہ اگر زندگی نے وفا کی تو آپ خود عقائد پر ایک عام فہم کتاب تحریر فرمائیں گے۔ اسی مکتوب میں آپ نے فقہ کی تعلیم پر بھی زور دیا ہے۔ تحریر فرماتے ہیں کہ۔

حلال و حرام، فرض، واجب، اور سنت، نیز مندوب و مکروہ کا علم حاصل

Marfat.com

کرنے کے لیے علم فقہ کا مطالعہ از حد ضروری ہے۔ اس لیے آپ کسی طالب علم کو ہدایت فرمائیں کہ مجموعہ خوانی یا عمدۃ الاسلام جیسی مستند فقہ کی کتاب آپ کی مجلس میں پڑھ کر سنایا کرے۔" (۱۵۲)

والی کابل قلیج اللہ کو آپ ہدایت فرماتے ہیں کہ اعتقادی و فقہی مسائل صرف "علمائے آخرت" سے استفسار کیا کریں۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

"احکام شرعیہ را از علمائے آخرت باید استفسار نمود۔ سخن ایشاں را تاثیرے ہست۔ شاید بہ برکت انفاس ایشاں بعمل آں موافق شود" (۱۵۳)

یعنی۔ احکام شرعیہ کے بارے میں صرف علمائے آخرت سے استفسار کیا کریں۔ ان بزرگوں کی زبان میں بڑی تاثیر ہے۔ شاید ان کی برکت سے عمل کرنے کی توفیق حاصل ہو جائے۔

یہی ہدایت حضرت شیخ فرید بخاریؒ کو جاری فرماتے ہیں کہ

"در معاملہ حلت و حرمت ہموارہ بعلمائے دیندار رجوع باید نمود و از ایشاں استفسار باید کرد و بمقتضائے فتویٰ ایشاں عمل باید نمود" (۱۵۴)

یعنی۔ حلال و حرام کے بارے میں علمائے دیندار سے رجوع کریں اور انہیں سے استفسار کر کے ان کے فتوئے کے مطابق عمل کیا جائے۔

اسی طرح مولانا امان اللہ فقیہ کو تاکید فرماتے ہیں کہ اعتقادی و فقہی احکام میں آئمہ مجتہدین کے فتوؤں کی خلاف ورزی کسی صورت میں نہیں ہونا چاہیئے۔ تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"مقلد را نمی رسد کہ خلاف رائے مجتہد از کتاب و سنت احکام اخذ کند و بر آں عامل باشد" (۱۵۵)

یعنی۔ مقلد کے لیے یہ زیب نہیں دیتا کہ مجتہد کی رائے کے برخلاف کتاب و سنت سے احکام اخذ کر کے ان پر عمل پیرا ہو۔

ان اعتقادی و شرعی احکام میں علمائے اہل سنت کی پابندی صوفیائے کرام پر بھی لازمی ہے آپ انہیں صوفیائے کرام کو ہدایت فرماتے ہیں کہ!

Marfat.com

"باید دانست کہ در ہر مسئلہ از مسائل کہ علما وصوفیا در آں اختلاف دارند
چوں نیک ملاحظہ می نماید، حق بجانب علما می یابند" (۱۵۶)

یعنی۔ واضح ہونا چاہیے کہ کسی بھی مسئلے میں علما وصوفیہ میں اختلاف پیدا ہو جائے
تو غور سے ملاحظہ کرنے پر علما ہی حق بجانب نظر آئیں گے۔

اور چونکہ ائمہ مجتہدین میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کا مقام سب سے بلند
ہے اس لیے اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ ان کی اتباع میں نجات اخروی وفلاح سرمدی مضمر ہے

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ مذاہب اربعہ کے ائمہ میں حضرت امام ابوحنیفہ
رحمۃ اللہ علیہ کو بجا طور پر امام اعظم قرار دیتے ہیں۔ تحریر فرماتے ہیں کہ ورع وتقویٰ
اور اتباع سنت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی بلند شان
عطا فرمائی ہے فرماتے ہیں کہ۔

"ورع وتقویٰ کی برکتوں سے اور اتباع سنت کی سعادتوں سے اجتہاد واستنباط
میں آپ کو اتنا اونچا مقام مل گیا کہ ہر ایک اس کی شایان شان بلندی کی حقیقت
سمجھنے سے قاصر ہے" (۱۵۷)

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام شافعیؒ کا یہ قول نقل کرتے ہوئے فرماتے
ہیں کہ آپ کی فہم وفراست تک کسی نے آج تک رسائی حاصل نہیں کی۔

"الفقهاء كلهم عيال ابي حنيفة رح"

یعنی۔ "تمام فقہا حضرت امام ابوحنیفہؒ کے سامنے بچے نظر آتے ہیں"

پھر اسی مکتوب میں آپ کی شان میں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ۔

"حقیقت تو یہی ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اسلامی فقہ
کے بانی ہیں۔ اور فقہ کے تین حصے ان کے لیے مخصوص ومسلم ہیں۔

Marfat.com

باقی چوتھائی حصے میں سارے ائمہ فقہ شریک ہیں مجھے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے سارے ائمہ فقہ بچے ہی نظر آتے ہیں۔"

"یہ بات بلا تعصب کہی جا سکتی ہے کہ نظر کشف میں مذہب حنفی کی نورانیت بحر ذخار نظر آتی ہے اور اس کے مقابلے میں دیگر فقہی مذاہب حوضوں کی مانند دکھائی دیتے ہیں۔ یوں بھی مسلمانوں کا سواد اعظم مذہب حنفی کا پیرو ہے" (۱۵۸)

اور مذہب حنفی کو یہ اعزاز حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے طفیل میں حاصل ہوا۔

ضابطۂ شریعت کا تیسرا رکن

احکام شرعیہ پر عمل!

نا پید ہے بندۂ عمل مست
باقی ہے فقط نفس درازی
اقبال

عقائد و احکام کا علم حاصل ہونے کے بعد ان پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اسی لیے حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ۔

"آدمی را ہم چنانکہ از درستی اعتقادات چارہ نیست، از اتیان اعمال صالحہ نیز چارہ نیست" (۱۵۸)

یعنی۔ جس طرح درستی اعتقاد لابدی ہے، اسی طرح اعمال صالحہ کی تعمیل کے بغیر کوئی اور چارہ کار نہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ علم و عمل دونوں کا سرچشمہ شریعت ہے۔

"بالجملہ علم و عمل مستفاد از شرع است" (۱۵۹)

Marfat.com

لیکن ان دونوں کی اساس ایمان پر قائم ہے۔ جس قدر ایمان پختہ ہوگا اسی قدر اعمال میں کمالیت و طمانیت پیدا ہوگی۔ ارشاد فرماتے ہیں۔

"الاعمال متفرعة علی الایمان کمالها علی حسب الکمال الایمان" (۱۶۰)

یعنی۔ اعمال تو ایمان سے متفرع ہیں۔ جس قدر ایمان مکمل ہوگا اسی قدر عمل میں جامعیت پیدا ہوگی۔

پھر بھی عمل کی جامعیت سے انکار ممکن نہیں۔ عمل ہی سے ایمان کو تازگی ملتی ہے۔ عمل ہی شریعت کو زندہ رکھتا ہے۔ اسی لیے آپ تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"احکام شرعیہ میں سے کسی ایک کو بھی زندہ رکھنا سب سے بڑی نیکی ہے۔ ایسے عالم میں کہ شعائر اسلام مٹائے جا رہے ہوں کسی شرعی مسئلے کو رائج کرنا کروڑوں روپے خرچ کرنے سے بدرجہا بہتر ہے" (۱۶۱)

علم بے عمل انتہائی نقصان دہ ہے۔ مقصود شریعت تو عمل ہے۔ اسی نکتے کی وضاحت فرماتے ہوئے والی کابل قلیچ اللہ کو تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"اما مقصود عمل است نہ مجرد علم۔ بیمارے کہ علم بدارو ئے مرض خود را دارد تا آں دارد نہ خورد، صحت نمی یابد۔ علم بدارو فائدہ نمی کند۔ ایں ہمہ ابرام و مبالغہ برائے عمل است۔ علم خود حجت را درست نمی سازد۔ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام، اِنَّ اللّٰہَ اَشَدُّ النَّاس یوم القیامۃ عالم لم ینفعه اللّٰہ تعالیٰ بعلمه" (۱۶۲)

یعنی۔ بہرحال مقصود عمل ہے نہ کہ محض علم۔ جو مریض اپنے مرض کی دوا تو جانتا ہے لیکن اسے استعمال نہیں کرتا صحت یاب نہیں ہوتا ہے۔ صرف دوا کے علم سے اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ اس قدر اہتمام و مبالغہ عمل کے لیے ہے۔ خود علم سے حجت کی صحت ثابت نہیں ہوتی آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ یوم قیامت اس عالم سے سب

Marfat.com

سے زیادہ مواخذہ ہوگا۔ جس نے اپنے علم سے کوئی استفادہ نہیں کیا۔
اسی لیے دینوی مشاغل میں منہمک ہونے کے باوجود باشرع مومن کبھی بھی نہیں بھٹکتا۔ اگر شرعی تقاضے پورے کیے جائیں تو زراعت ہو یا تجارت یا ایسے ہی دوسرے دینوی مشاغل، سب کے سب عین عبادت بن جاتے ہیں، ایسے ہی مرد مومن کی شان میں آیا ہے کہ۔ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (۱۶۳)
یعنی۔ یہی مرد مومن ہیں جنہیں نہ تو تجارت اللہ کے ذکر سے غافل بناتی ہے اور نہ ہی بیع۔

علامہ اقبال اسی مرد مومن کی شان میں فرماتے ہیں۔

تقدیر کے پابند نباتات و جمادات
مومن فقط احکام الٰہی کا ہے پابند

اسی لیے حضرت امام ربانی فرماتے ہیں کہ۔

"سالہا سال روزے رکھنے کے مقابلے میں عید الفطر کے دن اہتمام سے کھانے پینے سے اور رات رات بھر جاگ کر نمازیں پڑھنے کے مقابلے میں اتباع سنت میں صبح سویرے دو رکعت نماز باجماعت پڑھنے سے کہیں زیادہ اجر و ثواب ملے گا" (۱۶۴)

ترک حکمی پس دینوی امور شرعی تقاضوں کے مطابق ادا کیے جائیں تو اسی کو عمل باحکام الشرعیہ کہتے ہیں اور یہی دولت عظمیٰ کی ضامن ہے۔ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ دنیا کو مبغوضہ اور ملعونہ قرار دیتے ہیں لیکن رہبانیت کو سراسر خلاف شریعت سمجھتے ہیں۔ آپ کا خیال ہے کہ متابعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت عظمیٰ ترک حکمی کے اصول پر عمل کرنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ شرعی تقاضوں کے مطابق ترک حکمی سے فلاح و نجات مل سکتی ہے۔ مال و دولت جمع کرنا گناہ کی بات ہے۔ لیکن اس سے شرعی نصاب کے مطابق زکوٰۃ نکالنے اور شرعی احکام کی تعمیل میں اسے خرچ کرنے سے وہی مال و دولت حلال و طیب ہو جاتی ہے اسی نکتے کی وضاحت کے لیئے

Marfat.com

حضرت شیخ فریدالدینؒ کو تحریر فرماتے ہیں کہ۔

" حصول دولتِ عظمیٰ متابعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم موقوف بر ترک کلی دنیا وی نیست تا دشوار نماید۔ بلکہ اگر زکوٰۃ مفروضہ مثلاً مودی شود حکم ترک کلی دارد۔ در عدم وصولی مضرت چہ مال مزکی از ضرر برآمدہ است۔ پس معالجہ دفع ضرر از مال دنیا وی اخراج زکوٰت است از آں۔ اگرچہ ترک کلی اولیٰ وافضل است اما ادائے زکوٰۃ ہم کار آں کند" (۱۶۵)

یعنی۔ متابعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت عظمیٰ کا حصول دنیاوی مشاغل کے ترک کلی پر موقوف نہیں ہے۔ ورنہ تو بڑی دشواری میں پڑ جاتے بلکہ اگر فرض کی گئی زکوٰۃ مثلاً ادا کر دی جائے تو اس سے ترک کلی کے حکم کی تعمیل ہو جاتی ہے۔ زکوٰۃ کی عدم وصولی میں جو مضرت لاحق ہے وہ ادائیگی کے بعد دور ہو جاتی ہے اور مال مزکی باقی رہ جاتا ہے پس مال دنیوی کو مضرت سے پاک رکھنا ہے تو زکوٰۃ نکالنا ضروری ہے اگرچہ ترک کلی اولیٰ وافضل ہے۔ پھر بھی ادائے زکوٰۃ سے وہی فائدہ حاصل ہو جاتا ہے۔

خواجہ جہاں کو تحریر فرماتے ہیں کہ۔

" چونکہ اس زمانے میں ترک حقیقی میسر نہیں بلکہ انتہائی دشوار ہے اس لیے ضرورتاً ترک حکمی کرنا چاہیے اور ترک حکمی کا مطلب یہ ہے کہ اپنے دینوی معاملات کو شرعی احکام کے تابع بنایا جائے۔ یعنی ہر معاملے میں شریعت کے تقاضوں کو پورا کرنا چاہیے اور حدود شریعت سے بال برابر بھی تجاوز نہیں کرنا چاہیے" (۱۶۶)

اس لیے جو بھی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق شرعی تقاضوں کا احترام کرتے ہوئے ترک حکمی کی تعمیل کرتا ہے اسے دین و دنیا دونوں کی برکتوں سے اللہ

Marfat.com

تعالیٰ فیض یاب فرمائے گا۔ لیکن جو ترک حکمی کی خلاف ورزی کرتا ہے وہ مسلمان نہیں منافق ہے۔ وہ نام کا مسلمان ہے۔ رسمی طور پر وہ خود کو مسلمان ظاہر کرتا ہے مگر ترک حکمی کو نظر انداز کرتے ہوئے درحقیقت شریعت کا مذاق اڑاتا ہے۔ خوش نصیب وہی ہے جو صاحب ثروت ہونے کے باوجود ترک حکمی پر سختی سے عمل پیرا ہے۔

اوامر و نواہی اور تقویٰ

نجات کا مدار و مدار دو عناصر پر ہے۔

(۱) اوامر کی بجاآوری۔

(۲) نواہی سے اجتناب۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اوامر و نواہی کو سنت نبوی کے تابع قرار دیا ہے۔ سنت نبوی کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے اوامر و نواہی کی پابندی سے ہماری زندگی سنور سکتی ہے اور آخرت بھی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت فرمائی ہے

"مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا"

یعنی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو احکامات تمہیں عطا فرمائے ہیں ان پر پابندی سے عمل کرو۔ اور جن باتوں سے ممانعت فرمائی ہے ان سے اجتناب برتو۔

آپ قلیج خاں پر واضح فرما دیتے ہیں کہ۔

"ان میں سے دوسری بات زیادہ اہم ہے۔ کیونکہ منہیات سے بچنے ہی کو تقویٰ کہتے ہیں۔ ارشاد نبوی ہے کہ دین کا انحصار اسی تقویٰ پر ہے اور فرشتوں پر انسانوں کو فضیلت اسی کی بدولت حاصل ہے اور قرب الٰہی کے درجوں میں اسی سے ترقی ہوتی ہے" (۱۶۷)

Marfat.com

اسی نکتے کی طرف مولانا امان کی توجہ مبذول فرماتے ہیں کہ۔

"اعمال صالحہ دو عناصر کے مجموعے کا نام ہے۔

(۱) امتثال اوامر۔ احکام خداوندی کی بلا چوں چرا تعمیل۔

(۲) انتہا از مناہی۔ جن کاموں سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے ان سے پوری طرح اجتناب۔

آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

"در امتثال اوامر قدسیاں نیز شریک اند۔ اگر در امتثال ترقی واقع می شد، قدسیاں را نیز واقع می شد۔ وانتہا از مناہی در قدسیاں نیست چہ ایشاں بالذات معصوم اند، مجال مخالفت نہ دارند تا از اں نہی کردہ شود۔ پس لازم آمد ترقی وابستہ باہمیں جز و است (۱۶۸)

یعنی۔ اوامر کی تعمیل میں تو فرشتے (قدسیاں) بھی انسان کے ساتھ شریک ہیں۔ اگر تعمیل احکام پر ترقی موقوف ہوتی تو فرشتوں کو اسی طرح ترقی حاصل ہوتی۔ اور مناہی سے رکنے کی خصوصیت فرشتوں میں نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ وہ خود اپنی ذات سے معصوم ہیں مخالفت کی قوت ہی نہیں رکھتے کہ انہیں مناہی سے بچنے کی ہدایت کی جاتی۔ پس یہ بات ثابت ہوگئی کہ روحانی ترقی اسی عنصر (دوسرے عنصر) مناہی سے اجتناب پر مبنی ہے۔

مباحات ضروریہ اور مباحات فضولیہ حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ منہیات سے بچنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ مباحات ضروریہ پہ قناعت کی جائے اور مباحات فضولیہ سے پرہیز برتا جائے۔ اسی اصول کی پابندی سے تقویٰ کی سعادت میسر ہوسکتی ہے۔ محمد قلیج خاں کو تلقین فرماتے ہیں کہ۔

"اگر کوئی مباحات کے اختیار کرنے میں اپنے نفس کی باگ ڈور چھوڑ دے تو مشتبہ امور میں لامحالہ ملوث ہو جائے گا اور مشتبہ امور قریب

قریب حرام کے برابر ہیں۔ پس جو بھی تقویٰ میں کمال حاصل کرنا چاہتا ہے انسے مباحات ضروریہ پر اکتفا کرتے ہوئے ان سے صرف اس حد تک استفادہ کرنا چاہیے کہ وظائف بندگی کی طاقت برقرار رہے" (۱۶۹)

اسی لیے آپ ملا ظفر کو مشتبہات سے محتاط رہنے کی ہدایت فرماتے ہیں۔

"تم نے لکھا تھا کہ اس دور میں شبہ سے پاک کوئی چیز نہیں ملتی۔ یہ بات صحیح تو ہے پھر بھی جہاں تک ہو سکے مشتبہات سے دور رہیں۔ زراعت بے طہارت طیّب کے منافی ہے۔ اور ہندوستان میں اس سے بچنا مشکل ہے۔ البتہ سودی معاش سے پرہیز تو ممکنات میں سے ہے۔ حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھنا ضروری ہے"۔ (۱۷۰)

ان مشتبہات سے بچنے کا واحد راستہ یہی ہے کہ مباحات ضروریہ سے بقدر ضرورت اس حد تک استفادہ کیا جائے کہ وظائف بندگی کی قوت برقرار رہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکابر نقشبندیہ قدس اللہ سرہم رخصت پر عزیمت کو ترجیح دیتے ہوئے مباحات ضروریہ سے کم سے کم استفادہ فرماتے ہیں۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

"اے فرزند! کار این است کہ از فضول مباحات اجتناب باید نمود واز مباحات بقدر ضرورت اکتفا باید کرد و آں ہم بہ نیت جمعیّت از برائے ادائے وظائف بندگی۔ مثلاً مقصود از خوراک قوت برائے طاعات است واز پوشاک ستر عورت و دفع حر و برد و علی ہٰذا القیاس سائر المباحات الضروریہ" (۱۷۱)

یعنی۔ اے فرزند! بات تو یہی ہے کہ مباحات فضولیہ سے پرہیز کرنا چاہیے اور مباحات ضروریہ پہ صرف اس حد تک اکتفا کرنا چاہیے کہ سکون کے ساتھ وظائف بندگی ادا ہوتے رہیں۔ مثلاً کھانا اس لیے تناول

Marfat.com

کیا جائے کہ احکام کی بجا آوری کے لیے قوت برقرار رہے اور پوشاک
صرف اس مقصد سے پہنی جائے کہ اس سے ستر چھپ جاتی ہے اور گرمی
وسردی سے محفوظ بھی رکھتی ہے اور اسی پر دوسری تمام مباحات ضروریہ
کو قیاس کرو۔"

حقوق اللہ اور حقوق العباد حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ حقوق اللہ
اور حقوق العباد کے احترام سے اوامر و نواہی کی ادائیگی میں مدد ملتی ہے اور تقوی
کی سعادت بھی میسر ہو جاتی ہے۔ اسی لیے صاحب عرفان و بصیرت نے دو امور
کی تلقین فرمائی ہے۔ (۱) التعظیم لامر اللہ، حکم خداوندی کا احترام۔
(۲) الشفقۃ علی خلق اللہ، مخلوق خدا پر شفقت۔ ان دونوں میں سے کسی ایک کو نظر
انداز کرنا سراسر کوتاہی ہے۔ مخلوق خدا پر شفقت اسی طرح ضروری ہے جس طرح
خدا کی اطاعت۔

قلیج اللہ کو ہدایت صادر فرماتے ہیں کہ۔

"در ادائے حقوق عباد سعی بلیغ مبذول یا یدداشت کوشش باید
نمود کہ حق ہیچ کس در ذمہ نماند این جا ادائے آں حق آسان است
بملائمت و تملق ہم رفع می شود در آخرت کار مشکل است علاج
پذیر نیست" (۱۷۲)

یعنی۔ حقوق عباد کی ادائیگی کے لیے انتہائی انہماک سے سعی بلیغ کرنا چاہیے
کوشش یہی ہونی چاہیے کہ کسی کا حق اپنے ذمے نہ رہے۔ اس دنیا میں
ادائیگی حق آسان ہے ورنہ آخرت میں اس کی تلافی مشکل ہے وہاں
اس کا مداوا نہیں ہو سکے گا۔

حقوق العباد کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے۔ فرماتے ہیں کہ کسی اندھے کو بچانے
کے لیے اذکار و وظائف ترک کرنا عین عبادت ہے اللہ تعالیٰ نہ تو کسی بندے کا محتاج
ہے اور نہ ہی اس کے اوراد و اذکار کا۔ ہاں اس کا بندۂ نابینا اس قدر محتاج و بے بس

Marfat.com

ہے کہ خود کو کنویں میں گرنے سے نہیں بچا سکتا اس لیے ایسے نازک موقع پر اسے کنویں میں گرنے سے بچانا مامور من اللہ ہے۔ اس کے برخلاف اندھے کی مدد کے لیے دوڑ کر نہ جانا اور بدستور ذکر میں مشغول رہنا عین معصیت (ذنب) اور اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کی کھلی خلاف ورزی ہے۔

اگر بینم کہ نابینا و چاہ است
اگر خاموش بنشینم گناہ است

یعنی۔ اگر میں دیکھ رہا ہوں کہ اندھے کے راستے میں کنواں پڑ رہا ہے۔ ایسی حالت میں اگر میں خاموش بیٹھا رہتا ہوں تو یہ گناہ کی بات ہے۔

اسی لیے حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ "نابینا کی تخلیص یعنی اندھے کو کنویں میں گرنے سے بچانا خود ذکر میں شامل ہے، ذکر سے تو صرف ایک ہی حق "مولا جل شانہ" کا حق پورا ہوتا ہے لیکن اس "تخلیص" سے بیک وقت دو دو حق ادا کرنے کی سعادت مل جاتی ہے، پہلا حق ہے بندۂ نابینا (حق عبد) کا حق اور دوسرا حق ہے مولا تعالیٰ (حق اللہ) کا حق۔ اسی نکتے پہ زور دیتے ہوئے حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ مولانا حمید اللہ بنگالی کو تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"تخلیص او ہم ذکر است کہ امتثال امر است۔ در ذکر او ادائے یک حق است کہ حق مولیٰ باشد جل شانہ و در تخلیص ادائے دو حق است حق عبد و حق مولیٰ تعالیٰ بلکہ نزدیک است کہ ذکر گفتن داخل ذنب نمودہ آید" (۱۷۳)

یعنی۔ اس کی تخلیص یعنی اندھے کو کنویں میں گرنے سے بچانا بھی ذکر ہی ہے کہ حکم خداوندی کی تعمیل ہو رہی ہے۔ اس کے ذکر سے صرف ایک ہی حق، مولا جل شانہ کا حق ادا ہو رہا ہے اور تخلیص سے دو حق ادا ہو جاتے ہیں، حق عبد (اندھے کا حق) اور مولا تعالیٰ کا حق۔ بلکہ نزدیک کی بات تو یہ ہے کہ ذکر میں مشغول رہنا گناہ میں داخل ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

اسی طرح دوسرے حقوق عباد کی ادائیگی بھی عین عبادت ہے۔ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے گوشہ نشینی کی اجازت دل جمعی سے عبادت الٰہی میں مشغول رکھنے کی خاطر دی تو ہے مگر اسی شرط کے ساتھ کہ کسی بندے کی حق تلفی نہ ہو لکھتے ہیں کہ ارشاد نبوی ہے :۔ "حق المسلم علی المسلم خمس، رد السلام، وعیادۃ المریض، واتباع الجنائز، واجابۃ الدعوۃ وتشمیت العاطش(۱۷۴)"

یعنی۔ ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان بھائی کے پانچ حقوق واجب ہیں۔

(۱) سلام کا جواب دینا (۲) عیادت مریض (۳) جنازے میں شرکت

(۴) اجابت دعوت اور (۵) پیاسے کو پانی پلانا۔

ارکان اسلام یا اصول خمسہ یا اصول پنجگانہ

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ارکان اسلام کی ادائیگی پر نجات اخروی موقوف ہے۔ حضرت مولانا عبدالحیٰ کو تحریر فرماتے ہیں

"مدت سے میں سوچ رہا تھا کہ بہشت میں داخل ہونے کے لیے تمام اعمال صالحہ کی شرط ہے یا بعض کی۔ اگر تمام کے تمام اعمال صالحہ کی شرط مؤید ہوتی تو پھر لاکھوں میں شاید کوئی ایک آدمی ایسا ملے جس نے ان کی پابندی کا حق ادا کیا ہو آخر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے میرے قلب پر یہ حقیقت القا ہوئی کہ اعمال صالحہ سے ارکان خمسہ مراد ہیں جن پر اسلام کی بنیاد قائم ہے۔ اگر یہی ارکان پنجگانہ صحیح انداز میں ادا ہو جائیں تو امید ہے کہ نجات اُخروی مل جائے گی"(۱۷۵)

عبادت خداوندی

حضرت امام ربانی فرماتے ہیں کہ ہمیں اس لیے نہیں پیدا کیا گیا کہ کھائیں پییں گھومیں پھریں اور سو جائیں، ہمارے تخلیق کا مقصود حقیقی تو یہ ہے کہ ہم اپنے خدا کی بارگاہ میں الحاح وزاری کے ساتھ گڑگڑا کر اپنی بندگی کا اقرار کرتے رہیں۔ اسی کو وظائف بندگی کہتے ہیں اور اسی وظائف بندگی کا دوسرا نام عبادت ہے۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

Marfat.com

"مقصود از خلقت انسانی کہ خلاصۂ موجودات است نہ لہو لعب نہ خوردن نہ گفتن است، مقصود از وے ادائے وظائف بندگی است" (۱۷۶)

یعنی۔ "انسان جو خلاصۂ موجودات ہے، اس کی تخلیق کا مقصود یہ نہیں کہ لہو ولعب اور کھانے پینے اور باتیں بنانے میں زندگی گزار دی جائے بلکہ اس سے مقصود وظائف بندگی کی ادائیگی ہے"۔ (۱۷۶)

اور اس وظیفۂ بندگی کو شرعِ محمدی کے مطابق ادا کیا جائے تو اسی کو عبادت کہتے ہیں۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

"عبادتے کہ شرعِ محمدی ازاں ناطق است و مقصود ازاں منافع و مصالح عباد است و بجناب قدس خداوندی عز و شانہ ہیچ ازآں عائد نشود بجاں ممنون گشتہ می باید ادا کرد" (۱۷۷)

یعنی۔ عبادت وہی ہے کہ جس پر شرعِ محمدی ناطق ہو۔ اور جس سے مقصود محض بندوں کی فلاح و بہبود ہے ورنہ خدائے قدوس عز و شانہ کی بارگاہ اقدس اس اظہارِ بندگی سے بے نیاز ہے۔ لیکن لازم ہے بندوں پر کہ وہ دل و جان سے ممنون ہو کر اس کی عبادت کرتا رہے۔

اور تمام عبادتوں میں جامع و موثر ترین انداز میں وظائف بندگی ادا کرنے کا نام نماز ہے۔ اسی لیے آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

"جامع ترین عبادات و مقرب ترین طاعات ادائے صلوٰۃ است"

کلمہ طیبہ۔ کلمہ طیبہ کا وِرد بھی عبادت میں داخل ہے۔ حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہ نے اپنے مکتوبات میں کلمۂ طیبہ کے فضائل تفصیل سے بیان فرمائے ہیں۔ ملا عارف ختنی پر اسی کلمہ طیبہ کی اہمیت و فضائل واضح فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کا ذکر تمام اذکار میں افضل ہے۔ نیز حدیث قدسی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میرے علاوہ ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں اور ان کے مکینوں

Marfat.com

کو ایک پلڑے میں اور دوسرے میں کلمہ لا الٰہ الا اللہ رکھا جائے تو دوسرا پلڑا جھک جائے گا۔" (۱۷۸)

آپ حضرت مولانا عبدالحیٰ کو تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"غضب خداوندی کو دور رکھنے کے لیے کلمہ طیبہ سے بڑھ کر کوئی اور چیز نہیں غور کریں کہ جب اس کلمے کی بدولت انسان دوزخ میں داخل ہونے سے بچ جاتا ہے تو پھر غضب کی دوسری صورتیں اس غضب سے یقیناً کمتر ہیں جن کی وجہ سے انسان دوزخ میں ڈالا جاتا ہے۔ اس لیے یہ کلمہ ہر قسم کے غضب سے محفوظ رکھتا ہے۔"

"اور اس فقیر پر یہ بھی مشہود ہوا ہے کہ اگر اس کلمے کی برکات تمام عالم میں تقسیم کر دی جائیں تو ہمیشہ کے لیے کافی ہوں گی۔ خصوصاً جب کہ اس کلمہ طیبہ کے ساتھ کلمہ مقدسہ "محمد رسول اللہ" بھی شامل کر لیا جائے۔ اس طرح تبلیغ توحید کے ساتھ اور رسالت ولایت سے مربوط ہو جائیگی۔ ان دونوں کلموں کا مجموعہ نبوت و ولایت کے کمالات کا جامع ہے۔" (۱۷۹)

اس لیے کلمۂ طیبہ کے ابتدائی جزو کا اعلان بالجہر اور دوسرے عنصر پر دیدہ دانستہ خموشی منافقت کہلائے گی۔ حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں کہ کلمۂ طیبہ کا جزو اخیر (محمد رسول اللہ) مثبت رسالت ختم رسل علیہ وعلیٰ آلہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات ہے یہی عنصر دوم محصل و مکمل شریعت ہے یعنی اس کے بغیر نہ تو شریعت کا حصول ممکن ہے اور نہ ہی اس کی تکمیل ہو سکتی ہے آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ

"باقی ماند جزو دوم ایں کلمۂ مقدسہ کہ مثبت رسالت ختم الرسل است صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات ایں جزو اخیر محصل و مکمل شریعت ہاست" (۱۸۰)

یعنی۔ باقی رہی اس کلمۂ مقدسہ کے جزو دوم کی بات تو یہی مثبت رسالت ختم رسل صلی اللہ علیہم وسلم ہے۔ شریعت کے حصول و تکمیل کا دارومدار اسی جزو آخر پر ہے۔

Marfat.com

ضابطہ شریعت کا چوتھا رکن
تزکیۂ نفس اور اخلاص

یہ مال و دولت دنیا یہ رشتہ و پیوند
بتان وہم و گماں لا الہ الا اللہ!

تزکیۂ نفس ضابطۂ شریعت کے چوتھے رکن تزکیۂ نفس کو استحسانی رکن کہتے ہیں۔ "تزکیۂ نفس" یا تصفیۂ نفس کہتے ہیں نفس امارہ کو برائیوں بے جا خواہشوں یا روحانی بیماریوں سے پاک و صاف کرنے کو۔ اور یہی سیر و سلوک کا مقصود ہے۔
حضرت امام ربانیؒ میاں حاجی محمد لاہوری کو تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"سیر و سلوک کا مقصود یہی ہے کہ نفس امارہ برائیوں اور عیبوں سے پاک ہو جائے تاکہ انسان کو جھوٹے معبودوں کی پرستش سے نجات مل جائے اور معبود برحق کے سوا کوئی اور ہستی اسکی توجہ کا مرکز نہ رہے" (۱۸۱)

قلب اس نفس امارہ کی آماجگاہ قلب ہے۔ اس لیے روحانی بیماریوں کا منبع بھی قلب ہی ہوا۔ حضرت امام ربانیؒ فرماتے ہیں کہ آپ پر یہ حقیقت منکشف ہوئی ہے کہ قلب دو مساوی حصوں میں منقسم ہے پہلے نصف کا تعلق عالم خلق سے دوسرے کا عالم امر سے ہے اس طرح قلب روحانی و مادی دونوں قوتوں کا سرچشمہ ہوا۔ خلق سے تعلق رکھنے والے اس قلب کا نصف ہوا و ہوس کی قوتوں کا مرکز ہے خواہشات نفسانی کے مرکز اس چوتھائی قلب کو ہی ہم دل یا قلب کہہ کر پکارتے ہیں۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ "قلب" عالم خلق" اور "عالم امر" کے درمیان برزخ کی حیثیت رکھتا ہے۔ حضرت امام ربانی قلب کے نفسانی مرکز کی یوں تعریف فرماتے ہیں کہ۔

Marfat.com

"پس ربع قلب عبارت از مقام ہوا باشد کہ قلب متضمن آنست"۔(۱۸۲)

یعنی۔ پس چوتھائی قلب ہوا و ہوس کی آماجگاہ ہے اور اسی کو قلب کے نام سے تعبیر کرتے ہیں"

نفسِ امّارہ یہ نفس امارہ ہماری ساری مصیبتوں اور بیماریوں کی جڑ ہے یہ ہمارا سب سے قریبی مصاحب مگر بہت ہی برا مصاحب اور جانی دشمن ہے اسکی سب سے بڑی تمنا اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی اور اس کی سب سے بڑی آرزو شیطان کی اطاعت ہے (۱۸۳)

حضرت شیخ فریدؒ کو تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"نفس امارہ چاہتا ہے کہ سائر خلائق اس کی محتاج رہے اور اوامر و نواہی اسی کے اشارے پر سرزد ہوں وہ کسی کا محتاج نہیں بننا چاہتا۔ اسی کو دعوئے الوہیت اور خدائے ہمتا جل سلطانہ کی قدرت میں شرکت کہتے ہیں، مگر یہ منحوس صرف اسی پر راضی نہیں اس کی مرضی تو یہ ہے کہ وہ حاکم مطلق بلا شرکت غیرے بن جائے اور سب اسی کے اشارے پر ناچتے رہیں اسی لیے حدیث قدسی میں آیا ہے کہ عاد نفسک فانہا نتصبت بمعاداتی ، اپنے نفس کو اپنا دشمن سمجھو کیونکہ اس کی دوستی میری دشمنی پر ور غلاتی ہے" (۱۸۴)

امراض قلبی ہوائے نفسانی، زن، زر، زمین سے لگاؤ، اموال و اولاد سے محبت، جاہ و ریاست اور نام و نمود کی طلب "قلبی" روحانی بیماریوں کے مختلف روپ ہیں یہ سب کچھ ہم اپنے نفس امارہ کی خاطر چاہتے ہیں اس لیے ہمارا معبود خود ہمارا نفس ہوا جس کی غلامی سے نجات پر اخروی نجات و فلاح منحصر ہے۔

حضرت امام ربانی ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

"پس فی الحقیقت معبود او نفس اوست، تا زمانے از گرفتاری او اخلاص نشود، امید نجات بسے مستبعد است" (۱۸۵)

Marfat.com

یعنی۔ پس حقیقتاً اس کا معبود اسی کا نفس ہے جب تک اس کی قید سے رہائی نہیں ملتی، نجات کی امید رکھنا انتہائی دور کی بات ہے۔

اسی لیے صاحب عرفان عالموں اور بابصیرت مفکروں اور دانشوروں پر فرض ہے کہ وہ قلبی و روحانی امراض سے چھٹکارا حاصل کرنے کی تدابیر اختیار کریں۔

"پس بر علمائے اولوالالباب وحکمائے ذوی الابصار فکر ازالۂ ایں مرض لازم است، در خانہ اگر کسے است ایک حرف بس است" (۱۸۶)

یعنی۔ علمائے اولوالالباب وحکمائے ذوی الابصار پر اس مرض سے چھٹکارا حاصل کرنے کا فرض عائد ہوتا ہے اگر گھر میں ذرا سی بھی گنجائش موجود ہے تو بس یہی ایک حرف کافی ہے۔

ازالۂ امراض قلبی کی ضرورت

ان امراض قلبی اور باطنی آفات سے نجات اس لیے ضروری ہے کہ ان کی وجہ سے ہمارا ایمان متزلزل ہو جاتا ہے۔ حضرت امام ربانیؒ فرماتے ہیں کہ۔

"جس طرح اعضائے جسمانی کے ضعف سے احکام شریعت کی بجا آوری میں تامّل و تکلّف محسوس ہوتا ہے بالکل اسی طرح ضعف ایمانی سے بھی ان کی تعمیل میں تامّل و تکلف پیدا ہو جاتا ہے" (۱۸۷)

آپ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ نفس امارہ کی غلامی اور امراض قلبی میں گھرے ہونے کی وجہ سے تلاوت قرآنی سے بجائے فائدے کے الٹا نقصان ہوتا ہے۔ آپ حضرت حکیم عبدالقادر کو تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"تا زمانے کہ در مرض قلبی مبتلا است "فی قلوبهم مرض" ہیچ عبادتے وطاعتے اورا نافع نیست بلکہ مضر است حدیث معروف است، "رُبَّ صائمٍ لیس له من صیامه الا الجوع والظماء" خبر صحیح" (۱۸۸)

یعنی۔ جب تک مرض قلبی میں مبتلا رہو گے، قرآن شریف کی نص کے مطابق جن کے دل بیمار ہیں ان کے لیے کوئی عبادت و اطاعت مفید نہیں بلکہ مضر ہے

Marfat.com

یہ مشہور حدیث "خبر صحیح" ہے کہ اکثر روزے دار کو اس کے روزے سے بھوک پیاس کے علاوہ کچھ بھی نہیں ملتا۔

آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

" جس طرح صفراوی امراض کی وجہ سے قند و نبات کی مٹھاس محسوس نہیں ہوتی بالکل اسی طرح امراض قلبی کی وجہ سے ایمان کی خوشبو کا احساس باقی نہیں رہتا کیونکہ ہمارا ضمیر مردہ ہو جاتا ہے اس لیے ان سے نفس کی صفائی و پاکیزگی ضروری ہے۔ اور جسے تزکیۂ نفس کی سعادت مل گئی اسے فلاحِ دارین نصیب ہو گئی، قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا، اسی کو فلاح مل گئی جس کا نفس پاکیزہ ہو گیا، اور محرومی اسکا مقدر بن گئی جس نے اسے اپنے من میں چھپالیا۔" (۱۸۹)

اسی تزکیۂ نفس کے بعد قلبی اطمینان حاصل ہوتا ہے اور اسی سے اللہ تعالیٰ کی دوستی و قربت حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ اسی کی بدولت حقیقت ایمان کی سعادت، ایمان وجدانی کی دولت عظمیٰ ملتی ہے۔ حضرت امام ربانی فرماتے ہیں کہ۔

" پس بعد از تزکیۂ نفس و اطمینان آں حقیقت ایمان صورت وارد و وجدان می گردد و ایں قسم ایمان از زوال محفوظ است۔ کریمہ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ، در شان ایشاں صادق است" (۱۹۰)

یعنی۔ پس تزکیہ نفس اور روحانی اطمینان کے بعد ایمان کی حقیقت اپنی صورت اختیار کرتی ہے اور ایمان وجدان میں تبدیل ہو کر زوال سے محفوظ ہو جاتا ہے اسی لیے آیۂ کریمہ میں اولیاء اللہ کو بشارت دی گئی ہے کہ ہاں! یہی تو اللہ تعالیٰ کے اولیاء، اس کے محبوب و برگزیدہ بندے ہیں جو خوف و دہشت اور حزن و ملال سے بالاتر ہو کر رضائے الٰہی کے مطابق زندگی گزارتے ہیں۔

Marfat.com

طبعی و فطری خواہشات (INSTINCTS)

تقاضائے بشریت کو دبانے یا کچلنے کو تزکیۂ نفس نہیں کہتے۔ اس کے برخلاف جو خواہشات منشائے طبیعت کے عین مطابق ہیں انہیں پورا کرنا عین منشائے الہیٰ ہے مثلاً بھوک لگے تو کھانا کھانا پیاس لگے تو پانی پینا طہارت کی غرض سے یا شدید گرمی میں غسل کرنا اور جاڑوں میں سردی سے بچاؤ کے لیے موٹے ملبوسات پہننا یہ سب کے سب فطری ضروریات میں شامل ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود شیرینی پسند فرماتے تھے۔ پس فطری خواہشات کی تکمیل عبادت و عبودیت کے منافی نہیں ہے۔ حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ۔

(۱) نفس امارہ کی خواہشات طبعی ضروریات کے زمرے میں نہیں آتیں۔
نفس امارہ کی خواہشات مباحات فضولیہ ہیں یا مشتبہات یا حرام اشیار کی طلب۔ پس ان تینوں قسموں کی خواہشات کو دل سے نکال دینا چاہیے۔"

(۲) نفس امارہ کی ایما پر جو فساد پیدا ہوتا ہے اسے مرض ذاتی کہتے ہیں۔ یہی مرض ذاتی سمِ قاتل ہے اور منافی عبودیت۔ پس اس سے پوری طرح اجتناب برتنا چاہیے" (۱۹۱)

مخالفت نفس ضروری ہے

تزکیۂ نفس کا مقصود یہ نہیں کہ نفس امارہ یکسر اپنی خصوصیات سے اس حد تک محروم ہو کر رہ جائے کہ پھر اس میں مخالفت یا مقابلے کی سکت ہی باقی نہ رہے اس کے برخلاف روحانی و باطنی ترقی اسی مخالفت نفس پر مبنی ہے اسی بنا پر مخالفت نفس کو جہاد اکبر کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جہاد سے فارغ ہو کر فرمایا کرتے تھے کہ "رجعنا من جهاد الاصغر الی جهاد الاکبر" یعنی اب ہم جہاد اصغر (جہاد بالسیف) سے جہاد اکبر (جہاد نفس) کی طرف رجوع ہو رہے ہیں (۱۹۲)

نفس مطمئنہ

نفس امارہ کی مخالفت کے باوجود سنت نبویہ کے مطابق احکام شریعت

Marfat.com

کی تعمیل کرتے کرتے ایک وقت ایسا آتا ہے کہ یہی نفس امارہ نفس مطمئنہ میں تبدیل ہو کر روحانی ترقیوں کا اہل بن جاتا ہے۔ پھر مومن کی نماز صورت نماز نہیں رہتی بلکہ حقیقت نماز بن جاتی ہے یا دوسرے لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ اسے اتباع رسالت کی حقیقت حاصل ہو جاتی ہے (۱۹۳)

سلامتی قلب (سیاست قلب)

نفس امارہ "سیاست قلب" کی بدولت نفس مطمئنہ کی ہیئت اختیار کر لیتا ہے

حق سبحانہ تعالیٰ کے علاوہ دیگر معبودوں کی غلامی سے نجات حاصل کر کے نفسانی سرگرمیوں سے پیچھا چھڑانے کا نام سیاست قلب ہے اور اسی کو "سلامتی قلب" بھی کہتے ہیں۔ حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں کہ۔

"وعلامت سلامتی از گرفتاری "نسیان ماسوائے اوست" تعالیٰ وتقدس۔ وتا سرمو از غیر آگاہ است از سلامتی گمراہ است۔ فطوبیٰ لمن سلّم لربّہٖ" (۱۹۴)

یعنی۔ نفس امارہ کی غلامی سے رہائی یا سلامتی قلب کی علامت یہ ہے کہ حق تعالیٰ وتقدس کے ماسوا ہر شئے کو یکسر فراموش کر دیا جائے اور جب تک بال برابر غیر حق کا احساس باقی ہے راہ سلامتی سے گمراہ ہو کر ادھر اُدھر بھٹکتا ہی رہے گا پس فلاح و نجات کی خوشخبری صرف اسی کے لیے مخصوص ہے جس نے اپنے قلب کو اپنے رب کے لیے مخصوص کر کے "سلامتی" کی نعمت و برکت حاصل کر لی۔

فقر محمدی

نفسانی خواہشات سے بے نیاز ہو جانے کو فقر محمدی کہتے ہیں حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

"وفقر فقر محمدی گشت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات زیرا کہ در فقر نامرادی نفس است وحصول عجز۔ آں مقصود از بعثت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات" (۱۹۵)

Marfat.com

یعنی۔ اور اسی فقر کو فقر محمدی علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات کہتے ہیں کیونکہ "فقر" نامرادی نفس کا دوسرا نام ہے اور نفس امارہ کی عاجزی و بے بسی بعثت انبیا علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کا مقصود ہے۔

اسی طرح کمال اتباع نبوت اور تعمیل احکام شریعت سے "فقر محمدی" کی دولت مل جاتی ہے اور نفس امارہ نفس مطمئنہ کی ہیئت اختیار کر کے ہوائے نفسانی سے پاک وصاف ہو کر فلاح سرمدی کی نعمتوں سے مومن کو مالا مال کر دیتا ہے۔

محبتِ ذاتی

پھر یہی نفس مطمئنہ فقر محمدی کی برکتوں سے "محبت ذاتی" کی تجلیات کا سرچشمہ بن جاتی ہے۔ دل نفسانی مرادات سے پاک ہو جائے تو پھر حق تعالیٰ کی محبت بندے کے دل میں سما جاتی ہے۔ اسی کو محبت ذاتی کہتے ہیں۔

حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ۔

"محبت ذاتی اللہ سے اللہ ہی کے لیے محبت کرنے کو کہتے ہیں یا اللہ سے اللہ ہی کی طلب کا نام محبت ذاتی ہے۔"

گویا "نعمات دنیوی سے بے نیاز ہو کر رضائے الٰہی کے آگے سر تسلیم خم کرنے کا نام محبت ذاتی ہے۔ اور اس سے بڑھ کر کونسا عیش ہو سکتا ہے کہ بندے کے کردار سے اسکا مولا راضی ہو جائے اور اس سے سنگین کونسی جفا ہے کہ اس کے اعمال سے اس کا خدا ناراض رہے۔" اسی لیے حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

"رضاء اللہ تعالیٰ فی الجنۃ خیر من الجنۃ وسخط اللہ تعالیٰ فی النار شر من النار" (۱۹۶)

یعنی۔ "جنت میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی جنت سے بہتر ہے اور جہنم میں اللہ تعالیٰ کا خشم و عتاب جہنم سے بدتر ہے۔"

اس لیے اس محبت ذاتی کی نعمتوں سے اور برکتوں سے مالا مال ہونے کے بعد مومن کے دل سے جو آواز نکلتی ہے تو بس یہی کہ:۔

"خدایا! جو تیری مرضی وہی میری مرضی، اور جو تیری مراد وہی میری مراد

Marfat.com

میں تو وہی چاہتا ہوں جو تو چاہتا ہے" (۱۹۷)

فنائے مطلق گویا محبت ذاتی کی نعمتیں اور برکتیں اپنی مرضی کو اللہ تعالیٰ کی مرضی میں فنا کر دینے سے میسر ہوتی ہیں۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس منزل پر فائز ہونے کے بعد مرد مومن کی نظر میں

"دنیوی کلفتیں اور راحتیں، دونوں کیفیتیں یکساں ہو جاتی ہیں۔ "ہرچہ از دوست می آید نیکو ست"۔ جو بھی دوست عطا فرما دے سر آنکھوں پر، وہی نعمت غیر مترقبہ ہے اس عالم میں وہ اپنے رب کی عبادت اپنے نفس کے لیے نہیں کرتا۔ کیونکہ نعمت و کلفت دونوں کیفیتیں اس کی نظر میں ایک جیسی ہو جاتی ہیں"۔ (۱۹۸)

اسی کیفیت اور اسی عالم کو فنائے مطلق کہتے ہیں اور یہ محبت ذاتی کا ثمرہ ہے۔

حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہٗ حاجی محمد لاہوری کو تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"فنائے مطلق محبت ذاتی کا ثمرہ ہے اس مقام پر محبت و راحت کسی کا احساس باقی نہیں رہتا۔ دونوں کی حیثیت ایک جیسی ہو جاتی ہے۔ اس مقام پر فائز برگزیدہ ہستیاں جنت کہ جنت کے لیے نہیں بلکہ اس لیے چاہتی ہیں کہ جنت رضائے الٰہی کا نام ہے" (۱۹۹)

اخلاص

تزکیہ نفس محبت ذاتی اور فنائے مطلق کی نعمتوں سے فیضیاب ہوتے ہی مرد مومن اخلاص کے بلند ترین مقام پر فائز ہو جاتا ہے۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ۔

"اس مرتبے (فنائے مطلق) پر فائز ہونے کے بعد بندہ اخلاص کی دولت

Marfat.com

سے مالا مال ہو جاتا ہے" (۲۰۰)

اسی حقیقت کی وضاحت میاں محمد لاہوری سے فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔

جوں ہی یہ مقام (فنائے مطلق) حاصل ہو جاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ مقصود بن جاتا ہے تو بندے پر اخلاص کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ کلمۂ توحید کی صحیح حقیقت منکشف ہو کر لا الٰہ الا اللہ کا حقیقی مفہوم سمجھ میں آجاتا ہے"

اخلاص کی یہ کیفیت تامّل و تکلف سے مبرا ہوتی ہے۔ اخلاص کامل آفاقی (ظاہری) اور انفسی و باطنی معبودوں کو ٹھکرا کر خود کو رضائے خداوندی کے سانچے میں ڈھالنے سے حاصل ہوتا ہے اس اخلاص کی دَولت عظمیٰ ہی سے ولایت خاصہ کا مرتبہ مل جاتا ہے۔

لیکن جس اخلاص سے تامّل و تکلف مکر و ریا اور نمود و نمائش کا مظاہرہ ہو وہ عارضی اخلاص ہے۔ اخلاص کامل یا دائمی اخلاص کی دَولت تو محبت ذاتی اور فنائے مطلق کی منزلوں سے گزرنے کے بعد ملتی ہے۔ حضرت امام ربانیؒ سید محمود کو تحریر فرماتے ہیں کہ اخلاص کامل کی یہ دَولت مرتبۂ "حق الیقین" پر فائز ہونے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتی ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

"اخلاصے کہ بہ تامّل و تکلف محتاج است، دوام نمی پزیرد و بے تکلف بودن در حصول دوام درکار است کہ در مرتبۂ حق الیقین است۔ پس اولیا ہر چہ می کند برائے حق می کند جل وعلا نہ برائے نفس خود۔ چہ نفس ایشاں فدائے حق شدہ است" (۲۰۱)"

یعنی۔ اس اخلاص کو دوام نہیں جو تامّل و تکلف کا محتاج ہو۔ حصول دوام کے لئے اخلاص کا تکلف اور تامّل سے پاک ہونا ضروری ہے اور یہ نعمت مرتبۂ حق الیقین پر فائز ہونے سے ملتی ہے پس اولیاء اللہ کی ہر حرکت اور ہر فعل فقط حق جل وعلا کے لیے وقف ہو کر رہ جاتا ہے۔ وہ

Marfat.com

اپنے نفس سے بے نیاز ہوجاتا ہے کیونکہ اس کا نفس تو حق پر فدا ہو کر اپنی ہستی فنا کر دیتا ہے۔

اسی مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ اخلاص کامل نیت کا بھی محتاج نہیں کیونکہ نفس کی غلامی کا طوق اتارنے کے بعد مرد مومن صرف اور صرف حق تعالیٰ کا ہو کر رہ جاتا ہے اس لیے وہ جو بھی قدم اٹھاتا ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا سے اٹھاتا ہے ایسے عالم میں نیت کی حیثیت کیا رہ جاتی ہے!

آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

"چوں ایں گرفتاری نفس زائل می شود، وگرفتاری حق جل وعلا بجائے نشیند ناچار ہرچہ کند برائے حق کند۔ نیت دست وہد یا نہ" (۲۰۲)

یعنی۔ جوں ہی نفس کی غلامی سے نجات مل جاتی ہے اور اس کی جگہ حق جل وعلا کی غلامی نصیب ہوجاتی ہے تو پھر لازماً بندۂ مومن جو بھی کرتا ہے، حق تعالیٰ کی رضا کے لیے کرتا ہے، نیت اختیار کرے یا نہ کرے، اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

غالباً حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہٗ اور حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ کے نظریات سے متاثر ہو کر حضرت اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

چوں فنا اندر رضائے حق شود ؎
بندۂ مومن قضائے حق شود
مرضی او مرضی حق می شود!
ماہ از انگشت او شق می شود!

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ؎

ذاتِ حق در ذات صوفی گم شود
ایں سخن کے باورِ مردم شود

اولیائے مقربین اخلاص کی دولت عظمیٰ جسے مل گئی وہ اللہ تعالیٰ کا

ندہ ہو گیا۔ اسی لیے ایسی بزرگ ہستیوں کو اولیائے مقربین کہتے ہیں۔

حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں کہ۔

"اولیائے مقربین کی توجہ کا مرکز فقط معبود حقیقی کی ذات ہی ہوتی ہے وہ دینی و دنیوی مقاصد میں سے کسی کو اپنا مقصود نہیں سمجھتا کیونکہ اللہ کی ذات کے سوا کوئی اور شے اسکی مقصود نہیں ہوتی" (۲۰۳)

برار کا مرتبہ

ابرار کا مرتبہ اولیائے مقربین سے کمتر ہوتا ہے۔ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ۔

"ابرار کا مرتبہ اولیائے مقربین سے کم ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ محبت ذاتی کی دولت سے محروم ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت جنت کی طمع کی بنا پر کرتے ہیں" (۲۰۴)

کیہ نفس اور اخلاص کے ذرائع

تزکیہ نفس اور اخلاص کی دولت ضابطہ شریعت کی اتباع کامل سے ملتی ہے اعمال صالحہ اور

ذکر خداوندی

حکام شرعیہ کی بجا آوری کے بعد جو بھی وقت بچے اسے ذکر الٰہی کے لیے وقف کر دینا چاہیے۔ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ۔

" پس لازم ہے کہ اہلسنت کے مطابق اپنے عقائد درست کریں اور احکام شرعیہ کی بجا آوری کے بعد ذکر الٰہی سے اپنے باطن کو منور رکھیں کہ فلاح اخروی کثرت ذکر پر موقوف ہے۔ ارشاد ایزدی ہے کہ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ، اور اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرو اس کی بدولت تمہیں فلاح مل جائے گی۔ پس جو بھی تمہیں اس ذکر سے باز رکھے اسے اپنا دشمن جانو! نجات کی یہی صورت ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی لیے فرماتا ہے، اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ، یہ سمجھ لو کہ اللہ کے ذکر ہی سے قلبی اطمینان حاصل ہوتا ہے (۲۰۵)

ذکر الٰہی کے ساتھ ساتھ انتہائی الحاح وزاری اور عجز و نیاز سے توبہ و استغفار

Marfat.com

اور اظہار ندامت سے بھی اخلاص کی دولت حاصل ہونے میں مدد ملتی ہے۔

احتساب نفس

احتساب نفس سے مراد یہ ہے کہ بندہ رات کو سونے سے پہلے اپنے خیالات، اقوال، افعال بلکہ تمام حرکات و سکنات کا جائزہ لینے کے بعد اپنی کوتاہیوں پر اظہار ندامت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گڑگڑا کر توبہ و استغفار کے ساتھ معافی کا طلبگار ہو۔ حضرت امام ربانیؒ فرماتے ہیں کہ۔

"فقیر کی رائے میں سونے سے قبل سو مرتبہ تسبیح تحمید اور تکبیر (سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر) ورد زبان رکھنا محاسبہ کا مناسب ترین طریقہ ہے اور یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ کلمۂ تسبیح توبہ کی کلید ہے اس کے ورد سے بندہ اپنی کوتاہیوں پر معافی طلب کرتا اور بارگاہِ ایزدی کو ان تمام باتوں سے پاک قرار دیتا ہے جن کی بنا پر اس نے برائیوں کا ارتکاب کیا ہے" (۲۰۶)

اسی مکتوب کے مطابق صاحب فتوحات مکیہ شیخ اکبر حضرت محی الدین عربی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ۔

"میں اپنے ہم عصر مشائخ رحمۃ اللہ علیہم کے مقابلے میں انتہائی اہتمام سے بڑے شد و مد سے اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہوں۔ حتیٰ کہ میں نے اپنے قلبی خطرات اور نیات کا بھی محاسبہ کیا ہے"۔

بلاشبہ خطرات و نیات کا محاسبہ ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔

پھر اسی مکتوب کے آخر میں حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ۔

(۱) "استغفار میں گناہوں کی ستر پوشی کی طلب پائی جاتی ہے اور کلمۂ تنزیہ سبحان اللہ کے ذریعہ بندہ اپنے گناہوں کے دھل جانے کی طلب کرتا ہے۔"

(۲) "الحمد للہ کی تکرار سے بندہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں پر اظہار شکر کرتا ہے۔"

(۳) "اللہ اکبر کے ورد سے بندہ اقرار کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اس قدر

Marfat.com

بلند ہے کہ اس کے شایان شان نہ تو اظہار معذرت کر سکتا ہے اور نہ ہی اظہار شکر۔ یہ آیہ کریمہ یہی بات کو واضح کرتی ہے کہ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ۔ آپ کا رب، صاحب عزت رب ہر چیز سے حتی کہ اپنے بندے کی توصیف سے بھی بالاتر اور بے نیاز ہے۔"

فلسفۂ خودی!

خود پرستی و خود شناسی

ہو اگر خود نگر و خود گر و خود گیر خودی
یہ بھی ممکن ہے کہ تو موت سے بھی مر نہ سکے

اقبالؒ

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ نفس (خود) کی غلامی ہی ساری برائیوں کی جڑ ہے۔ اس لئے اپنے نفس کی غلامی سے نجات کا مطلب یہ ہے کہ غیر حق یا ماسوائے حق کی غلامی سے نجات مل گئی۔ اپنے نفس کی غلامی ہی کو خود پرستی کہتے ہیں اور بت پرستی بھی خود پرستی کا ایک روپ ہے۔ یہ ہمارا نفس ہی ہے جو سنگی ٹکڑوں کو تراش خراش کر بتوں کو گھڑ لیتا ہے۔ اس لئے نفس پرستی، خود پرستی حتیٰ کہ نفس کے ایما پر ہر قسم کے مادی و تصوراتی بتوں کی پرستش سے بے نیاز ہو کر تزکیۂ نفس، محبت ذاتی، فنائے مطلق اور اخلاص کی دولتِ عظمیٰ مل سکتی ہے۔

حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہٗ میاں مزمل کو تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"ہر بلائے کہ ہست از گرفتاری خود ست۔ چوں از خود نفس خلاص شد از گرفتاری ما دون او سبحانہٗ خلاص شد۔ اگر بُت می پرستد فی الحقیقت خود را می پرستد کہ اَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوَاهُ" (۲۰۷)

یعنی:۔ خود اپنے نفس کی غلامی ہی ساری بلاؤں کی جڑ ہے۔ جوں ہی خود یعنی اپنے نفس کی غلامی سے نجات مل گئی اسی لمحے "ماسوائے حق" سُبحانہٗ کی غلامی سے نجات مل جاتی ہے۔ اگر بتوں کی پرستش کرتا ہے تو پھر

Marfat.com

دراصل خود اپنے نفس کی پرستش کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
اَفَرَأَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ۔ آیا آپ نے اس شخص کی
کیفیت کا مشاہدہ نہیں فرمایا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود
بنا لیا ہے یعنی بندۂ ہوا و ہوس بن گیا ہے۔

خودگزاشتی یا خودباختگی

اس لیے فلاح سرمدی حاصل کرنے کے لیے اپنے نفس کا ساتھ چھوڑنا، اپنے نفس کی بندگی اور پیروی سے منہ موڑنا ضروری ہے۔ اپنے نفس کی حمایت ترک کرنے اور اس کی بندگی سے اظہار بریت و بیزاری کے بعد ہی بندہ اپنے نفس، اپنی انا کے خول سے باہر آجاتا ہے۔ اسی کو خودگزاشتی یا خودباختگی کہتے ہیں اور یہی حقیقی مسرت و شادمانی کا سرچشمہ ہے۔ حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں کہ۔

"از خودگزاشتی ہمہ عیش است و خوشی۔ دَعْ نَفْسَکَ وَتَعَالِ" (۲۰۸)

یعنی۔ خودگزاشتی، خودباختگی یا اپنی انا کے خول سے باہر نکلنے سے ہی حقیقی عیش اور حقیقی خوشی مل سکتی ہے اسی لیے کہا گیا ہے کہ دَعْ نَفْسَکَ وَتَعَالِ
اپنے نفس سے منہ موڑ کر ہمارے قریب آجاؤ یعنی قربت ایزدی کی برکتوں سے فیضیاب ہو جاؤ۔

خودشناسی یا معرفت باطنی

جس طرح خودگزاشتی قربت الٰہی کے لیے ضروری ہے اسی طرح خودشناسی بھی لازمی ولابدی ہے، اپنے باطن کو ٹٹولنے اپنے اندر جھانکنے اور خود اپنی معرفت حاصل کرنے سے قربت الٰہی نصیب ہوتی ہے۔ اس حقیقت کو حضرت مجدد الف ثانیؒ نے "درخود رفتن" یا اپنے باطن کی سیر کرتے ہوئے اس کی گہرائیوں تک پہنچنے سے تعبیر کیا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تو خود ہمارے باطن میں چھپا ہوا ہے پھر اِدھر اُدھر بھٹکنے کی ضرورت کیا ہے؟ اسی مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"ہم، چنانکہ از خودگزاشتن فرض است، درخود رفتن ہم لازم است

کہ یافت اینجاست، در بیرونِ خود یافت نمی باشد ؎

با تو در زیرِ گلیم است ہر چہ ہست ٭ ہم چو نابینا مبر ہر سوئے دست" (۲۰۹)

یعنی۔ جس طرح خود اپنے نفس سے منہ موڑنا فرض ہے، خود اپنے باطن کی سیر بھی لازمی ہے کہ حق تعالیٰ تو خود ہمارے باطن میں موجود ہے۔ اس لیے خود اپنے باطن کے باہر اسے نہیں پا سکتے۔

سیرِ آفاقی تو پھر اپنی نفسانی خواہشات کی خاطر خود اپنے نفس کی غلامی کا طوق اپنے گلے میں کیوں ڈال رہا ہے۔ یہ نفس کی غلامی تو تجھے اس کائنات (آفاق) کی دربدر خاک چھاننے اور راہِ حق، صراطِ مستقیم سے ادھر ادھر بھٹکنے ہی میں منہمک رکھے گی۔ حضرت امام ربّانی قدس اللہ سرہٗ نے نفس امارہ کی غلامی و بندگی میں راہ حق سے بھٹک کر مارے مارے پھرنے کو "سیرِ آفاقی" سے تعبیر کیا ہے۔ بندہ اس "سیرِ آفاقی" میں اس وقت تک بھٹکتا رہے گا جب تک وہ ماسوائے حق ہر قسم کے "معبودانِ آفاقی" کی غلامی و بندگی سے رہائی حاصل نہیں کر لیتا۔ اس لیے خود اپنے نفس کی بندگی سے منہ موڑ کر ہی قربتِ الٰہی مل سکتی ہے۔

سیرِ انفسی حضرت امام ربّانی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ "سیرِ آفاقی" سے نجات حاصل کرنا ہے تو اپنے باطن، خود اپنے اندر کو کھنگال ڈالو۔ اپنے باطن کی گہرائیوں تک پہنچنے کے لیے خود اپنے باطن کی سیر کرنا ضروری ہے۔ اسی کو آپ نے سیرِ انفسی سے تعبیر کیا ہے۔ اسی سے معرفتِ باطن اور قربتِ خداوندی کی دولت میسر ہوتی ہے، اس سیرِ انفسی کی سعادت ہر ایک کو نہیں ملتی۔ صرف انہیں بزرگ ہستیوں کو نصیب ہوتی ہے۔ جو محبتِ ذاتی اور فنائے مطلق کی دولتِ عظمیٰ حاصل کر کے اخلاص کے بلند ترین مقام پر فائز ہو جاتی ہیں۔ حضرت امام ربّانی قدس اللہ سرہٗ اسی لیے فرماتے ہیں کہ۔

"سیرِ آفاقی بُعد در بُعد است، و سیرِ انفسی قرب در قرب۔ اگر شہود است در خود است۔ اگر معرفت است ہم در خود۔ اگر حیرت است ہم در خود بیرونِ خود قدم گاہے نیست" (۲۱۰)

Marfat.com

یعنی "سیرِ آفاقی" یا اپنے نفس کے اشاروں پر، اپنی اَنا کے جال میں پھنس کر کائنات کے گوشے گوشے میں اِدھر اُدھر بھٹکنے اور دَر بدر کی خاک چھاننے سے راہِ حق سے دُور بہت ہی دُور ہوتے جائیں گے۔ تو پھر مقصود سے محرومی ہمارا مقدر بنتی جائے گی۔

اور "سیرِ انفسی" سیر باطنی یا خود اپنے اندر، اپنے دل میں، اپنے من میں جھانکتے ہی، دل کی آنکھوں سے رُوح کی گہرائیوں میں دیکھتے ہی حق سے قریب اور قریب ہونے کی سعادت نصیب ہو سکتی ہے۔ شہود کی تجلیوں سے دیدۂ بینا کو ٹھنڈک مل سکتی ہے تو پھر اسی عالم ہی میں۔ ہاں! محبوبِ برحق کا دیدار ہو سکتا ہے تو یہیں اپنے من میں۔ یہیں کی معرفت مل سکتی ہے تو یہیں دل کی گہرائیوں میں ڈوب ڈوب کر"۔

دیدار معرفت کی سعادت مل گئی تو پھر اَنا کے عنکبوتی تار انوار و تجلّیات کی بارش سے ایک ایک کر کے ٹوٹتے جائیں گے اور دُوئی کے حجابات آنِ واحد میں تار تار ہو کر ہَوا ہو جائیں گے۔ اُسی عالم میں ایسے ایسے سر بستہ اسرار ایک ایک کر کے پلک جھپکتے ہی یوں منکشف ہونگے کہ ہم ورطۂ حیرت میں، مارے حیرت کے مدہوش ہو کر رہ جائیں گے"۔

اور پھر اُسی کی بارگاہ میں، اسی کی لا تتناہی قدرت و قادریت یوں ہمارے ہوش و حواس پر چھا جائیگی کہ بصد عجز دنیا ز اپنی بندگی کا وِرد دھڑکنوں کے سانسے سے ہم آہنگ ہو کر سراپا زبان بن جائے گا ——————۔

"یہ سعادت اپنے سے باہر آفاق و کائنات میں یوں ہی مارے مارے پھرنے سے کہاں میسر ہو سکتی ہے! منزل تو دُور کی بات ہے راہِ حق کی کسی ایک "قدم گاہ" کا کوئی نشان بھی ڈھونڈے سے نہیں پا سکتے"۔ حکیم الامت علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں ؎

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اُس میں ہیں آفاق

Marfat.com

سیر وسلوک

رضائے الٰہی اور قربت ایزدی کی دولت عظمیٰ سے مالا مال ہونے کے لیے شیخ کامل اور مرشد عارف کی رہنمائی میں ایک جامع مربوط ضابطہ، طریقت کی پابندی کو "سیر و سلوک" اور اس کی منزلیں طے کرنیوالے کو "طالب و سالک" کہتے ہیں۔

مقصود سلوک

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "سیر و سلوک اور شریعت دونوں کا مقصود ایک اور صرف ایک ہے۔ کوئی الگ الگ، متوازی یا متقابل راستے نہیں۔ حضرت حسین مانک پوریؒ کو تحریر فرماتے ہیں کہ

"شریعت کا مقصود یہی ہے کہ نفس امارہ کی خواہشات کو اسقدر کچل کر رکھ دیا جائے کہ وہ بالکل مفلوج ہو کر رہ جائے۔" (۲۱۱)

اور یہی سیر و سلوک کا مقصود بھی ہے۔ آپ ملا شکیبی اصفہانیؒ کو تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"نیز سیر و سلوک کا مقصود یہی ہے کہ نفس امارہ مغلوب ہو کر رہ جائے۔ تاکہ احکام شرعیہ کی بجاآوری میں کوئی تکلف و دشواری محسوس نہ ہو۔" (۲۱۲)

ضابطہ، شریعت کا چوتھا ثمراتی رکن "تزکیہ نفس و تحصیل اخلاص" ہے اور سیر و سلوک کا مقصود بھی یہی ہے۔ روحانی بیماریوں اور برائیوں سے پاک ہونے کو تزکیہ نفس کہتے ہیں۔ آپ میاں حاجی محمدؒ لاہوری کو تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"واضح رہے کہ سیر و سلوک کا مقصود یہی ہے کہ نفس امارہ تمام عیبوں اور برائیوں سے پاک ہو جائے۔ تاکہ انسان کو جھوٹے معبودوں کی پرستش سے نجات مل جائے۔" (۲۱۳)

یہی بات حضرت شیخ فرید بخاریؒ کو تحریر فرماتے ہیں کہ۔

Marfat.com

"پس مقصود سیر و سلوک تزکیۂ نفس و تصفیۂ قلب ازالۂ آفات معنویہ است و امراض قلبیہ" (۲۱۴)

یعنی۔ پس سیر و سلوک کا مقصود یہی ہے کہ روحانی آفتوں اور قلبی بیماریوں کو دور کر کے تزکیۂ نفس اور صفائی قلب حاصل ہو جائے۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اخلاص کی حقیقت صرف طریقہ صوفیہ کے مطابق سلوک کی منزلیں طے کرنے کے بعد منکشف ہو سکتی ہے۔ حضرت شیخ فریدؒ کو تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"تحصیل اخلاص ہمچوں رُوح ست مر علم و عمل را، و البتہ بسلوک طریق صوفیہ است۔ تا سیر الی اللہ قطع ننماید و سیر فی اللہ متحقق نہ شود، از حقیقت اخلاص دُور است و از کمالات مخلصانہ مہجُور"

یعنی۔ اخلاص ہی علم و عمل کی روح ہے، اس کی تحصیل طریق صوفیہ کے مطابق سلوک سے وابستہ ہے جب تک سیر الی اللہ کی منزل طے نہیں ہوتی اور سیر فی اللہ میں قدم نہیں جمتے اخلاص کی حقیقت ملنا دور کی بات ہے، اس وقت تک ارباب اخلاص کے کمالات سے محروم و مہجور ہی ہوگے۔

شریعت کا منتہائے مقصود رضائے الٰہی ہے اور یہی منتہائے مقصود سلوک کا بھی ہے حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ ملا حاجی محمد لاہوریؒ کو تلقین فرماتے ہیں کہ۔

"صُوفیائے کرامؒ کا مقصود رضائے الٰہی کی سعادت حاصل کر کے مقام رضا تک رسائی حاصل کرتا ہے اور یہی مقام جذب و سلوک کی انتہا ہے" (۲۱۶)

لیکن یہ مقصود صوفیائے کرام اتباع شریعت کے بغیر حاصل نہیں کر سکتے اسی لیے آپ خضر خان لودھیؒ کو تحریر فرماتے ہیں کہ۔ "اعتقاد و عمل صالح (اتباع شریعت) کی سعادت حاصل ہو جائے تو پھر توفیق ایزدی سے عالم حقیقت کی طرف پرواز ممکن ہے ان دونوں کے بغیر کوئی بھی وہاں تک پرواز نہیں کر سکتا۔"

Marfat.com

محال است سعدی کہ راہ صفا ⁂ تواں رفت جز در پئے مصطفیؐ" (۲۱۷)

دیدار خداوندی یا غیبی صورتوں کا مشاہدہ مقصود سلوک نہیں بلکہ سکون و اطمینان کے ساتھ احکام شرعیہ کی ادائیگی ہے اسی لیے آپ مرزا حسام الدین کو تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"سلوک سے مقصود صرف یہی ہے کہ شرعی اعتقادات پر ایمان پختہ ہو جائے اور احکام شرعیہ کی ادائیگی دل جمعی سے ہوتی رہے۔ دیدار الٰہی کا وعدہ تو صرف آخرت کے لیے مخصوص ہے۔ اس لیے یہ سعادت دنیا میں نہیں میسّر ہو سکتی" (۲۱۸)

اور اسی بات کی تلقین کرتے ہوئے ملا شکیبی اصفہانی کو تحریر فرماتے ہیں۔

"سلوک اس لیے نہیں کہ غیبی صورتوں کا مشاہدہ کیا جائے بلکہ اس سے مقصود یہی ہے کہ شرعی عقائد کی صداقت پر یقین کامل حاصل ہو جائے۔" (۲۱۹)

سلوک خادم شریعت کی حیثیت سے

اس طرح سلوک یا طریقت وحقیقت شریعت کے تابع وخادم ہیں، دونوں میں بال برابر بھی تضاد موجود نہیں۔ اسی لیے حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ۔

"میں انتہائی یقین سے کہتا ہوں کہ سلوک (طریقہ صوفیہ) خادم علوم شرعیہ ہے" (۲۲۰)

آپ ملا حاجی محمد لاہوریؒ پر واضح فرماتے ہیں کہ۔

"طریقت وحقیقت شریعت کے تیسرے جزو، اخلاص کی تکمیل میں شریعت کے خادم ہیں" (۲۲۱)

شرائط سلوک کے مطابق احوال و مواجید سلوک کے مقصود نہیں بلکہ شرع سے تصدیق نہ ہو تو یہ بے وقعت ہیں۔

مرزا حسام الدینؒ کو تلقین فرماتے ہیں کہ۔

"اللہ کے نزدیک وہ تمام احوال و مواجید بے قیمت ہیں جو عین شریعت نہ ہوں، اور اس کشف والہام کی قدر وقیمت نصف جو کے بھی برابر نہیں

Marfat.com

جو کتاب وسنت کے مطابق نہ ہو" (۲۲۲)

اور یہی حقیقت ملا حاجی محمد لاہوریؒ پر واضح فرماتے ہیں کہ۔

"جو لوگ غلط فہمی کی بنا پر احوال و مواجید یا کشف و کرامات کو اپنا مقصود بنا لیتے ہیں وہ کمالات شرعیہ سے محروم رہتے ہیں۔ احوال و مواجید مقدمہ مقصود ہیں خود مقصود نہیں (۲۲۳)

شیخ محمد چتریؒ کو تحریر فرماتے ہیں کہ جو شریعت کو ثانوی حیثیت دیتے ہیں وہ گمراہ ہیں۔

"جو لوگ شریعت کو پوست اور حقیقت کو مغز قرار دیتے ہیں وہ حقیقت سے بے خبر ہیں۔ اور صوفیائے خام کی بے ہودہ باتوں میں آکر مقامات و احوال پر دل لگائے بیٹھے ہیں" (۲۲۴)

اس کے برخلاف سلوک تو شریعت پر ایمان لانے والوں کو عزم و استقلال عطا کرتا ہے۔ انہیں راسخ العقیدہ مرد مومن بناتا ہے، انہیں چوں چرا کے مذبذب عالم سے نکال کر جذب و کیف کی لذتوں سے مدہوش بنا دیتا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہ شیخ نظام الدین تھانیسریؒ کو لکھتے ہیں۔

"کسی نے حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس اللہ سرہ سے دریافت کیا کہ سلوک سے مقصود کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ سلوک سے مراد یہی ہے کہ اجمالی معرفت تفصیلی ہو جائے اور استدلالی کیفیت پر کشفی رنگ غالب آجائے۔ عالم استدلال سے معلوم کرتا ہے کہ خدا ہے، صوفی عقلی دلائل سے نہیں اپنے کشف صحیح سے معرفت حاصل کرتا ہے اور اس کشف کی بدولت وہ مطمئن ہو جاتا ہے۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم علوم شریعت بذریعہ وحی حاصل فرماتے تھے، صوفیائے کرام انہیں بذریعہ کشف حاصل کرتے ہیں اور انہیں یہ استعداد و صلاحیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں آپ کی اتباع کامل کی بدولت ملتی ہے" (۲۲۵)

اسی لیے فرقہ ناجیہ اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ وہی سلوک یا طریقہ صوفیہ برحق

Marfat.com

(۲۲۶)

ہے۔ جو تدین و تشرع سے مربوط و وابستہ ہو۔ طریقت و حقیقت دونوں شریعت کی حقیقت ہیں، نہ کہ شریعت اور ہے اور طریقت و حقیقت کچھ اور۔ انہیں ایک دوسرے سے علاحدہ علاحدہ سمجھنا الحاد و زندیقیت ہے" (۲۲۷)

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ قدس اللہ سرہٗ کے صاحبزادوں کو تحریر فرماتے ہیں کہ سلوک پر اس غرض سے عمل پیرا نہ ہوں کہ اس کی بدولت اعتقاد و عمل سے بڑھ کر کوئی "شے زائد" حاصل ہو جائے کیونکہ ایسا سوچنا گویا مجدد کے اختیارات میں مداخلت کرنا ہے۔ اس کے برخلاف سلوک کا تو صرف اتنا سا کام ہے کہ وہ ایمان کو شک و تردد سے مطہر بنا دے۔ آپ فرماتے ہیں کہ۔

"بلکہ مقصود آنست کہ نسبت بمعتقدات یقینے و اطمینانے حاصل کنند کہ ہرگز بہ تشکیک مشکک زائل نہ گردد و ایراد و شبہ باطل نہ شود، چہ پائے استدلال چوبین است و مستدل بے تمکین" (۲۲۸)

یعنی۔ بلکہ سلوک سے مقصود یہی ہے کہ اعتقادات سے تعلق یقینی ہو جائے اور اس حد تک اطمینان حاصل ہو جائے کہ لاکھ تردد میں ڈالنے والے کوشش کریں پھر بھی تذبذب نہ پیدا ہو، اعتماد و یقین قائم رہے اور ایمان زائل و باطل نہ ہونے پائے، کیونکہ استدلال جس پائے پر قائم ہے وہ تو لکڑی کا بنا ہوا ہے اور منطقی دلیلوں کا سہارا لینے والا کبھی بھی بات پر جما نہیں رہتا بلکہ ڈھلمل یقین رہتا ہے"

سلوک یا طریقت و حقیقت شریعت ہی کا حقیقی روپ ہیں۔ اس حقیقی رشتے پر سیر حاصل روشنی ڈالتے ہوئے اپنے طویل مکتوب میں مرزا شمس الدین پر واضح فرماتے ہیں کہ شریعت کی ایک تو صورت ہے اور ایک حقیقت یعنی شریعت کے دو رخ ہیں ظاہری اور باطنی۔ اگر ہم نفس امارہ کے مقابلے میں ثابت قدمی سے ڈٹے رہیں اور اس کی سرکشی کے باوجود احکام شرعیہ کی تعمیل بصد عجز و نیاز کرتے رہیں تو ایک وقت ایسا آتا ہے کہ جب نفس امارہ مفلوج ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس میں شریعت کی مخالفت میں دم مارنے

Marfat.com

کی سکت تک باقی نہیں رہتی تو پھر نفس مطمئنہ کی ہیئت اختیار کر کے منشائے خداوندی کے آگے سر تسلیم خم کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے فضل و کرم کا دروازہ وا کر دیتا ہے۔ اور اس منزل پر فائز ہونیوالے مرد مومن کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے، "اللہ ولی الذین امنوا"۔ اللہ تو ایسے مرد مومن کا دوست ہے۔ اس طرح ولایت عامہ کی سند حاصل کر کے مرد مومن طریقت پر قائم رہتے رہتے اللہ تعالیٰ کی اس حد تک خوشنودی (رضا) حاصل کر لیتا ہے کہ خود اس کی رحمت جوش میں آتی ہے اور اپنے بندۂ مومن کو "ولایت خاصہ" کی مسند پر بیٹھنے کا پروانہ عطا فرما کر شریعت کے راز ہائے سربستہ سے اس کے سینے کو مملو (شرح صدر) فرما دیتا ہے۔ یہی وہ لمحہ ہے جب "صورت شریعت" حقیقت کا روپ اختیار کر لیتی ہے۔

اس سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ سالک شریعت پر چل کر ہی طریقت سے ولایت خاصہ کے مرتبے تک ترقی حاصل کرتا ہے۔ طریقت "مقدمۂ ولایت" ہے اور اس سے ترقی کر کے ولایت خاصہ کی برکتوں سے حقیقت شریعت سے آگاہی حاصل ہوتی ہے اور پھر اسی عالم میں یعنی مقام رضا و مقام فنا پر فائز ہو کر:-

"سالک پر اسلامی شریعت کی حقیقت منکشف ہو جاتی ہے۔ اب اس کی نماز حقیقت نماز ہوتی ہے اور اسی پر سائر احکام اسلامیہ کو قیاس کر لو۔ جب سالک حقیقت اسلام سے سیراب ہو جاتا ہے تو پھر اس میں کمالات نبوت میں سے وراثت و تبعیت کے رنگ میں تھوڑا بہت حصہ مل جاتا ہے۔ گویا کمالات نبوت حقیقت شریعت کا ثمرہ ہیں" (۲۲۹)

لیکن ہمیں اس غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے کہ کمالات نبوت سے فیضیاب ہوتے ہی سالک شریعت سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اس کے برخلاف وہ ہمہ دم شریعت کا محتاج رہتا ہے کیونکہ۔

"شریعت سائر کمالات کے لیے اصل الاصول ہے۔ درخت اپنی جڑ سے اور مکان اپنی بنیادوں سے مستغنی نہیں رہ سکتا بالکل اسی طرح سالک ہر حال میں اور ہر وقت شریعت کا محتاج رہتا ہے" (۲۳۰)

Marfat.com

اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے مخدوم زادوں کو تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"حقائق و معارف احکام شریعت کے ثمرات و نتائج ہیں۔ پھلوں سے استفادہ ہی شجرکاری کا مقصود ہے۔ جو شخص درخت ہی کو بیخ و بن سے کاٹ ڈالے وہ پھلوں کی توقع کیسے رکھ سکتا ہے؟ درخت کی آبیاری جس تندہی سے کی جائے گی پھل بھی اسی انداز و کثرت سے ملیں گے۔ پس شریعت بھی ایسے ہی پھل دار درخت کی طرح ہے۔ جس کی اتباع ہر حالت میں لازمی ہے۔ اس لیے جو بھی شریعت کو نظرانداز کرے گا اسے حقائق و معارف کے ثمرات نہیں مل سکتے" (۲۳۱)

اس طرح شریعت کی ظاہری و باطنی دونوں حالتوں میں بال برابر فرق نہیں بلکہ باطنی شریعت اپنی خدمات سرانجام دیتے ہوئے ظاہری شریعت کی تکمیل میں نمایاں کردار ادا کرتی ہے۔ شریعت، طریقت اور حقیقت تینوں میں فرق بیان فرماتے ہوئے حضرت امام ربانیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"باطن متمم ظاہر است و مکمل آں۔ سر موئے بایک دیگر مخالفت نہ دارد مثلاً دروغ بازبان ناگفتن شریعت است واز دل نفی خاطر کذب نمودن طریقت و حقیقت است۔ اگر نفی بہ تکلف و تامل است طریقت ست اور اگر بے تکلف میسر است حقیقت" (۲۳۲)

یعنی۔ "باطنی شریعت پورے طور پہ ظاہری شریعت کی تکمیل کرتی ہے دونوں میں ایک دوسرے سے بال برابر مخالفت نہیں پائی جاتی مثلاً زبان سے جھوٹ نہ بولنا شریعت ہے اور دل کی گہرائیوں سے جھوٹ کی تردید کرنا طریقت و حقیقت ہے۔ اگر اس تردید میں تکلف کا شائبہ ہو تو پھر یہ طریقت ہے ورنہ بلاجھجک بلاتردد اس کی تکذیب کی سعادت میسر ہو جائے تو یہی حقیقت ہے۔"

اس لیے اگر سکر و مستی کے عالم میں غلبۂ حال کی وجہ سے سالک سے خلاف شریعت

Marfat.com

کوئی بات ظاہر ہو جاتی ہے تو ہوش میں آتے ہی وہ فوراً اس کی تردید کر دیتا ہے اور علوم متضادہ، خلاف شرع علوم ھَبَاءً مَنثُورًا "دھول غبار کی طرح اڑ کر خاک میں مل جاتے ہیں"۔ (۲۳۳)

شرائط سلوک سلوک کی منزلیں طے کرتے ہوئے روحانی ترقی حاصل کرنے کے لیے اولیں و آخریں شرط مخالفت نفس ہے۔ ضابطۂ شریعت کے ارکان اربعہ کی پابندی، اوامر ولنواہی کی تعمیل اور مباحات فضولیہ سے اجتناب کی بدولت تقویٰ کی برکتوں سے سالک میں مخالفت نفس کی قوت برابر پیدا ہوتی رہتی ہے اس لیے تقویٰ کے زور سے نفس امارہ کو مفلوج بنا کر سالک و طالب مقام فنا و رضا بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر روحانیت کی اعلیٰ ترین منزل پر فائز ہو جاتا ہے۔

وسائل سلوک اس لیے سلوک کی منزلیں طے کرنے کے لیے وسیلوں کا سہارا لینا ضروری ہے حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہٗ نے چار وسیلوں کی نشان دہی فرمائی ہے۔

(۱) ذکر الٰہی (۲) لنواہی سے اجتناب (۳) فرائض کی ادائیگی (۴) مرشد و رہنما کی طلب۔ آپ فرماتے ہیں کہ ان وسیلوں کو اپنانا عین منشائے خداوندی ہے۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ۔ وَابْتَغُوٓا اِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ۔ اس تک رسائی کے لیے وسیلہ تلاش کرتے رہو۔

شیخ کامل کی ضرورت و اہمیت

مذکورہ چاروں وسیلوں میں شیخ کامل کی ضرورت و اہمیت اور بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اس کی نگرانی اور رہنمائی میں ہی پہلے تین وسیلوں سے صحیح اور موثر انداز میں بھرپور فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

اسی لیے حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں کہ سلوک کی منزلوں کو طے

Marfat.com

کرتے ہوئے روحانی ترقی شیخ کامل کی رہنمائی ہی میں میسر ہو سکتی ہے۔ مولانا امان اللہ کو تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"لیکن بداند کہ این قطع منازل وعروج مدارج وابستہ بتوجہ وتصرف شیخ کامل مکمل راہ داں راہ بیں رہ نماست کہ نظر او شافی امراض قلبیہ است وتوجہ او دافع اخلاق ردئیہ نامرضیہ پس اول طلب شیخ نماید۔ اگر بہ محض فضل خداوندی جل شانہٗ شیخ را بادر داناند، معرفت شیخ را نعمت عظمٰی تصور کردہ خود در املازم او سازد"۔ (۲۴۳)

یعنی۔ لیکن اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ سلوک کے منازل طے کرنے اور روحانی مدارج تک ترقی حاصل کرنے میں شیخ کامل مکمل کی توجہ وتصرف لازمی ہے وہ راہِ حق (صراط مستقیم) سے اچھی طرح واقف "راہ داں" ہے، اس کی چشم بصیرت اس راہ حق کو احاطہ کیے ہوئے ہے، اس لیے ہر وقت اس کی نظروں میں رہنے کی وجہ سے وہ "راہ بیں" بھی ہے ایسے شیخ کامل کو رہنما بنائے بغیر روحانی ترقی محال ہے۔ اسی کی نظر قلبی بیماری کے لیے شافی ... شفا کی تاثیر رکھتی ہے۔ اور اسی کی توجہ سے غیر پسندیدہ اخلاق رذیلہ سے نجات مل جاتی ہے۔ اس لیے سالک کا اولیں فریضہ یہی ہے کہ وہ ایسے شیخ کی جستجو میں رہے۔ اگر محض فضل خداوندی جل شانہ کی بدولت ایسے شیخ کو پہچان لے تو اس معرفت شیخ کو نعمت عظمٰی تصور کرتے ہوئے خود کو اس کا ملازم بنا لے اور اس کے دامن سے وابستہ ہو کر رہ جائے۔

شیخ کامل مستقیم الحال ہوتا ہے۔ یعنی سُکر، بدمستی اور حال میں مدہوش ہو کر بھی ہر حالت میں شریعت کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتا ہے۔ اس لیے کسی بھی صورت ...

Marfat.com

میں سنت کی خلاف ورزی اس سے سرزد نہیں ہوتی لاکھ حال کا غلبہ طاری ہو جائے وہ "سہو" میں ہکر "صحو" کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ شیخ فریدؒ کو تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"مشائخ مستقیم الاحوال از قسم سخنان تنزہ می نمایند و در جمیع مراتب شریعت و طریقت و حقیقت اطاعت حق سبحانہٗ را اطاعتِ رسول او می دانند۔ اطاعت حق سبحانہٗ کہ در غیر اطاعت رسول او ست علیہ الصلوٰۃ والسلام عین ضلالت می انگارند۔"

یعنی:- مستقیم الاحوال یا ہر حال میں شریعت پر قائم رہنے والے مشائخ اس قسم کی خلافِ شرع باتوں سے بریت ظاہر کرتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ شریعت، طریقت اور حقیقت کے تمام مراتب میں اطاعت حق سبحانہٗ اس کے رسول کی اطاعت کے طفیل ہی پوری ہو جاتی ہے اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ کسی اور کے سہارے حق سبحانہ کی اطاعت تو عین ضلالت و گمراہی ہے۔

"اس لیے سچے اور جھوٹے شیخ کے درمیان شریعت میں استقامت اور عدم استقامت کو دیکھ کر فرق ظاہر ہو جاتا ہے۔ جو سچا ہے وہ سکر، مستی اور بے خودی کے باوجود بال برابر بھی شرع کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔" (۲۳۶)

"مرشد کامل وہی ہے جو اپنے مرید کو اللہ تعالیٰ کی طرف راغب کرتا اور اس تک رسائی کے لیے رہنمائی کرتا ہے۔" (۲۳۷)

اس لیے اُس کی رفاقت و رہنمائی میں سالک کو کسی قسم کی فکر لاحق نہیں ہوتی۔ اگر کوئی کوتاہی سرزد بھی ہو جاتی ہے تو شیخ اسے سنبھال لیتا ہے اس طرح اسے اپنی غلطی کے تدارک کا موقع مل جاتا ہے۔ اس لیے جب تک شیخ کامل نہ ملے بارگاہ ایزدی میں اس تک رہنمائی کے لیے التجا کرتا رہے۔" (۲۳۸)

"مرشد کامل کی پہچان یہی ہے کہ اس کے حلقے میں بیٹھتے ہی جذب و کیف

Marfat.com

کا عالم طاری ہو جاتا ہے اور اللہ کی طرف خود بخود دل کھنچتا ہے۔ ہاں اس سے دلی تعلق قائم رکھنا اولیں شرط ہے۔ اگر مناسبت نہیں تو پھر استفادہ بھی ممکن نہیں"۔(۲۳۹)

د مرشد کامل "پیر شریعت" ہوتا ہے "پیر خرقہ" نہیں۔ وہ "پیر شریعت" بھی ہے اور "شیخ طریقت" بھی اس لیے وہ اپنے مرید کی رہنمائی حق سبحانہ کی طرف کرتا ہے اور سنت نبویہ کی پیروی پر اسے ترغیب دیتا ہے۔ مرشد کامل "عالم شریعت" بھی ہے اور "صاحب سلوک" ولی بھی۔ ایسا صاحب سلوک مرشد شریعت تو کبریت احمر کے برابر قیمتی ہے۔ کیونکہ وہ ظاہری و باطنی تبلیغ کی اہلیت رکھتا ہے اور وہی دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی وارث و نائب ہے۔(۲۴۰)

حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہ حضرت ملا طاہر بدخشی کو آداب سلوک کی تلقین کرتے ہوئے شیخ کامل کی خصوصیات یوں بیان فرماتے ہیں :-

"ہم فقیروں پر لازم ہے کہ بارگاہ ایزدی میں انتہائی عجز و نیاز سے اپنی بندگی کا اعتراف کرتے رہیں۔ بندہ ہونے کی حیثیت سے جو بھی فرائض عائد ہوتے ہیں انہیں انتہائی اخلاص کے ساتھ پابندی سے ادا کرتے رہیں۔ احکام شرعیہ کی تعمیل اور سنت نبوی کی اتباع ہی نہ کریں بلکہ ان کی محافظت کے فرائض بھی سرانجام دیں۔ نیت پاک رکھیں اور طاعات و خیرات میں منہمک رہیں۔ اپنے نفس کا احتساب کرتے ہوئے اپنے عیبوں اور گناہوں کا جائزہ لیتے رہیں۔ اللہ کے انتقام سے ہر وقت ڈرتے رہیں اور اپنے مرید کے مال کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھیں"(۲۴۱)

ایسا شیخ کامل بذات خود کرامت ہے کیونکہ وہ اپنی روحانی قوت سے اپنے مرید کے اندر انقلاب برپا کر دیتا ہے اور اسے روحانی بالیدگی بخشتا ہے اور یہ کام بذات خود بہت بڑی کرامت ہے۔ بلا شبہ اللہ کی آیتوں میں سے ایک بہت ہی بڑی آیت ہے، اور انسانوں کے حق میں رحمت ایزدی کے

Marfat.com

علامت ہے اس کے کلام میں تاثیر اور اس کی نظر میں شفا ہوتی ہے۔ اس کا ہم نشین ورفیق رحمت حق سے محروم نہیں رہتا (۲۴۲)

"مرشد کے لیے صاحب کرامات و معجزات ہونا ضروری نہیں۔ کرامات نہ تو ارکان ولایت میں شامل ہیں اور نہ ہی شرائط سلوک میں۔ اب رہی معجزات کی بات تو وہ شرط نبوت ہیں۔ اگرچہ اولیاء سے کرامات ظاہر ہوتی ہیں لیکن یہ ہرگز افضلیت کی دلیل نہیں بلکہ قرب ایزدی کے زیادہ سے زیادہ بلند درجات پر فائز ہونے کی بدولت افضلیت ثابت ہوتی ہے۔ مرشد کامل القائے شیطانی سے بھی محفوظ رہتا ہے۔ انبیائے کرامؑ تو وحی خداوندی کی رہنمائی میں القائے شیطانی سے محفوظ رہتے ہیں، مگر ولی کامل وہی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تابع کامل ہو اس لئے آپ کے صدقے میں وہ القائے شیطانی کی زد سے یوں محفوظ رہتا ہے کہ وہ ہر اس قول، فعل یا خیال کو رد کر دیتا ہے جو خلاف سنت ہو۔ اگر کسی معاملے پر سنت نبویؐ کا سکوت بھی ہے تب بھی تعمیل شریعت کے ثمرے میں جو فلاح دارین کی دولت عظمیٰ اسے حاصل ہوتی ہے اسی کی بدولت مرشد کامل کی ولایت میں اسے (القائے شیطانی) مداخلت کی راہ نہیں مل پاتی" (۲۴۳)

"مرشد کامل فرائض وسنن پر ذکر و فکر کو ترجیح نہیں دیتا۔ ہاں! صوفیائے خام محض ذکر و فکر کو ضروری سمجھتے ہیں۔ یہ تو ان کی سراسر نادانی ہے کہ فرائض وسنن کی ادائیگی میں کوتاہی برتتے ہیں اور سارا زور ریاضت و چلہ کشی پر صرف کر دیتے ہیں حتیٰ کہ بعض جاہل صوفیا جمعہ اور جماعت کو بھی ترک کر دیتے ہیں۔ وہ تو اسے بھی نہیں مانتے کہ باجماعت ایک فرض نماز کی ادائیگی ہزار چلوں سے بہتر ہے۔ البتہ تقاضائے شریعت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ذکر و فکر میں مشغول رہنا اچھی بات ہے" (۲۴۴)

"فرمان ایزدی ہے کہ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ۔ اللہ جل شانہ کے اخلاق کی مناسبت سے اپنے اخلاق کو ڈھال لو، اسی سے ولایت اخذ کی گئی ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات حسنہ اپنا کر سالک کی ذات اللہ تعالیٰ

Marfat.com

کی ذات میں مدغم ہو جاتی ہے کیونکہ یہ امر محال ہے کہ ممکن (بندہ) واجب (خدا) بن جائے یا واجب ممکن (۲۴۵)

"خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جو بھی سالک صفت "محی" سے متصف ہو جاتا ہے وہ سنن متروکہ کو دوبارہ زندہ کر کے اسے رائج کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔ اسی طرح صفت "ممیت" (مارنے والا) سے ممیز ہو کر سالک کفر و کافری اور رسوم غیر شرعیہ کے خلاف جہاد کر کے انہیں فنا کر دیتا ہے۔ اسی طرح دوسری صفات حسنہ کی نا دیل ہو سکتی ہے" (۲۴۶)

"شیخ کامل ان سالک و طالب کی بھی اصلاح کر سکتا ہے جن کے قدم پیر ناقص کی غلط رہنمائی کی بنا پر سلوک کی منزلوں سے بھٹک چکے ہیں۔ وہ حسب حال ان کی زمین استعداد میں صالح تخم ڈالتا ہے۔ پس طالب حق کے لیے شیخ کامل کی رفاقت "کبریت احمر" کا حکم رکھتی ہے۔ اس کی نظر طالب کے لیے دوا اور اس کی گفتگو شفا کی تاثیر رکھتی ہے" (۲۴۷)

"جوگیوں کی طرح شیخ کامل شعبدہ باز نہیں ہوتا۔ دونوں پانی پر چل کر اپنی قوت کا مظاہرہ کر سکتے ہیں لیکن جوگی صاحب استدراج ہوتا ہے وہ کثرت ریاضت سے اس قدر مشق کر لیتا ہے کہ پانی پر چلنے کا شعبدہ دکھانے کی صلاحیت اس میں پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن شیخ کامل اتباع نبوت کی اس اعلیٰ ترین منزل پر فائز ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنی مرضی دیتا ہے۔ اس قسم کے مظاہرہ کی سعادت عطا فرما دیتا ہے۔ اس کے حضور میں بیٹھتے ہی طالب کا دل خود بخود اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو جاتا ہے اور یہی اس کی امتیازی نشان ہے دراصل کرامات و معجزات اس کی ولایت کے لیے شرط نہیں ہیں بلکہ علوم و معارف اسلامیہ کا بیان کرنا ہی اس کی سب سے بڑی کرامت ہے" (۲۴۸)

Marfat.com

طالب و سالک کے آداب

اَلطَّرِیقَةُ کُلُّهٗ اَدَبٌ

(۱) طالب کا جذبہ صادق

در دمند دل ہو، جذبۂ طلب کے لیے سوز و گداز ہو تو پھر طالب قربت ایزدی کے لیے بے قرار پھرتا نظر آتا ہے۔ یہ بھی خدا کی دین ہے۔ جسے چاہتا ہے جذب و اشتیاق کی طلب سے نوازتا ہے۔ کسی بزرگ نے کیا خوب کہا ہے کہ۔

" اگر نخواستے داد، نہ داد سے خواست " (۲۴۹)

یعنی۔ اگر وہ (خدا) نہ چاہے تو پھر طلب کا جذبہ پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔

اس لیے طلب ایک عطیہ لدُنّی ہے، ایک ایسی نعمت عظمیٰ ہے جسے غفلت، سستی اور سرد مہری سے کھونا نہیں چاہیے بلکہ اس نعمت خداوندی پر برابر اس کی بارگاہ میں ہدیۂ تشکرانہ پیش کرنا چاہیے، کیونکہ اسی کا وعدہ ہے کہ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ ، تم شکر ادا کرتے رہو میں اسی لحاظ سے اپنی نعمتوں میں اضافہ کرتا رہوں گا۔ اسی کے ساتھ بارگاہ ایزدی میں بصد عجز و نیاز گڑگڑا کر یہی دعا مانگنا چاہیے کہ۔

" خدایا! میرے طلب کے چہرے کو اپنے دائمی جمال کے کعبے سے نہ پھیر "۔

طلب کا جذبۂ صادق دل میں موجزن ہو تو پھر طالب ایک ایسے " شیخ کامل اکمل " کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے جو مقام " برزخ " پر فائز ہو

Marfat.com

اور "عالمِ خلق" اور "عالمِ امر" کے مابین وسیلے کی حیثیت رکھتا ہو

"ایسے ایسے ناقص پیر، پیر ترنہ یا صوفی خام سے دور بھاگنا چاہیے جو ہوائے نفسانی کا غلام ہو، جس نے سلوک کی منازل کسی شیخ کامل کی رہنمائی میں طے نہ کی ہوں اور جو خود طالبوں کی استعداد و صلاحیت کو پرکھنے کی نظر نہ رکھتا ہو ایسا پیر طالب کو گمراہ کر دیتا ہے اور اپنے ساتھ اسے بھی لے ڈوبتا ہے" (۲۵۰)

"ایسے ناقص پیر کی حیثیت اس اناڑی طبیب سے زیادہ نہیں جس کے علاج سے افاقہ کے بجائے مرض بڑھتا جاتا ہے اور بسا اوقات جان کے لالے پڑ جاتے ہیں" (۲۵۱)

(ب) سالک کے آداب

فنا فی الشیخ "شیخ کامل مکمل کی رہنمائی قبول کرنے کے بعد سالک خود کو اسکی مرضی کے حوالے کر دے اور اس طرح بن جائے جسطرح مردہ اپنے غسال کے رحم و کرم پر ہوتا ہے" (۲۵۲) "ایسے عالم میں سالک "فنا فی الشیخ" ہو جاتا ہے۔ اس مقام پر سالک ثابت قدمی سے جما رہا تو پھر یہی "فنا فی الشیخ" "فنا فی اللہ" کے لیے وسیلہ بن جاتا ہے" (۲۵۳)

اتباعِ شریعت مگر اس مقام پر پہنچنے کے لیے سالک کو دو شرائط کی ہمہ دم پابندی کرنا ہوگی

(۱) صاحب شریعت کی اتباع: اسے ضابطہ شریعت کی پوری پوری پابندی کرنا ہوگی۔

(۲) دنیا کے تنعمات سے اجتناب: احکام شریعت کے مطابق اوامر و نواہی، حلال و حرام، حقوق اللہ، حقوق العباد اور مباحات فضولیہ سے متعلق ترک حکمی کی پابندی ضروری ہے۔ حقوق العباد میں مقدم ترین حق والدین کا ہے۔ قرآن شریف میں حقوق والدین کی ادائیگی پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے۔ حضرت امام [illegible]

Marfat.com

قدس اللہ سرہ کے ایک مکتوب سے ثابت ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد بھی والدین اپنے حقوق کی خاطر اپنے پسماندگاں کی توجہ کے طالب ہوتے ہیں۔ شریف الدین بدخشی کے والد ماجد کے انتقال پر تعزیتی مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"فرزند! صبر کرو اور جو وفات پا چکے ہیں، دعا و استغفار سے انکی امداد کرو کیونکہ مردوں کو زندوں کی احتیاج زیادہ ہوتی ہے کہ انہیں استغفار سے ثواب پہنچاتے رہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ زندوں کا ہدیہ مُردوں کے لیے یہ ہے کہ وہ ان کے حق میں استغفار کرتے رہیں" (۲۵۴)

اسی طرح شیخ حبیب اللہؒ کے والد کے انتقال پر ملا عبدالکریم سنانیؒ کے ذریعہ پیغام تعزیت ارسال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ۔

"فقیر کی جانب سے اظہار تعزیت کے بعد ان سے کہیں کہ دعا، فاتحہ، صدقہ اور استغفار سے اپنے والد مرحوم کی امداد و اعانت کریں کہ میت ڈوبنے والوں کی طرح کسی سہارے کی محتاج و منتظر رہتی ہے اور اس سے دعا کی امید رکھتی ہے کہ اس کے حق میں اس کی اولاد، ماں، باپ، بھائی یا دوست پہونچاتے رہیں" (۲۵۵)

ان خطوط سے ظاہر ہوتا ہے کہ میت کے حق میں فاتحہ پڑھنا اور دعا کرنا جائز ہے

اہل اللہ کی رفاقت

"سالک پر یہ بھی لازم ہے کہ صرف ان ہی بزرگ ہستیوں کی رفاقت اختیار کرے جنہیں خود اللہ تعالیٰ نے اپنا محبوب، اپنا ولی (اولیا اللہ) قرار دیا ہے، کیونکہ المرءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّہٗ انسان کی شناخت اس ہستی کی رفاقت سے ہوگی جسے وہ دل کی گہرائیوں سے محبوب رکھتا ہے۔ فرمان ایزدی بھی یہی ہے کہ وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ، اے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی ذات ان لوگوں کیلئے وقف فرما دیجئے جو صبح شام ہر وقت اپنے رب کو پکارتے اور اسی کی طرف

Marfat.com

لو لگائے رہتے ہیں"(۲۵۶)

ضابطہ آداب و اخلاق

فرصت کے اوقات میں اہل اللہ شیخ کامل کی خدمت میں حاضری دینا چاہیے۔ حکیم عبدالوہاب آپ کے آشنا نے پر دو مرتبہ گئے لیکن جلدی میں تھے اس لیے ملاقات کئے بغیر ہی واپس چلے گئے اس پر آپ نے انہیں تلقین فرمائی کہ اہل اللہ کی خدمت میں اپنے ہر کام سے فارغ ہونے کے بعد فرصت کے اوقات میں خالی ہو کر حاضری دینا چاہیے کہ پُر ہو کر، پوری طرح سیراب ہو کر واپس جائیں اور ان کے حضور تہی دامن بن کر جانا چاہیے کہ ان کے فیض کا دروازہ وا ہو جائے۔ اسی بات کو یوں حضرت بہاؤالدین نقشبند قدس اللہ سرہٗ بیان فرماتے ہیں کہ۔

"اوّل نیاز خستہ، بعد از توجہ خاطر شکستہ"(۲۵۷)

یعنی۔ پہلے اظہار نیاز مندی، پھر دل شکستہ کے جوڑنے کی طرف توجہ۔

اہل اللہ شیخ کامل کو ایسے القاب سے خطاب نہیں کرنا چاہیے جن سے کبر و نخوت اور کفر و شرک کی بو آتی ہے۔ اسی بنا پر آپ مرزا بدیع الزمان کو تلقین فرماتے ہیں کہ۔

"تم نے مجھے اپنے مکتوب میں "خداوند نشأتین"، مالک دوجہاں کے لقب سے مخاطب کیا ہے، یاد رکھو یہ صفت تو حضرت واجب الوجود کی ہے جس کی شان انتہائی جلیل ہے۔ یہ بندہ ناچیز جو کسی چیز پر قادر نہیں اس اللہ سے شرکت کا طالب کس طرح ہو سکتا ہے جو مالک یوم الدین بھی ہے اور واحد و یکتا بھی۔ (۲۵۸)

جس طرح وسائل دنیوی کے لیے آداب مقرر ہیں اسی طرح وصول الی اللہ کے بھی کچھ آداب ہیں حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر ایسا شیخ کامل مکمل بفضل خداوندی مل جائے تو پھر خود کو اس کے حوالے کر کے اسی کی پیروی کو حرزِ جان بنا لینا چاہیے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم فرماتے ہیں کہ "لَمْ یُؤْمِنَ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ ھَوَاہُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِہٖ" تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی ہوائے نفسانی اس چیز کے تابع نہ ہو جائے جسے میں لیکر آیا ہوں۔ شیخ کامل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہوتا ہے اس لیے سالک پر لازم ہے کہ وہ اپنی خواہشات، اپنی مرضی کو شیخ کامل کی مرضی پر چھوڑ دے۔

سالک کے آداب پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہ شیخ حمید کو تحریر فرماتے ہیں کہ۔

" طریقہ صوفیہ کے سالک کو چاہیے کہ شیخ کامل کے حضور میں دل کی گہرائیوں سے الہی کی طرف متوجہ رہے کسی مسئلے میں خود کوئی فیصلہ نہ کرے، دل میں شبہ پیدا ہو تو بلا تکلف ظاہر کر دے، اپنا کوئی راز پوشیدہ نہ رکھے، بلند آواز میں گفتگو نہ کرے۔ اپنے کشف کو قابل اعتبار نہ سمجھے اور جو بھی فیوض و برکات حاصل ہوں انہیں شیخ کی طرف سے قبول کرے۔ نہ تو شیخ کے وضو کی جگہ طہارت کرے نہ ہی اس کے مصلے پر اپنا قدم رکھے۔ اس کی عدم موجودگی میں اس سمت کی طرف اپنے پاؤں دراز نہ کرے جہاں اس کا مقام ہو اور نہ ہی اس طرف اپنا تھوک پھینکے۔ اس کی ہدایات پر بلا چوں چرا عمل کرے۔ اس پر کوئی اعتراض نہ اٹھا اور نہ ہی اس سے کسی بھی کرامت کا مطالبہ کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی بھی مومن نے معجزے کا مطالبہ نہیں کیا کیونکہ معجزات طلب کرنا تو منکرین کا کام ہے" (۲۵۹)

حضرت امام ربانی رحمتہ اللہ علیہ تاکید فرماتے ہیں کہ اس کی حضوری میں صرف اسی کی طرف دل وجان سے متوجہ رہے حتیٰ کہ فرض وسنت نماز کی ادائیگی کے علاوہ کوئی اور کام بلا اجازت سرانجام نہ دے۔ نوافل واذکار میں بھی اسکی اجازت کے بغیر مشغول نہ ہو۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ۔

Marfat.com

"اَلطَّرِیْقُ کُلُّہٗ اَدَبٌ" (۲۶۰)

یعنی۔ طریقت سراسر ادب کا نام، سراپا ادب کا نام ہے۔

طریقۂ عالیہ نقشبندیہ

نقشبندیہ عجب قافلہ سالاراں اند
می برند از رہِ پنہاں بحرم قافلہ را

حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہٗ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس اللہ سرہٗ کے واسطے سے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے وہ شیخ کامل مکمل ہیں جو گیارہ صدی سے ایک ہزار سال جیسی طویل مدت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجدد اعظم بنا کر ہماری رہنمائی کے لیے مقرر کیے گئے۔ آپ نے سلسلۂ قادریہ، سلسلۂ چشتیہ اور سلسلۂ سہروردیہ کے شیخ الشیوخ سے بھی فیض حاصل کیا ہے۔ اس لیے ان سلسلوں کے طریقۂ عالیہ کا آپ نے تقابلی مطالعہ فرما کر تجزیہ بھی کیا ہوگا اور پھر آخر کار آپ طریقۂ عالیہ نقشبندیہ پر تادم آخر قائم ہی نہیں رہے بلکہ اسی کے مطابق ارباب سلوک کو فیض بھی پہنچاتے رہے۔ آپ نے طریقۂ عالیہ نقشبندیہ کو دوسرے سلسلوں پر ترجیح دینے کی وجوہات بھی اپنے مکتوبات میں تحریر فرمائی ہیں۔ انہیں ترتیب دیکر یہاں درج کیا جاتا ہے۔ آپ شیخ محمد چتری پر واضح فرماتے ہیں کہ۔

"طریق ایشاں کبریت احمر است و مبنی بر متابعت سنت" (۲۶۱)

یعنی۔ ان اکابر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم کا طریقہ کبریت احمر کی تاثیر رکھتا ہے اور یہی طریقہ متابعت سنت پر مبنی ہے۔

اسی لیے آپ ہدایات صادر فرماتے ہیں کہ۔

"می باید کہ باطن را بہ نسبت خواجہا قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم معمور داشتہ ظاہر را بہ کلیت بمتابعت سنن ظاہرہ متحلی و متزین دارند" (۲۶۲)

یعنی۔ آپ کو چاہیے کہ خواجگان نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی نسبت عالیہ سے اپنے باطن کو معمور اور کلی طور پر متابعت رسول کے زیور سے اپنے ظاہر کو آراستہ پیراستہ و مزین رکھیں۔

یہی بات آپ اپنے خواجہ زادوں سے فرماتے ہیں کہ۔

"صوفیہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے طریقوں میں طریقہ عالیہ نقشبندیہ کو اپنانا اولیٰ و انسب ہے کیونکہ اس سلسلے کے بزرگ خواجگان قدس اللہ اسرارہم نے متابعت سنت کو لازم قرار دیا ہے اور رواسم کافری سے اجتناب برتنے کی تلقین کی ہے"۔

"اتباع سنت کی دولت میسر ہے تو اسی پر خوش رہتے اور احوال کو ہیچ سمجھتے ہیں۔ اور جن احوال سے اتباع سنت میں فتور پڑنے کا اندیشہ ہو تو پھر انہیں ناپسندیدہ قرار دیکر رد کر دیتے ہیں" (۲۶۳)

اسی طرح ملا عبدالکریم کو تلقین فرماتے ہیں کہ۔

"اس فنائے قلب کے درجہ عظمیٰ تک پہنچنے کے لیے انتہائی قریبی راستہ مشائخ نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم کا طریقہ ہے۔ وہ اتباع سنت کو لازم قرار دیتے اور رواسم کفریہ سے اجتناب برتتے ہیں۔ اسی لیے مولانا جامی فرماتے ہیں کہ۔ ؎

نقشبندیہ عجب قافلہ سالاراں اند

می برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را" (۲۶۴)

طریقہ نقشبندیہ دوسرے طریقوں کے مقابلہ میں قریب ترین طریقہ ہے کہ دوسروں کی انتہا ان کی ابتدا میں مندرج ہے۔ ع

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

Marfat.com

طریقۂ عالیہ نقشبندیہ کی خصوصیات

(۱) خواجگان نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم کا طریقہ بعینہٖ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ ہے۔ جنہیں سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کی برکتوں سے ابتدا ہی میں وہ سب کچھ مل گیا جو کسی شیخ کامل کو انتہا میں بھی بڑی مشکل سے ملتا ہے" (۲۶۶)

(۲) "طریقۂ عالیہ نقشبندیہ کے سرحلقہ حضرت ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں جن کی افضلیت انبیائے کرام صلی اللہ علیہم کے بعد مسلم الثبوت ہے۔ اس لیے تمام نسبتوں میں اس کی نسبت اعلیٰ ہے چونکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ علوم و معارف سے آگاہی دوسرے اصحاب کرامؓ سے زیادہ رکھتے ہیں۔ اسی لیے آپ کے طفیل میں اکابر مشائخ نقشبندؒ بھی دوسروں سے زیادہ علوم و معارف سے آگاہ ہیں" (۲۶۷)

(۳) "اس طریقے میں جذبہ طلب سلوک پر مقدم ہے لیکن اس میں سیر کی ابتدا عالمِ امر سے ہوتی ہے اور عالمِ خلق کی سیر ضمناً عالمِ امر کی سیر کے دوران ہی طے ہو جاتی ہے۔ اس کے برخلاف دوسرے سلسلوں میں سیر کی ابتدا عالمِ خلق سے ہوتی ہے"

(۴) "بعض سالک عالمِ امر میں مقام جذب پر فائز ہونے کی استعداد نہیں رکھتے۔ نقشبندی مشائخؒ اپنے تصرف سے سالک میں یہ استعداد اجاگر کر دیتے ہیں" (۲۶۸)

(۵) "نقشبندی مشائخ پیر خرقہ، پیر کلاہ و شجرہ نہیں ہوتے۔ وہ صحیح معنوں میں شریعت کے عالم و مبلغ ہوتے ہیں۔ اس لیے شریعت کے مرشد اور طریقت و سلوک کے رہنما ہوتے ہیں۔ لیکن دوسرے سلسلوں میں ایسا نہیں ہے۔ ان کے حلقے میں تعلیم و تسلیم پر سب سے زیادہ زور دیا جاتا ہے"

(۶) یہ خلاف شرع احوال و مواجید کو تسلیم نہیں کرتے۔ صوفیائے خام کی

Marfat.com

بے ہودہ یا فعل کو قابل اعتنا نہیں سمجھتے۔ اسی طرح خلاف شرع ریاضتوں کو بھی مردود قرار دیتے ہیں اور انہیں استدراجات سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں دیتے۔ کیونکہ خلاف شرع صوفیوں کے احوال ومواجید اور ہندو جوگیوں، یونانی حکما اور غیر مسلم صاحب ریاضت کے کرتبوں کے درمیان کوئی فرق نہیں یہ جس طرح جوگی اور دوسرے غیر مسلم ریاضت ومشقت سے اپنی قوت کا مظاہرہ کر سکتے ہیں، بالکل یہی حال سنت نبوی کو نظر انداز کرنے والے صوفیائے خام کا ہے۔ یہ سب نفس کے بندے ہیں۔ لیکن طریقۂ عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ سب سے زیادہ مخالفت نفس پر زور دیتے ہیں"(۲۶۹)

(۸) "طریقۂ عالیہ نقشبندیہ تعدد پیر کا قائل ہے لیکن دوسرے سلسلوں میں اس کی ممانعت ہے حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ سرہٗ نے علمائے بخارا کے فتوے پر ایک سے زیادہ شیخ سے فیض حاصل کرنے کی اجازت دی ہے۔ اس کی اجازت ہے کہ کسی ایک سے خرقۂ ارادت، دوسرے سے طریقت کی تعلیم وتربیت اور تیسرے کی خدمت میں حاضری دیکر فیض وبرکت حاصل کی جائے"۔

(۸) سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ بلا جواز عزلت نشینی پر زور نہیں دیتا حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں کہ عزلت سے مراد یہ ہے کہ غیروں کی رفاقت و صحبت سے پرہیز کیا جائے نہ کہ ہم خیال دوستوں سے حضرت مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ۔ ع عزلت از اغیار باید نے زیار۔

حضرت خواجہ نقشبندؒ فرماتے ہیں کہ۔

"صحبت با ہمرازاں سنت موکدہ ایں طریقۂ علیہ است"(۲۷۰)

یعنی۔ ہمرازوں کی رفاقت اختیار کرنا اس طریقۂ عالیہ میں سنت موکدہ کے برابر ہے۔

Marfat.com

اختتامیہ

آجکل، دورِ حاضر کے تناظر میں عالمِ اسلام نے اغیار کے نرغے میں پھنس کر زبوں حالی، بے بسی اور بے چارگی کی تصویر بنا اہلِ بصیرت کے لئے سامانِ عبرت مہیا کر رہا ہے۔ صیہونیت ہو یا اشتراکیت، اشتمالیت ہو یا استعماریت ——— ان سب کی نظریاتی یلغار نے اس کے ملّی تشخص کو مسخ کر کے رکھ دیا ہے ——— احساس و شعور کی قوتیں اس حد تک مفلوج ہو کر رہ گئی ہیں کہ اُسے اپنی منزل کا سراغ ہی نہیں ملتا۔ وہ جادۂ حق سے بھٹک کر اِدھر اُدھر ہاتھ پاؤں مار رہا ہے، دَربدر بھٹک رہا ہے مگر فلاح و نجات کی راہ سُجھائی نہیں دیتی۔

حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اغیار کے اس نرغے، اس حصار سے نکلنے کے لئے امرت اثر تریاق کا ایک ایسا نسخہ تجویز کیا ہے جو ملّی احساس و شعور کی قوتوں کو بحال کر کے، جِلا و بالیدگی کی روسرایت کر کے زندہ و پائندہ رہنے کی اُمنگ پیدا کرتا ہے اور فلاح و ہدایت کی راہ سُجھا کر اس پہ جمے رہنے کی تب و تاب بخشتا ہے ——— یہ نسخہ کیمیا ہے ——— اسوۂ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے بصارت و بصیرت اور تدبّر و فراست کی روشنی لے کر والہانہ انداز میں ضابطۂ شریعت کی پابندی و پیروی ———۔

حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے دو قومی نظریے کی توضیح کرتے ہوئے دو ٹوک الفاظ میں یہ نکتہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ اغیار کا سہارا لینا، اُن پر تکیہ کرنا سراسر شرک ہے۔ اغیار تو باطل نظریوں کا

Marfat.com

سبز باغ دکھا کر ملتِ مسلمہ کو جادۂ حق سے ہٹانے پر تُلا ہوا ہے ———
باطل دُوئی پسند ہے ، حق لا شریک ہے ——— اس لئے اس دُوئی اور دو رنگی کو ٹھکراتے ہوئے جادۂ حق پر استقلال سے جمے رہنے سے ہی ملتِ مسلمہ اپنے منفرد تشخص کی شان و اعزاز برقرار رکھ سکتی ہے۔ اسی لئے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ بار بار تنبیہ کرتے ہیں کہ کسی بھی حالت میں اپنے معاملات میں اغیار کی شرکت قبول نہ کی جائے۔ شرکت میانہ حق و باطل نہ کر قبول ——— اُن کی پیش کش ——— خواہ کتنی ہی فراخدلانہ اور جاذبِ نظر کیوں نہ ہو! ——— ہرگز ہرگز قبول نہ کی جائے ع

لیلیٰ بھی ہم نشیں ہو تو محمل نہ کر قبول!

لیکن اغیار کی رُوباہی چالوں کو سمجھنے اور اُن کا توڑ کرنے کے لئے دینی ماحول کے ساتھ اسلامی معاشرے کو پھیلانا ضروری ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے لادینی نظریات و عقائد اور غیر اسلامی رسم و روایات سے پاک نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اساس پر اسلامی معاشرے کے قیام و فروغ کو اپنی تحریک تجدیدیت کا منشور اوّلین قرار دیا۔ مگر دلوں میں انقلاب برپا ہوئے بغیر اسلامی معاشرے کا قیام ممکن نہیں۔ اس لئے آپ نے عوام و خواص کے احساسات کو اُبھارا، اُن کے ضمیر کو جھنجھوڑا، اُن کی غیرت و حمیّت کو للکارا ——— تو پھر اُن کے دلوں میں ایمان و ایقان کی روشنی پیدا ہوئی، عقائد صحیحہ سے سرشار ہو کر انھوں نے اپنا محاسبہ کیا، اپنے کردار کی اصلاح و تعمیر کا بیڑا اٹھایا اور شریعتِ اسلامیہ کو اپنی نجات کا وسیلہ سمجھ کر اپنا شعار بنا لیا۔

یہ مانا کہ تنفیذی و تعزیری قوتیں نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ میں ممد و مؤید بن کر مہمیز کا کام دیتی ہیں لیکن اسے جبر و اکراہ سے نہیں،

Marfat.com

اخلاص وعقیدت سے نشاط و نمو حاصل ہوتی ہے۔ اس نظام کو اپنانے کا جذبہ دلوں میں پیدا ہوتا ہے۔ یہ دلوں کا سودا ہے، دلوں میں گھر کر جائے تو پھر یہی سودا سمایا رہتا ہے کہ اپنی اَنا کو، اپنی خودی کو، اپنی ہستی کو صرف اور صرف رضائے مصطفوی کی خاطر تج کر اس کی بالادستی و حکمرانی کو ہر حال میں برقرار رکھنے کی کوشش کی جائے۔ اس سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ اسلامی معاشرہ محض خارجی عوامل سے نہیں نافذ ہوتا ——— دلوں میں انقلاب برپا ہو جائے تو پھر اسلامی معاشرہ خود بخود قائم ہو جاتا ہے، فروغ پاتا ہے، پروان چڑھتا ہے۔

نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنفیذ و تعمیل کے لئے عقائدِ صحیحہ، اعمالِ صالحہ، ارکانِ اسلام اور احکامِ شرعیہ سے کما حقہٗ واقف ہونا لابدی ہے۔ پھر ان کی تعلیم، تبلیغ اور ترویج کے لئے ان پر عبور حاصل کرنا اور بھی ضروری ہے۔ اس لئے حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف دینی علوم سے واقفیت کو ضابطۂ شریعت کا اہم رُکن قرار دیا بلکہ اُن کی تعلیم و تبلیغ کے لئے ہمہ گیر نظام بھی قائم کیا۔

دینی علوم کے حصول سے نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح، اس کی ماہیّت و نوعیت، حکمت و مصلحت سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ اخلاص و عقیدت میں پختگی پیدا ہوتی اور استغراق و محویت سے شرعی احکام بجا لانے کی سعادت بھی حاصل ہو جاتی ہے ——— (مکتوب ۱۵۷۔ دفترِ اول)

اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ دینی علوم کے ماسوا دیگر علومِ عقلیہ و عمرانیہ کی تحصیل و تعلیم جائز نہیں۔ ہاں! اُنھیں مقصود سمجھ کر حاصل نہیں کرنا چاہیے۔ ان کے حصول میں اس حد تک مستغرق و منہمک رہنا عدوان و عصیان میں شمار ہوگا کہ بندہ اپنے خالق کی عبادت سے غافل ہو جائے۔ مردِ مومن تو وہی ہے جسے بیع و تجارت جیسے مشاغل بھی اللہ کے ذکر سے

Marfat.com

غافل نہیں رکھ سکتے۔۔۔۔۔ (مکتوب ۳۳، ۳۷ - دفتر اول)

حکیم الامت علامہ اقبالؒ بھی یہی فرماتے ہیں:

وہ علم نہیں زہر ہے احرار کے حق میں　　جس علم کا حاصل ہے جہاں میں دو کفِ جو

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ علم کم بصری جس میں ہم کنار نہیں　　تجلیاتِ کلیم و مشاہداتِ کلیم

اسی اصول کی پابندی کرتے ہوئے مغرب کے جدید علوم سے استفادہ بھی جائز ہے۔ لیکن یہی سمّ قاتل کی تاثیر رکھتے ہیں اگر اُن کی تحصیل سے ایمان میں خلل واقع ہو اور گمرہی کا خدشہ لاحق ہو۔ اسی لئے ان کی مشروط تحصیل و تعلیم کے علامہ اقبالؒ بھی قائل ہیں ؎

کھُلے ہیں سب کے لئے غریبوں کے میخانے　　علومِ تازہ کی سرمستیاں گناہ نہیں

اسی سرور میں پوشیدہ موت ہے تیری　　ترے بدن میں اگر سوزِ لا الٰہ نہیں

اس طرح حضرت مجددؒ الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات میں ملت مسلمہ کو درپیش تمام مسائل و مشکلات کا حل موجود ہے۔ آپ کی تعلیمات کی روشنی میں ارکانِ اربعہ پر مشتمل ضابطہ و شریعت کی پابندی سے نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ اور اسلامی معاشرے کے فروغ کے عمل کو پایۂ تکمیل تک پہونچانے میں موثر رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔

Marfat.com

ماخذ و مراجع

(۱) تزک جہانگیری بحوالہ رود کوثر (۲) مکتوب ۵ - دفتر سوم (۳) مکتوب ۸۵ - دفتر اول
(۴) مکتوب ۱۵ - دفتر دوم (۵) مکتوب ۳۳ - دفتر اول (۶) مکتوب ۴۷ - دفتر اول
(۷) مکتوب ۱۴ - دفتر سوم (۸) مکتوب ۷۶ - دفتر اول (۹) حیات مجدد ۲۵۹ تا ۲۶۲
(۱۰) مکتوب اول - دفتر سوم (۱۱) حیات مجددؒ - ۲۶۲ (۱۲) انوار مجددیہ یوسف سلیم چشتی نمبر
(۱۳) حیات مجدد - ۲۶۲ (۱۴) مکتوب ۵۹ - دفتر اول (۱۵) مکتوب ۳۷ - دفتر اول
(۱۶) مکتوب ۴۷ - دفتر اول (۱۷) مکتوب ۱۹۳ - دفتر اول (۱۸) مکتوب ۱۹۳ - دفتر اول
(۱۹) مکتوب ۱۹۳ دفتر اول (۲۰) مکتوب ۱۹۳ - دفتر اول (۲۱) مکتوب ۱۹۳ - دفتر اول
(۲۲) مکتوب ۲۷۵ - دفتر اول (۲۳) مکتوب ۱۹۳ - دفتر اول (۲۴) مکتوب ۴۷ - دفتر اول
(۲۵) مکتوب ۷۲ - دفتر اول (۲۶) مکتوب ۶۵ - دفتر اول (۲۷) مکتوب ۵۷ - دفتر دوم
(۲۸) مکتوب ۵۳ - دفتر اول (۲۹) مکتوب ۳۳ - دفتر اول (۳۰) مکتوب ۷۲ - دفتر اول
(۳۱) مکتوب ۷۳ - دفتر اول (۳۲) مکتوب ۹۸ - دفتر اول (۳۳) مکتوب ۹۸ - دفتر اول
(۳۴) مکتوب ۱۲۴ - دفتر اول (۳۵) مکتوب ۴۴ - دفتر اول (۳۶) مکتوب ۶۵ - دفتر اول
(۳۷) مکتوب ۸۵ - دفتر اول (۳۸) مکتوب ۶۵ - دفتر اول (۳۹) مکتوب ۴۴ - دفتر اول
(۴۰) مکتوب ۴۴ - دفتر اول (۴۱) مکتوب ۴۴ - دفتر اول (۴۲) مکتوب ۶۵ - دفتر اول
(۴۳) مکتوب ۸۵ - دفتر اول (۴۴) مکتوب ۸۵ - دفتر اول (۴۵) مکتوب ۸۵ - دفتر اول
(۴۶) مکتوب ۱۹۳ - دفتر اول (۴۷) مکتوب ۲۷۵ - دفتر اول (۴۸) مکتوب ۴۳ - دفتر اول
(۴۹) مکتوب ۴۱ - دفتر اول (۵۰) مکتوب ۳۶ - دفتر اول (۵۱) مکتوب ۲۲۱ - دفتر اول
(۵۲) مکتوب ۵۲ - دفتر اول (۵۳) مکتوب ۵۲ - دفتر اول (۵۴) مکتوب ۴۶ - دفتر اول
(۵۵) مکتوب ۱۱۴ - دفتر اول (۵۶) مکتوب ۱۱۴ - دفتر اول (۵۷) مکتوب ۱۸۶ - دفتر اول
(۵۸) مکتوب ۱۸۶ - دفتر اول (۵۹) مکتوب ۲۳ دفتر دوم (۶۰) مکتوب ۱۸۶ - دفتر اول
(۶۱) مکتوب ۲۳۱ - دفتر اول (۶۲) مکتوب ۴۷ - دفتر اول (۶۳) مکتوب ۱۸۶ - دفتر اول

Marfat.com

(۶۴) مکتوب ۷۴ - دفتر اول (۶۵) مکتوب ۱۹۷ - دفتر اول (۶۶) مکتوب ۵۴ - دفتر اول

(۶۷) مکتوب ۱۵ - دفتر اول (۶۸) مکتوب ۳۶ - دفتر دوم (۶۹) مکتوب ۴۱ - دفتر سوم

(۷۰) مکتوب ۳۶ - دفتر اول (۷۱) مکتوب ۱۵۷ - دفتر اول (۷۲) مکتوب ۱۵۷ - دفتر اول

(۷۳) مکتوب ۲۶۶ - دفتر اول (۷۴) مکتوب ۷۴ - دفتر اول (۷۵) مکتوب ۶۷ - دفتر دوم

(۷۶) مکتوب ۷۴ - دفتر اول (۷۷) مکتوب ۸۱ - دفتر اول (۷۸) مکتوب ۱۹۳ - دفتر اول

(۷۹) مکتوب ۱۹۵ - دفتر اول (۸۰) مکتوب ۶۷ - دفتر دوم (۸۱) مکتوب ۶۵ - دفتر اول

(۸۲) مکتوب ۸۰ - دفتر اول (۸۳) مکتوب ۸۰ - دفتر اول (۸۴) مکتوب ۳۶ - دفتر دوم

(۸۵) مکتوب ۳۶ - دفتر دوم (۸۶) مکتوب ۳۶ - دفتر دوم (۸۷) مکتوب ۵۹ - دفتر اول

(۸۸) مکتوب ۳۸ - دفتر سوم (۸۹) مکتوب ۵۹ - دفتر اول (۹۰) مکتوب ۴۴ - دفتر اول

(۹۱) مکتوب ۴۱ - دفتر اول (۹۲) مکتوب ۷۹ - دفتر اول (۹۳) مکتوب ۲۸۳ - دفتر اول

(۹۴) مکتوب ۸۸ - دفتر سوم (۹۵) مکتوب ۱۲۲ - دفتر سوم (۹۶) مکتوب ۱۲۲ - دفتر سوم

(۹۷) مکتوب ۱۲۲ - دفتر سوم (۹۸) مکتوب ۴۴ - دفتر اول (۹۹) مکتوب ۹۶ - دفتر دوم

(۱۰۰) مکتوب ۹۹ - دفتر دوم (۱۰۱) مکتوب ۲۵۱ - دفتر اول (۱۰۲) مکتوب ۲۰۲ - دفتر اول

(۱۰۳) مکتوب ۲۰۲ - دفتر اول (۱۰۴) مکتوب ۱۲ - دفتر اول (۱۰۵) مکتوب ۱۲ - دفتر اول

(۱۰۶) مکتوب ۲۱۰ - دفتر اول (۱۰۷) مکتوب ۹۶ - دفتر دوم (۱۰۸) مکتوب ۹۶ - دفتر دوم

(۱۰۹) مکتوب ۵۹ - دفتر اول (۱۱۰) مکتوب ۳۲ - دفتر اول (۱۱۱) مکتوب ۱۷ - دفتر سوم

(۱۱۲) مکتوب ۲۵۱ - دفتر اول (۱۱۳) مکتوب ۲۵۱ - دفتر اول (۱۱۴) مکتوب ۲۵۱ - دفتر اول

(۱۱۵) مکتوب ۲۶۶ - دفتر اول (۱۱۶) مکتوب ۵۹ - دفتر اول (۱۱۷) مکتوب ۲۶۶ - دفتر اول

(۱۱۸) مکتوب ۲۵۱ - دفتر اول (۱۱۹) مکتوب ۲۵۱ - دفتر اول (۱۲۰) مکتوب ۲۵۶ - دفتر اول

(۱۲۱) مکتوب ۲۰۲ - دفتر اول (۱۲۲) مکتوب ۱۷ - دفتر سوم (۱۲۳) مکتوب ۹۹ - دفتر دوم

(۱۲۴) مکتوب ۱۴۱ - دفتر اول (۱۲۵) مکتوب ۱۲۴ - دفتر سوم (۱۲۶) مکتوب ۹۶ - دفتر دوم

(۱۲۷) مکتوب ۵۱ - دفتر دوم (۱۲۸) مکتوب ۲۵۱ - دفتر اول (۱۲۹) مکتوب ۲۶۶ - دفتر اول

(۱۳۰) مکتوب ۲۶۶ - دفتر اول (۱۳۱) مکتوب ۱۵۷ - دفتر اول (۱۳۲) مکتوب ۱۹۳ - دفتر اول

Marfat.com

(۱۳۳) مکتوب ۲۸۶ ۔ دفتر اول
(۱۳۴) مکتوب ۲۸۶ ۔ دفتر اول
(۱۳۵) مکتوب ۱۹۳ ۔ دفتر اول
(۱۳۶) مکتوب ۱۹۳ ۔ دفتر اول
(۱۳۷) مکتوب ۲۶۶ ۔ دفتر اول
(۱۳۸) مکتوب ۲۶۶ ۔ دفتر اول
(۱۳۹) مکتوب ۲۶۶ ۔ دفتر اول
(۱۴۰) مکتوب ۲۶۶ ۔ دفتر اول
(۱۴۱) مکتوب ۲۶۶ ۔ دفتر اول
(۱۴۲) مکتوب ۲۶۶ ۔ دفتر اول
(۱۴۳) مکتوب ۱۶۳ ۔ دفتر اول
(۱۴۴) مکتوب ۱۶۳ ۔ دفتر اول
(۱۴۵) مکتوب ۱۶۳ ۔ دفتر اول
(۱۴۶) مکتوب ۱۶۳ ۔ دفتر اول
(۱۴۷) مکتوب ۱۶۳ ۔ دفتر اول
(۱۴۸) مکتوب ۱۶۳ ۔ دفتر اول
(۱۴۹) مکتوب ۱۳۹ ۔ دفتر اول
(۱۵۰) مکتوب ۲۹ ۔ دفتر اول
(۱۵۱) مکتوب ۱۹۳ ۔ دفتر اول
(۱۵۲) مکتوب ۱۹۳ ۔ دفتر اول
(۱۵۳) مکتوب ۷۳ ۔ دفتر اول
(۱۵۴) مکتوب ۱۶۳ ۔ دفتر اول
(۱۵۵) مکتوب ۲۸۶ ۔ دفتر اول
(۱۵۶) مکتوب ۲۶۶ ۔ دفتر اول
(۱۵۷) مکتوب ۵۵ ۔ دفتر دوم
(۱۵۸) مکتوب ۵۵ ۔ دفتر دوم
(۱۵۹) مکتوب ۵۹ ۔ دفتر اول
(۱۶۰) مکتوب ۵۹ ۔ دفتر اول
(۱۶۱) مکتوب ۴۸ ۔ دفتر اول
(۱۶۲) مکتوب ۷۳ ۔ دفتر اول
(۱۶۳) مکتوب ۳۴ ۔ دفتر اول
(۱۶۴) مکتوب ۵۲ ۔ دفتر اول
(۱۶۵) مکتوب ۱۶۵ ۔ دفتر اول
(۱۶۶) مکتوب ۷۲ ۔ دفتر اول
(۱۶۷) مکتوب ۷۶ ۔ دفتر اول
(۱۶۸) مکتوب ۲۸۶ ۔ دفتر اول
(۱۶۹) مکتوب ۷۶ ۔ دفتر اول
(۱۷۰) مکتوب ۱۰۲ ۔ دفتر اول
(۱۷۱) مکتوب ۷۳ ۔ دفتر اول
(۱۷۲) مکتوب ۷۳ ۔ دفتر اول
(۱۷۳) مکتوب ۴۶ ۔ دفتر اول
(۱۷۴) مکتوب ۲۶۵ ۔ دفتر اول
(۱۷۵) مکتوب ۳۰۴ ۔ دفتر اول
(۱۷۶) مکتوب ۷۳ ۔ دفتر اول
(۱۷۷) مکتوب ۷۳ ۔ دفتر اول
(۱۷۸) مکتوب ۹ ۔ دفتر دوم
(۱۷۹) مکتوب ۳۷ ۔ دفتر دوم
(۱۸۰) مکتوب ۴۶ ۔ دفتر دوم
(۱۸۱) مکتوب ۳۵ ۔ دفتر اول
(۱۸۲) مکتوب ۲۶۳ ۔ دفتر اول
(۱۸۳) مکتوب ۲۷ ۔ دفتر سوم
(۱۸۴) مکتوب ۱۵ ۔ دفتر اول
(۱۸۵) مکتوب ۱۰۵ ۔ دفتر اول
(۱۸۶) مکتوب ۱۰۵ ۔ دفتر اول
(۱۸۷) مکتوب ۲۱۹ ۔ دفتر اول
(۱۸۸) مکتوب ۱۰۵ ۔ دفتر اول
(۱۸۹) مکتوب ۴۶ ۔ دفتر اول
(۱۹۰) مکتوب ۴۶ ۔ دفتر اول
(۱۹۱) مکتوب ۲۷ ۔ دفتر سوم
(۱۹۲) مکتوب ۳۱ ۔ دفتر اول
(۱۹۳) مکتوب ۵۴ ۔ دفتر دوم
(۱۹۴) مکتوب ۱۶۱ ۔ دفتر اول
(۱۹۵) مکتوب ۵۲ ۔ دفتر اول
(۱۹۶) مکتوب ۷۳ ۔ دفتر اول
(۱۹۷) مکتوب ۹۹ ۔ دفتر دوم
(۱۹۸) مکتوب ۲۴۴ ۔ دفتر اول
(۱۹۹) مکتوب ۳۵ ۔ دفتر اول
(۲۰۰) مکتوب ۴۴ ۔ دفتر اول
(۲۰۱) مکتوب ۵۹ ۔ دفتر اول

Marfat.com

(۲۰۲) مکتوب ۵۹ دفتر اول	(۲۰۳) مکتوب ۳۵ دفتر اول	(۲۰۴) مکتوب ۲۴ دفتر اول
(۲۰۵) مکتوب ۲۰۶ دفتر اول	(۲۰۶) مکتوب ۳۰۹ دفتر اول	(۲۰۷) مکتوب ۱۵۴ دفتر اول
(۲۰۸) مکتوب ۱۵۴ دفتر اول	(۲۰۹) مکتوب ۱۵۴ دفتر اول	(۲۱۰) مکتوب ۱۵۴ دفتر اول
(۲۱۱) مکتوب ۲۲۱ دفتر اول	(۲۱۲) مکتوب ۲۱۰ دفتر اول	(۲۱۳) مکتوب ۳۵ دفتر اول
(۲۱۴) مکتوب ۶۴ دفتر اول	(۲۱۵) مکتوب ۵۹ دفتر اول	(۲۱۶) مکتوب ۳۶ دفتر اول
(۲۱۷) مکتوب ۹۴ دفتر اول	(۲۱۸) مکتوب ۲۰۷ دفتر اول	(۲۱۹) مکتوب ۲۱۰ دفتر اول
(۲۲۰) مکتوب ۲۱۰ دفتر اول	(۲۲۱) مکتوب ۳۶ دفتر اول	(۲۲۲) مکتوب ۲۰۷ دفتر اول
(۲۲۳) مکتوب ۳۶ دفتر اول	(۲۲۴) مکتوب ۴۰ دفتر اول	(۲۲۵) مکتوب ۳۰ دفتر اول
(۲۲۶) مکتوب ۲۱۳ دفتر اول	(۲۲۷) مکتوب ۵۷ دفتر اول	(۲۲۸) مکتوب ۲۶۶ دفتر اول
(۲۲۹) مکتوب ۵۰ دفتر دوم	(۲۳۰) مکتوب ۵۰ دفتر دوم	(۲۳۱) مکتوب ۵۵ دفتر دوم
(۲۳۲) مکتوب ۴۱ دفتر اول	(۲۳۳) مکتوب ۴۱ دفتر اول	(۲۳۴) مکتوب ۲۸۶ دفتر اول
(۲۳۵) مکتوب ۱۵۲ دفتر اول	(۲۳۶) مکتوب ۹۵ دفتر دوم	(۲۳۷) مکتوب ۲۲۱ دفتر اول
(۲۳۸) مکتوب ۲۸۶ دفتر اول	(۲۳۹) مکتوب ۹۲ دفتر دوم	(۲۴۰) مکتوب ۵۷ دفتر دوم
(۲۴۱) مکتوب ۱۷۱ دفتر اول	(۲۴۲) مکتوب ۹۲ دفتر دوم	(۲۴۳) مکتوب ۱۰۷ دفتر اول
(۲۴۴) مکتوب ۱۶۰ دفتر اول	(۲۴۵) مکتوب ۱۰۷ دفتر اول	(۲۴۶) مکتوب ۱۰۷ دفتر اول
(۲۴۷) مکتوب ۲۳ دفتر اول	(۲۴۸) مکتوب ۱۰۷ دفتر اول	(۲۴۹) مکتوب ۶۱ دفتر اول
(۲۵۰) مکتوب ۲۳ دفتر اول	(۲۵۱) مکتوب ۶۱ دفتر اول	(۲۵۲) مکتوب ۶۱ دفتر اول
(۲۵۳) مکتوب ۶۱ دفتر اول	(۲۵۴) مکتوب ۱۵۹ دفتر اول	(۲۵۵) مکتوب ۲۷۸ دفتر اول
(۲۵۶) مکتوب ۱۵۶ دفتر اول	(۲۵۷) مکتوب ۱۵۷ دفتر اول	(۲۵۸) مکتوب ۳۷ دفتر اول
(۲۵۹) مکتوب ۲۹۲ دفتر اول	(۲۶۰) مکتوب ۲۹۲ دفتر اول	(۲۶۱) مکتوب ۳۷ دفتر اول
(۲۶۲) مکتوب ۳۷ دفتر اول	(۲۶۳) مکتوب ۲۶۶ دفتر اول	(۲۶۴) مکتوب ۲۷۸ دفتر اول
(۲۶۵) مکتوب ۱۴۵ دفتر اول	(۲۶۶) مکتوب ۵۸ دفتر اول	(۲۶۷) مکتوب ۲۲۱ دفتر اول
(۲۶۸) مکتوب ۱۴۵ دفتر اول	(۲۶۹) مکتوب ۲۸۶ دفتر اول	(۲۷۰) مکتوب ۲۶۵ دفتر اول

Marfat.com

Marfat.com

دو ایمان افروز کتابیں

تالیفات

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

سیرت مجدّد الفِ ثانیؒ

مدینہ پبلشنگ کمپنی

ایم۔ اے جناح روڈ

کراچی

حضرت مجدّد الف ثانیؒ اور ڈاکٹر محمد اقبالؒ

اسلامی کتب خانہ

اقبال روڈ۔ سیالکوٹ

Marfat.com

دو ایمان افروز کتابیں

تالیفات

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

سیرت	حضرت
مجدد الفِ ثانیؒ	مجدد الف ثانیؒ
	اور
مدینہ پبلشنگ کمپنی	ڈاکٹر محمد اقبالؒ
ایم۔ اے جناح روڈ	اسلامی کتب خانہ
کراچی	اقبال روڈ۔ سیالکوٹ

Marfat.com

مکتوبات امام ربانیؒ

ایمانیات

نفاذِ اسلام کے لیے مکمل ضابطۂ شریعت

پروفیسر عبدالباری صدیقی

سرہند پبلیکیشنز
شہید ملت روڈ، کراچی ۸۰۶

Marfat.com